6886

135910

محدثین ان کے علم و روائیت اور جرح و تعدیل کے خوشہ چین ہیں۔ مثلاً یحیی القطان
۱۲۰ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۹۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ محدثین اس کو
سید الحفاظ کہتے ہیں۔ اور امام احمد اور ابن المدینی فرماتے ہیں۔ ہم نے یحیٰی جیسا دوسرا
نہیں دیکھا اور وکیع بن الجراح کوفی جسکو محدثین امام حافظ کہتے ہیں ۱۲۹ھ میں آپ
کی ولادت اور ۱۹۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ یہ دونوں حضرات حفاظ اور ائمہ
حدیث امام ابو حنیفہؒ کے ہمعصر امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور اجتہاد پر فتویٰ دیتے اور تقلید کرتے
تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸۲ ترجمہ وکیع بن الجراح) اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے ہمعصر
وکیع بن جراح اور یحیٰی سعید القطان جن کی روایات سے امام بخاری نے پورا پورا استفادہ
کیا ہے۔ جیسے آئمہ حدیث بھی امام صاحب کی تقلید اور مذہب پر فتویٰ دینے کو عار نہیں
بلکہ عزت سمجھتے تھے۔ ان حضرات حفاظ اور آئمہ حدیث سے زیادہ امام ابو حنیفہؒ کو کون
جانتا ہوگا۔ اور ان کو امام ابو حنیفہؒ کے ثقہ ہونے اور حجت ہونے پر اسقدر وثوق اور
یقین ہے۔ کہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان امام ابو حنیفہؒ کے علم بالکتاب والسنۃ
[illegible] ہے۔ اس سے بڑھکر کسی امام فقہ و حدیث کے بارے میں اعتماد اور وثوق کیا
مصطلحات اور [illegible]یث نے خدا کے دین کے احکام بتلانے میں خدا کی مخلوق کے آگے
[illegible] حکیم صاحب [illegible] نے [illegible] پیشوا بنایا تھا۔ کیا امام فی الحدیث کے الفاظ اس بلند
[illegible] میں امام [illegible] کے ہموزن ہیں۔ آگے تفصیل آتی ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے
[illegible] جانتے اور [illegible] اور [illegible] کی وجہ کیا ہے۔ اور متقدمین اور متاخرین
[illegible] حنیفہؒ [illegible] ہے۔ آ[illegible] حدیث کی آراء کو امام
[illegible] ابو حنیفہؒ [illegible] ابو حنیفہؒ کو علم حدیث میں کس مقام
[illegible] روایت آپ [illegible] تذکرۃ الحفاظ کے روا[illegible]
[illegible] ہے۔ آپ کی [illegible] سے پیشتر [illegible]

Marfat.com

Marfat.com

6886

135910

محدثین ان کے علم و روائیت اور جرح و تعدیل کے خوشہ چین ہیں۔ مثلاً یحیی القطان
۱۲۰ھ میں آپ کی ولادت اور ۱۹۸ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ محدثین اس کو
سید الحفاظ کہتے ہیں۔ اور امام احمد اور ابن المدینی فرماتے ہیں۔ ہم نے یحیٰی جیسا دوسرا
نہیں دیکھا اور وکیع بن الجراح کوفی جسکو محدثین امام حافظ کہتے ہیں ۱۲۹ھ میں آپ
کی ولادت اور ۱۹۷ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔ یہ دونوں حضرات حفاظ اور ائمہ
حدیث امام ابو حنیفہؒ کے ہمعصر امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور اجتہاد پر فتویٰ دیتے اور تقلید کرتے
تھے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص ۲۸۲ ترجمہ وکیع بن الجراح) اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے ہمعصر
وکیع بن جراح اور یحیٰی سعید القطان جن کی روایات سے امام بخاری نے پورا پورا استفادہ
کیا ہے۔ جیسے آئمہ حدیث بھی امام صاحب کی تقلید اور مذہب پر فتویٰ دینے کو عار نہیں
بلکہ عزت سمجھتے تھے۔ ان حضرات حفاظ اور آئمہ حدیث سے زیادہ امام ابو حنیفہؒ کو کون
جانتا ہوگا۔ اور ان کو امام ابو حنیفہؒ کے ثقہ ہونے اور حجت ہونے پر اسقدر وثوق اور
یقین ہے۔ کہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان امام ابو حنیفہؒ کے علم بالکتاب والسنۃ
[illegible] ہے۔ اس سے بڑھکر کسی امام فقہ و حدیث کے بارے میں اعتماد اور وثوق کیا
مصطلحات اور [illegible]یث نے خدا کے دین کے احکام بتلانے میں خدا کی مخلوق کے آگے
[illegible] حکیم صاحب [illegible] نے [illegible] پیشوا بنایا تھا۔ کیا امام فی الحدیث کے الفاظ اس بلند
[illegible] میں امام [illegible] کے ہموزن ہیں۔ آگے تفصیل آتی ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے
[illegible] جانتے اور [illegible] اور [illegible] کی وجہ کیا ہے۔ اور متقدمین اور متاخرین
[illegible] حنیفہؒ [illegible] حدیث کی آراء کو امام
[illegible] ابو حنیفہؒ [illegible] ابو حنیفہؒ کو علم حدیث میں کس مقام
[illegible] تذکرۃ الحفاظ [illegible]
[illegible] آپ کی [illegible] سے پیشتر [illegible]

Marfat.com

کا ذکر کرنے سے حافظ ذہبی کی مراد یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ میں حفاظ اور آئمہ حدیث کے تمام وہ اوصاف کمال موجود ہیں جن اوصاف کی بنیاد اور موجودگی میں علماءِ حدیث کو کسی عالمِ حدیث کا علم حدیث میں حافظ اور امام حدیث ہونا مسلم ہوتا ہے۔ اس لئے حافظ ذہبی کو علمِ حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کا امام فی الحدیث کا منصب مسلم ہے۔ اور محدثین کو اسکا سبق دیتے ہیں۔

تذکرۃ الحفاظ میں امام ابو حنیفہؒ کا تذکرہ

ذہبی لکھتے ہیں:۔

ابو حنیفہؒ سب سے بڑے امام عراق کے فقیہہ نعمان بن ثابت کوفی ستہ میں پیدا ہوئے۔ اور انس بن مالک صحابی کو آپ نے کوفہ میں کئی بار دیکھا ہے۔ عطاء بن ابی رباح، نافع عبدالرحمٰن بن ہرمز عدی بن ثابت سلمہ بن کہیل، عمرو بن دینار محمد بن علی قتادہ ابی اسحاق اور بڑی جماعت محدثین علمِ حدیث میں آپ کے اساتذہ ہیں۔ اور زفر بن الہذیل اور داؤد الطائی قاضی ابو یوسف محمد بن الحسن اسد بن عمرو حسن بن زیاد علم فقہ میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ اور وکیع بن جراح یزید بن ہارون، سعد بن الصلت ابو عاصم، عبدالرزاق۔ عبید اللہ بن موسیٰ ابو نعیم ابو عبدالرحمٰن مقری اور بڑی تعداد علم حدیث میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ عبادت گزار عامل، عالم، متقی، بڑی شان کے امام تھے۔ بادشاہوں [illegible] تحائف کو قبول نہیں فرماتے تھے۔ یزید بن ہارون سے پوچھا گیا۔ امام ثوری زیادہ فقیہہ ابو حنیفہؒ زیادہ فقیہہ، آپ نے فرمایا ابو حنیفہؒ زیادہ فقیہہ [illegible] کے زیادہ حافظ ہیں۔ ابن مبارک فرماتے ہیں افقہ الناس ہیں۔ تمام لوگ فقہ میں ابو حنیفہؒ کی اولاد ہیں۔ یزید بن [illegible] ابو حنیفہؒ سے ورع میں عقل میں زیادہ کسی دوسرے کو کہتے ہیں ابن معین نے فرمایا ابو حنیفہؒ پر کوئی تہمت نہیں

Marfat.com

ابو حنیفہؒ کا کوئی بھی حرج نہیں ہے۔ ابن ھبیرہ نے کہا۔ ابو حنیفہؒ کو قضاء کے قبول کرنے پر ایذا دی آپ نے انکار کیا تھا۔ ابو داؤد فرماتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ امام تھے۔

(تذکرۃ الحفاظ ص۱۵۹ ج اول)

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں:۔

میرے نزدیک قراءۃ حمزہ کا ہے۔ اور فقہ تو ابو حنیفہؒ کی فقہ ہے۔ میں نے تمام لوگوں کو اس پر چلتے اور عمل کرتے پایا ہے۔ (تاریخ ابن خلکان ص۲۹۵ ترجمہ ابو حنیفہؒ)

اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابنِ معین کے زمانہ میں محدثین کو ابو حنیفہؒ کی فقہ پر پورا اعتماد تھا۔ اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کی محدثین تقلید کرتے تھے۔ اس لئے کہ فقہ پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ جیسا کہ نووی نے تہذیب الاسماء واللغات قلد کے مادہ میں لکھا ہے۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ ابن معین بھی انہیں محدثین میں امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہوں ذھبیؒ نے محدثین اور آئمہ حدیث کے طبقات میں یہ کتاب لکھی ہے۔ اور حفاظ حدیث کے پانچویں طبقہ میں نمبر ۱۰ پر ابو حنیفہؒ کا تذکرہ کیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کو امام لکھا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ حدیث کے حفاظ اور آئمہ کے طبقات میں حدیث کے امام ہیں۔ اور ذھبی نے اپنی تصدیق میں امام ابو داؤد کے قول سے بھی استشہاد اس لئے کیا ہے۔ کہ ابو داؤد حدیث کے امام ہیں۔ اور علماء حدیث [illegible]ات میں امام حدیث کا قول حجت اور دلیل ہو سکتا ہے۔ ابو داؤد اس علم میں [illegible] جانتے اور بتلا سکتے ہیں۔ جس علم میں ابو داؤد حاذق اور امام ہیں۔ ذہبی کی [illegible] حنیفہؒ کے امام فی الحدیث کا اعتراف اور اعلان کرتے ہیں۔ اور [illegible] ہیں۔ ابو حنیفہؒ کے تلامذہ کو فقہاء اور محدثین کے دو گروہوں کو الگ الگ [illegible] بن الجراح، یزید بن ہارون ابو عاصم نبیل اور عبدالرزاق [illegible] محدثین حدیث کی روائیت میں ابو حنیفہؒ کے تلامذہ ہیں۔

Marfat.com

سہل بن سعد، ابو الطفیل چار صحابہ زندہ موجود تھے۔ ابو یحییٰ حمانی، عبداللہ بن مبارک وکیع بن جراح، یزید بن ہارون، علی بن عاصم، عبدالرزاق وغیرہ حضرات علم حدیث میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ ابو حنیفہؒ سے ایک دن امیر المؤمنین ابی جعفر نے پوچھا۔ کہ آپ نے کن سے علم حاصل کیا۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا عن حماد بن ابی سلیمان عن ابراہیم النخعی۔ عن عمر بن الخطابؓ و علی بن ابی طالبؓ و عبداللہ بن مسعودؓ و عبداللہ ابن عباسؓ ابو جعفر نے کہا آپ کا علم پورا اور پختہ ہے۔ منصور کے پاس ابو حنیفہؒ ایک دن تشریف لے گئے۔ اس نے کہا آج کے دن ابو حنیفہؒ اہل دنیا کے عالم ہیں۔

(تہذیب الاسماء واللغات ص ۲۱۶ ج ۲)

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ کا علم حاصل کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ ان حضرات کا علم سنت کے سوا دوسرا کیا ہے۔ یہی حضرات صحابہ ابو حنیفہؒ کے علم سنت کے ماخذ ہیں۔ امام نووی امام ابو حنیفہؒ کو امام بارع کہتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ علم حدیث کے امام ہیں۔ اور اس معنیٰ کے مراد لینے میں نووی کے کلام میں کوئی مانع اور رکاوٹ نہیں ہے۔ بلکہ اس معنیٰ کے مراد لینے کے لئے نووی کے کلام میں مؤیدات مذکور ہیں چنانچہ لیث بن سعد کے ترجمہ میں امام نووی لکھتے ہیں:۔

لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن الامام البارع اور تبع تابعین ہیں۔ عطاء بن ابی رباح عبداللہ بن ابی ملیکہ۔ نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ حضرات حدیث میں آپ کے اساتذہ ہیں۔ اور فقہ حدیث میں آپ کے علو مرتبہ جلالت اور امامت پر علماء امام شافعی فرماتے ہیں۔ کہ لیث بن سعد امام مالک سے فقہ میں بڑھے ہوئے فرماتے ہیں۔ لیث بن سعد ثقہ ہیں۔ کثیر الحدیث ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں لیث بن کثیر العلم صحیح الحدیث ہیں۔ محمد بن عجلان ہشام بن سعد عبداللہ ابن مبارک جیسے حضرات

Marfat.com

علمِ حدیث میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات ج ۲ ص ۷۳)

یہی لیث بن سعد جس کو فقہ و حدیث میں محدثین نے بالاتفاق امام کہا ہے۔ اور امام شافعی کے خیال میں امالک سے فقہ میں لیث بن سعد آگے ہیں۔ نوویؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی طرح لیث بن سعد کو امام بارع لکھا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ کثیر العلم، کثیر الحدیث فقہ حدیث دونوں علوم کے امام ہیں۔ اور ذہبیؒ لیث بن سعد کے ترجمہ میں کہتے ہیں:۔

الامام الحافظ شیخ الدیار للعربہ اور امام شافعی کا یہ قول روایت کیا ہے۔ کہ لیث بن سعد امام مالک سے زیادہ فقیہہ اور اتبع الاثر ہیں۔ اور ابن وہب فرماتے ہیں۔ اگر امام مالکؒ اور لیثؒ نہ ہوتے تو ہم گمراہ ہو جاتے اور سعید بن ابوایوب کہتے ہیں۔ اگر مالکؒ اور لیثؒ اکٹھے ہوتے تو حضرت لیث کے سامنے امام مالک گونگے ہوتے۔ لیث بن سعد نے ۸۱ سال کی عمر میں ۱۷۵ھ میں وفات پائی ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۲۰۷)

غرض یہ جسکو محدثین امام کہتے اور لکھتے ہیں وہ حافظ الحدیث اور شیخ الحدیث ہوتا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ نوویؒ نے جب امام ابو حنیفہؒ کو امام لکھا ہے۔ تو ان کی مراد یہ ہے۔ کہ ابوحنیفہؒ علم حدیث میں امام اور حدیث کے حافظ ہیں۔ حافظ ذہبی نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں لکھا ہے:۔

ابوحنیفہؒ بڑی شان کے امام ہیں۔ اور اس کا ثبوت اس طرح ہوتا ہے۔ کہ لیث بن سعد اس جلالت قدر اور کثیر العلم اور کثیر الحدیث ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے مقلد امام ابوحنیفہؒ کے حلقہ متبعین میں آگے بڑھنے میں خوش ہیں۔ ۹۴ھ میں حضرت لیث کی ولادت ہوئی ہے۔ ۸۴ سال عمر میں ابوحنیفہؒ چھوٹے ہیں۔ ابوحنیفہؒ کے ہمعصر ہیں۔ بوحنیفہؒ کو قریب سے دیکھا اور پہچانا ہے۔ اور مقلدین ابوحنیفہؒ میں شمار ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ آئمہ حدیث میں قدیم سے تقلید کا چرچا اور ابوحنیفہؒ کی تقلید کا فخر رہا ہے۔ بخاری شریف میں پہلی کتاب بدء الوحی میں حضرت لیث کی روایت سے

Marfat.com

حضرت عائشہؓ کی یہ روائیت مذکور ہے۔ اول ما بدی بہ رسول اللہ من الوحی۔ حضرت لیث کی شان اس سے بڑی ہے۔ مگر کہا جائیگا کہ لیث اس پائیہ کے محدث ہیں کہ بخاری کے رجال میں ہیں۔ ابو حنیفہؒ کے اس مقلد سے صحیح بخاری کی روایات میں بخاریؒ نے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

ابنِ خلکان کہتے ہیں :۔

کر لیث بن سعد کان علیٰ مذہب الامام ابی حنیفۃ۔ تاریخ ابن خلکان ص۱ ج۲۔ عمدۃ القاری ص۴۲ ج اول مطبوعہ منیریہ مصر۔

یحییٰ بن سعید القطان فرماتے ہیں :۔

ہم نے بسا امام ابو حنیفہؒ کے قول کو اچھا سمجھا اور جانا ہے۔ اور ہم اس پر عمل کرتے ہیں۔ (جامع بیان العلم ص۱۴۹ ج۲)

اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ یحییٰ القطان بھی امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے۔ اس کہ کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔

حافظ نووی فرماتے ہیں :۔

التقلید قبول قول المجتہد والعمل بہ مجتہد کے قول کو قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا تقلید ہے۔ (تہذیب الاسماء واللغات ص۱۰۱ ج۲ من القسم الثانی)

کیا حکیم صاحب سند و نہیں جانتے ہیں۔ کہ یہ رجال اور طبقات کی کتابیں ہیں۔ ان کے مؤلفین نے جس شان سے ابو حنیفہؒ کی امامت فی الحدیث کا ذکر کیا ہے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ امام حاکم ذہبی، حافظ نووی فقہاء کی فہرست ابو حنیفہؒ کا ذکر نہیں کرتے بلکہ مجتہدین حدیث اور حفاظ محدثین کی فہرست میں ابو حنیفہؒ کو امام کے لقب اور منصب کے ساتھ حاکمؒ، ذہبیؒ۔ نوویؒ نے یاد کیا ہے۔ لیکن حکیم صاحب کی بے بصیرتی کا کیا علاج ہے۔ اور کس جرأت سے جھوٹ

Marfat.com

ہائے۔ کہ برائے نام بھی امام ابو حنیفہؒ کے نام کے ساتھ کسی نے محدث یا امام نہیں
ھا ہے۔

رت کے فقہاء صحابہ اور تابعین

بات یہ ہے۔ کہ یہ بچارا فرقہ
اپنی بے بضاعتی سے مجبور ہے۔

ب یہ سُنتے ہیں کہ محدثین اور علماء نے امام ابو حنیفہؒ کو فقہاء کا امام اور افقہ الناس
اور لکھا ہے۔ تو بغلیں بجاتے ہیں۔ کہ ان کا کام بن گیا ہے۔ ان کی آرزو پوری
رہی ہے۔ محدثین نے ابو حنیفہؒ کو فقہ اور فقہاء کا امام لکھا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے
م فی الحدیث کا انکار کرتے ہیں۔ اب کام آسان ہو رہا ہے۔ یہ فرقہ چل سکے گا
محدثین کے نام سے چلیگا۔ مگر یہ بچارے اتنا بھی نہیں جانتے کہ محدثین جسکو
ہہ کہتے اور لکھتے ہیں وہ کون ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو علم حدیث کے حفظ و
ان کے انتہائی مراتب پر پہنچنے کے بعد علم حدیث میں فہم و بصیرت کی توفیق بخشتا
ے۔ اور علم حدیث کی روائیت کے بعد علم حدیث کے گہرے اور عمیق معانی اس کے
ہن پر وارد ہوتے ہیں۔ اور مطالب حدیث اس کے فہم و ادراک میں روشن ہیں ایسے
احب بصیرت حافظِ حدیث کو محدثین نے فقیہہ اور امام الفقہاء کے گرانقدر اور ارفع
ب سے ذکر کیا ہے۔ اور یاد فرماتے ہیں۔

میں یہاں مثال کے طور پر چند ایسے صحابہ اور تابعین اور ائمہ حدیث کے اسماء گرامی کا ذکر
ام ہے۔ جنکو حق تعالیٰ نے محدثین، صحابہ، تابعین اور آئمہ حدیث میں فقہ کی دولت سے
ہ کی نعمت سے ممنون فرمایا ہے۔ اور حفاظِ حدیث ان کو فقہاء کے لقب سے
رہ ہے ہیں۔

عبداللہ ابن مسعود

حضرت حذیفہ سے عبدالرحمٰن بن یزید نے کہا۔ آپ ہمیں بتا دیجئے
کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تمام سیرت میں کون زیادہ

سب سے بڑی فقیہہ تھی۔ یعنی فقہاء صحابہ کی امام تھی۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۲۶)

ام المؤمنین جتنا علم حدیث کسی کے پاس نہیں تھا۔ محدثین، صحابہ اور فقہاء صحابہ اور بعد کے آئمہ حدیث سب کے سب ام المؤمنین کے علم کے مشکور ہیں۔ لیکن ام المؤمنین صرف علم حدیث کی راوی نہیں تھی بلکہ صاحب بصیرت نادرہ روزگار فقیہہ تھی۔ محدثین تلامذہ کی الگ جماعت تھی اور فقہاء تلامذہ کا الگ گروہ تھا۔ ذہبی اکبر الفقہاء امام الفقہاء کے ممتاز لقب سے آپکو یاد کرتے ہیں۔ کون احمق یہ گمان کریگا کہ طبقات و رجال میں ام المؤمنین کو اکبر فقہاء لکھا گیا اس لئے وہ اکبر محدثین نہیں ہے۔ اسی طرح فہم و بصیرت کے صاحب ابو حنیفہؒ کو اکبر فقہاء اس لئے کہتے ہیں۔ کہ علم حدیث میں زیادہ اونچے ہونے کے باوجود حدیث کے معانی میں آپ کی نگاہ بڑی وسیع اور بلند تھی اور اس حسن اتفاق کو دیکھئے کہ ام المؤمنین کی طرح امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ فقہ اور تلامذہ حدیث دو الگ جماعتیں ہیں اور جس طرح مشکلات علم میں صحابہ حضرت عائشہؓ سے علم لینے کے لئے گئے ہیں۔ اسی طرح جب سفیان ثوری کے سامنے کوئی مشکل پیش کیا جاتا تھا۔ تو آپ فرماتے تھے۔ کہ ایسی مشکلوں کو سہل اور عمدہ حل کرنے والے ابو حنیفہؒ تھے اور اس سے ہم نے حسد کیا۔

یہ تو صحابہ کے حفاظِ حدیث کے پہلے طبقہ میں فقہاء صحابہ کا ذکر تھا۔ اب حفاظِ حدیث کے دوسرے طبقہ میں کبراء تابعین فقہاء کا ذکر پڑھیئے۔

علقمہ بن قیس بن عبداللہ

علم حدیث میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابو درداءؓ، حضرت ابنِ مسعودؓ اساتذہ ہیں۔ ابنِ مسعود سے آپ نے فقہ کو حاصل کیا۔ ابنِ مسعود کے خاص اصحاب ہیں۔ ابنِ مسعود فرماتے ہیں:۔

جتنا میں جانتا ہوں علقمہ بھی وہ جانتے ہیں۔ قابوس بن ابی ظبیان فرماتے ہیں۔

135910

Marfat.com

میں نے اپنے والد سے کہا۔ آپ صحابہ کو چھوڑ کر علقمہ کے پاس کیوں جاتے ہیں۔ اس نے جواب میں کہا۔ میں نے بعض صحابہ کو علقمہ سے علم حاصل کرتے اور استفتاء کرتے دیکھا ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ص۴۵)

حضرت علقمہ نے صحابہ سے علم حدیث کو حاصل کیا اور بعض صحابہ حضرت علقمہ سے حدیث پڑھنے اور سنت کے فتاوے لینے کے لئے گئے ہیں۔ اور ذہبی علقمہ کا ذکر کرتے لکھتے ہیں۔ عراق کے فقیہہ علقمہ کان فقیہاً اماماً بارعاً۔ اور یہی القاب حافظ ذہبی نے امام صاحب کے تذکرہ میں ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ جس قسم کے فقیہہ اور امام حضرت علقمہ ہیں اس قسم کے فقیہہ اور امام ابو حنیفہؒ ہیں۔

حافظ نووی کہتے ہیں :۔

کہ علقمہ نے ابا موسیٰ اشعری، حضرت حذیفہ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ حضرات سے حدیث کو پڑھا۔ اور حاصل کیا ہے۔ علقمہ کی جلالت و عظمت اور وفورِ علم و جمیل طریقہ پر اتفاق ہے۔ کوفہ کے باشندے بڑے جلیل فقیہہ، بارع تابعی ہیں (تہذیب الاسماء واللغات ص۳۴۲ ج اول قسم اول)

کیا کوئی احمق یہ کہیگا کہ علقمہ کے وفور علم اور جلالت پر محدثین کے اتفاق کے باوجود بھی علقمہ امام حدیث نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ذہبی اور نووی نے ان کو امام اور فقیہہ لکھا ہے۔ کوئی عقل کا اندھا ہوگا کہ امام اور فقیہہ کو علم حدیث میں پیچھے بتلائے امام اور فقیہہ حدیث کے ہیرون سے دس قدم علم حدیث میں آگے ہوتے ہیں۔

عبدالرحمٰن بن غنمؓ

حضرت عمرؓ، حضرت معاذؓ صحابہ کی ایک جماعت سے آپ نے حدیث کو روائیت کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو فقہ پڑھانے کے لئے شام بھیجا ہے۔ حضورؐ کی زندگی میں آپ کی ولادت ہوئی ہے۔ تابعین کے راس ہیں۔ شام کے تابعین نے آپ سے فقہ حاصل کیا۔ ذہبی فرماتے ہیں

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن غنم اہلِ فلسطین کے شیخ اور شام کے فقیہہ کبیر القدر صادق فاضل ہیں (تذکرہ ۸۳)
حافظ نووی فرماتے ہیں :۔

حضرت ابو درداء، حضرت ابا ذر، حضرت ابا مالک اشعری صحابہ آپ کے اساتذہ حدیث ہیں۔ حضرت معاذؓ کے خاص اصحاب میں معروف ہیں۔ اہلِ شام کے افقہ اور فقہ میں شام کے تابعین کے استاد اور جلالت و قدر کے مالک ہیں[1]۔

علم حدیث کی روائت میں صحابہ کے شاگرد امام حدیث کو حضرت عمرؓ نے فقہ پڑھانے کیلئے شام بھیجا اور حافظ ذہبی اور حافظ نووی ان کو کبیر القدر فقیہہ اور اہل شام کا افقہ لکھتے ہیں۔ کیا کوئی بے وقوف یہ کہیگا کہ رجال و طبقات کی کتابوں میں عبدالرحمٰن بن غنم کو فقیہہ اور اہلِ شام کا افقہ لکھا گیا ہے۔ اس لئے وہ محدث یا امام حدیث نہیں ہیں

سعید بن المسیّب

علم حدیث میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت زیدؓ بن ثابت حضرت عائشہؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت ابی ہریرہ، اور دوسرے حضرات صحابہ آپ کے اساتذہ ہیں۔ علی بن المدینی فرماتے ہیں۔ تابعین میں سعید بن المسیب سے زیادہ علم میں کسی کے پاس نہیں جانتا۔ سعید اجل تابعین ہیں۔ ذہبی فرماتے ہیں۔ سعید مدینہ منورہ کے فقیہہ واسع العلم وافر الحرمۃ متین الدیانۃ حق بتا والا فقیہہ النفس ہیں۔ زہری فرماتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عمرؓ کے قضاء کو سعید بن المسیب[2] سب سے زیادہ جانتے ہیں۔

حافظ نووی فرماتے ہیں۔ سعید تابعین کے امام ہیں۔ سعید کی امامت اور جلالت پر علماء کو اتفاق ہے۔ محمد بن یحییٰ بن حبان فرماتے ہیں سعید کو فقیہہ الفقہاء کہا گیا ہے سلیمان بن موسیٰ فرماتے ہیں۔ سعید تابعین میں سب سے زیادہ فقیہہ ہیں۔ احمد بن عبداللہ فرماتے ہیں سعید فقیہہ تھے۔ صالح تھے۔ عطایا نہیں لیتے تھے۔ ۹۳ھ یا ۹۴ھ میں آپ

[1] تہذیب الاسماء ص ۳۰۲ ج اول۔ [2] تذکرہ ص ۵۰۔

Marfat.com

وفات پائی ہے۔ اور اس سن کو سنۃ الفقہاء کہا گیا ہے۔ اس لئے کہ اس سال اکثر فقہاء تابعین نے وفات پائی ہے[1]۔

حافظ نووی، حافظ ذہبی اور ان مذکورہ محدثین اور حفاظِ حدیث نے سعید بن المسیب کو امام فقیہہ، فقیہہ الفقہاء اور افقہ التابعین کے القاب سے یاد کیا ہے۔ اور برائے نام بھی کسی نے محدث اور امام کے ساتھ حدیث کا لفظ نہیں بڑھایا ہے۔ کیا کوئی ایسا کور چشم بے بصیرت بھی ہے، کہ سعید کے حافظ اور امام حدیث کا انکار کرے۔ غرض یہ کہ محدثین اور حفاظِ حدیث فقیہہ اور افقہ کے لقب سے ایسے حافظ حدیث کو زیادہ سے زیادہ چمکاتے ہیں۔ جس سے محدثین حدیث کے معانی اور مطالب میں ان کی بصیرت اور فقہ سے متعارف ہیں۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ علم حدیث کی روائیت بھی دین کی بہت بڑی خدمت اور حفاظت ہے۔ مگر اس کی روائیت سے آگے اس سے بھی بڑھکر اہم اور اعلیٰ مقصد حدیث کی فقہ اور معانی ہے۔ جن حضراتِ حفاظ حدیث کو روائیت اور فقہ حدیث کی دونوں نعمتوں سے حق تعالیٰ نے مالا مال کیا ہے۔ اور دین کی ان دونوں اہم خدمات کی ان کو اللہ نے توفیق بخشی ہے۔ تو رجال اور طبقات کی کتابوں میں حفاظِ حدیث نے ایسے حضرات کو فقیہہ اور افقہ کی خصوصی فضیلت اور ممتاز لقب سے تعارف کیا ہے۔ اور ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین کے عہد میں زیادہ فضیلت اور بلندی علم فقہ اور فقہاء صحابہ اور تابعین کو دیجاتی تھی اور تابعین میں اسقدر کثیر اونچے فقہاء تھے کہ ان کی کثرت وفات نے ان کی یادگار میں سعید بن المسیب کی سنہ وفات کو سنۃ الفقہاء کا نام دیا ہے۔ اور نیز ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ کو فقہ کی فضیلت کے اظہار اور تبلیغ ورواج کا اسقدر اہتمام تھا۔ کہ حدیث کی قلت روائیت کی ہدائیت فرماتے تھے۔ اور فقہ کی روائیت اور اشاعت کے لئے بصرہ اور شام صحابہ اور تابعین کو بھیجا ہے۔ حدیث کی روائیت سے حدیث کی فقہ

---

[1] تہذیب الاسماء، صفحہ ۲۱۹ جزو اول۔

Marfat.com

اور معانی کے سمجھنے اور سمجھانے کی فضیلت پر آگے بحث آتی ہے۔ اور نیز ان واقعات مذکورہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب سند و اور غیر مقلدین صحابہ اور تابعین کے علم اور تاریخ کی بحث سے کسقدر دور اور ناواقف ہیں۔ کہ عہدِ صحابہ اور تابعین کو علم فقہ کی روائت اور درس سے خالی بتلاتے ہیں اور امام ابو حنیفہ سے علم فقہ کی بنیاد اور تاریخ کی ابتدا کرتے ہیں۔ یہ تو چند صحابہ اور تابعین کا مثال کے لئے میں نے ذکر کیا کہ محدثین ان کے فضائل میں فضیلت کا لقب فقیہہ کو ذکر کرتے ہیں آگے آئمہ حدیث کے مابہ الامتیاز فضیلت میں محدثین کی زبان سے فقہ کا اور فقیہہ کا لقب پڑھئے۔

امام مالک رح

فقیہہ الامت، فقیہہ امام دار الہجرۃ ابن مہدی فرماتے ہیں۔ مالک حکم اور حماد سے زیادہ فقیہہ ہیں[1]۔ نووی فرماتے ہیں۔ امام مالک، امام دار الہجرۃ اور مذاہب متبوعہ کے آئمہ میں ایک امام ہیں۔ اور امام احمد نے جواب دیا۔ جو صرف ایک شخص کی حدیث کو یاد کرنا چاہتا ہے۔ تو امام مالک کی حدیث کو یاد کرلے۔ اور سائل کے جواب میں فرمایا کہ رائے امام مالک کی اچھی ہے۔ ابی مصعب فرماتے ہیں۔ کہ امام مالک سے سوال کیا جاتا تھا تو آپ صرف لا و نعم فرماتے تھے۔ امام مالک سے یہ نہیں کہا جاتا تھا کہ مسئلہ کا ہاں اور نہیں کا جواب کہاں سے دیتے ہیں[2]۔

اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ امام مالک کے مذہب کی اتباع کی جاتی ہے۔ اور یہ کہ امام مالک رائے دیا کرتے تھے۔ اور یہ کہ امام مالک کی تقلید کی جاتی تھی۔ اس لئے مسئلہ ماخذ اور دلیل کو لوگ دریافت نہیں کرتے تھے۔ اور اسحاق بن ابراہیم کہتے ہیں:۔

ثوری، مالک، اوزاعی، اگر کسی امر پر اتفاق کریں تو وہ سنّت ہے۔ اگرچہ اس میں نص نہ ہو[3]

اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ مجتہدین کی اجتہادی رائے کو اسحاق ابن راہویہ جیسا امام حدیث سنّت کہتے اور سمجھتے ہیں۔

---

[1] تذکرہ ص۱۹۳۔ [2] تہذیب الاسماء ص۱۷۶۔ [3] تذکرۃ الحفاظ ص۱۹۵۔

Marfat.com

ابن جریج

ابنِ جریج عطاء بن ابی رباح مجاہد زھری کے طبقہ کے محدثین آپ کے اساتذہ ہیں اور سفیان بن عینیۃ اور سفیان ثوری اور کیع بن جراح عبدالرزاق ے طبقہ کے محدثین آپ کے تلامذہ ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ ابن جریج علم کا اوعیہ ہے۔ ب سے پہلے اس نے حدیث میں تصنیف کیا ہے۔ ذہبی فرماتے ہیں ابن جریج تبہ صاحب تصانیف اور حرم کے فقیہہ[1] ہیں۔

امام احمدؒ

امام شافعیؒ فرماتے ہیں میں بغداد سے ایسے وقت نکلا کہ امام احمد سے بغداد میں زیادہ عالم اور زیادہ فقیہہ دوسرا نہیں تھا۔ محمد بن حماد رماتے ہیں میں نے ابا ثور کو یہ کہتے سنا کہ امام احمد زیادہ عالم یا سفیان ثوری سے یادہ فقیہہ ہیں۔ ابو عبیدہ فرماتے ہیں۔ ابوبکر بن ابی شیبۃ امام احمد ابنِ معین ابن المدینی حدیث ختم ہوتی ہے۔ مگر ان چاروں میں حدیث میں امام احمد زیادہ فقیہہ[2] ہیں۔

نووی فرماتے ہیں:۔

ابو حاتم نے جواب میں سائل کو کہا۔ احمد بن حنبل اور علی بن المدینی حفظِ حدیث میں دونوں قریب قریب ہیں۔ مگر امام احمد فقہ میں زیادہ ہیں۔ ابو زرعہ فرماتے ہیں۔ میں نے امام احمد سے زیادہ کامل کسی دوسرے کو نہیں دیکھا ہے۔ جس میں زہد، فقہ اور فضل سب موجود ہیں[3]۔

غرض یہ کہ امام شافعیؒ اباتوں ابو عبیدہ، ابو حاتم، ابو زرعہ، آئمہ حدیث نے جب دوسرے حفاظِ حدیث کے مقابلہ پر امام احمد کو علم و فضل میں ترجیح دینا اور اونچا کرنا چاہا تو ان حضرات آئمہ حدیث نے امام احمد کو فقیہہ اور افقہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اس کے صاف اور صریح معنے یہ ہیں۔ کہ حدیث کے اماموں کو صرف محدثین کے مقابلہ میں فقہاء محدثین کی زیادہ فضیلت مسلم تھی اور یہ کہ محدث سے

---

[1] تذکرہ ص ۱۶۰ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۱۸۰ ج ۲ [3] تہذیب الاسماء ص ۱۱۱ ج اوّل۔

آگے فقیہہ کو اور امام حدیث سے آگے امام الفقہاء کو حفاظِ حدیث زیادہ اونچا اور نمایاں منصب پر سمجھتے تھے۔

امام شافعیؒ

ذہبی فرماتے ہیں:۔

امام شافعیؒ پہلے پہلے شعر و لغت میں کامیاب طالب العلم تھے، اسکے بعد فقہ و حدیث پر توجہ کی اور مسلم زنجی سے فقہ کو حاصل کیا اور ابن راہویہ فرماتے ہیں شافعی امام ہیں اور ایسا امام کوئی نہیں ہے جو اجتہاد رائے سے بولتے ہیں۔ مگر امام شافعی کی رائے کی ان کی رائے سے زیادہ اتباع کی جاتی ہے۔ اور امام شافعیؒ کی رائے ان کی رائے سے بہت کم خطا ہوتی ہے۔[1]

ان واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام شافعی کے زمانہ میں اور اس سے پہلے فقہاء معروف تھے اور علم فقہ پر پوری توجہ کی جاتی تھی، اور یہ کہ آئمہ حدیث اصحاب رائے اور ارباب اجتہاد تھے اور امام شافعی انہیں اصحاب رائے آئمہ حدیث میں ہیں اور محدثین رائے کی اتباع کرتے تھے اور امام شافعی کی رائے کی مقلدین دوسروں کی رائے کی مقلدین سے زیادہ تھے اور یہ کہ آئمہ حدیث میں رائے کی اجتہاد کی تقلید کا جواز اور دستور عام اور رائج تھا اور اسحاق بن راہویہ امام شافعی کو ارباب رائے و اجتہادِ حفاظ میں شمار کرنا اور امام شافعی کی رائے کی مقلدین کی کثرت کو حفاظِ حدیث میں امام شافعی کی خصوصی فضیلت اور امتیاز کے بیان کرنے میں ذکر کرتے ہیں۔ اسکا معنی یہ ہے کہ ذی رائے ہونا اور مقلدین کی کثرت کو حفاظِ حدیث بڑی فضیلت سمجھتے ہیں اسحٰق بن راہویہ کو آپ جانتے ہیں۔ بڑے بڑے آئمہ حدیث کے استاد اور حفظ و اتقان میں مشہور امام حدیث ہیں۔ ابوزرعہ فرماتے ہیں۔ میں نے اسحاق سے زیادہ دوسرا حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ ابوداؤد خفاف فرماتے ہیں۔ اسحاق نے گیارہ ہزار حدیث یاد سے

---

[1] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۲۹ ج اول۔

Marfat.com

م پر املا کیا پھر ہمیں پڑھ کر سنایا۔ ان میں ایک حرف کی کمی بیشی نہیں کی ۲۳۸ھ میں آپنے
فات پائی ہے۔

حافظ نووی فرماتے ہیں مصعب بن عبداللہ زبیری فرماتے ہیں۔ امام شافعیؒ اوائل
ر میں شعر، تاریخ و ادب میں مشغول تھے۔ پھر فقہ میں مشغول ہو گئے۔ امام شافعیؒ سوار جا رہے
تھے اور پیچھے مصعب کے والد کا منشی تھا۔ امام شافعی نے شعر پڑھا۔ اس منشی نے کوڑا
کھایا اور کہا۔ آپ جیسا اس میں عمر ضائع کرتے ہیں تجھے فقہ سے کیا ہوا۔ اس کے بعد مسلم
ن خالد زنجی مفتی مکہ کے پاس آئے اور مدینہ منورہ میں امام مالک کے پاس گئے۔ امام
شافعیؒ نے بھی حمیدی کی روائیت سے اس کے قریب قریب بیان فرمایا ہے۔ امام شافعیؒ
نے مسلم بن خالد زنجی اور دوسرے آئمہ مکہ سے علم فقہ کو حاصل کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ
امام مالک کے پاس گئے اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے جو اہل حدیث محدثین کے امام ہیں
امام شافعیؒ سے اصول فقہ میں کتاب لکھنے کی خواہش کی اور آپ کی کتاب الرسالہ کو اصول
فقہ میں ابن مہدی اور یحییٰ بن سعید القطان بہت پسند کرتے تھے۔ علماء کو اتفاق ہے۔
کہ وہ بہت اچھا رسالہ ہے۔ امام مزنی فرماتے ہیں۔ میں نے اس رسالہ کو پانچ صد مرتبہ
پڑھا اور پچاس سال سے اس کا مطالعہ کرتا ہوں اور اس سے نیا نیا استفادہ کرتا ہوں۔
اور یحیی القطان کو جب کتاب الرسالہ سنائی گئی تو آپ نے فرمایا۔ میں نے امام شافعیؒ
سے زیادہ عقلمند اور زیادہ فقیہہ دوسرا نہیں دیکھا ہے۔ اور ابن مہدی کتاب الرسالہ
کو اسقدر پسند کرتے تھے کہ اس کی تصنیف پر امام شافعیؒ کو ہر نماز کے بعد دعائیں دیا کرتے
تھے اور حدیث کے بڑے بڑے اماموں نے جیسا احمد بن حنبل، ابی ثور حمیدی، بویطی
مزنی وغیرہ حضرات نے امام شافعیؒ سے علم فقہ حاصل کیا اور امام شافعیؒ نے وصیت
فرمائی۔ کہ آپ کے بعد حلقہ درس و افتاء میں آپ کا خلیفہ امام بویطی فقیہہ بیٹھینگے۔
حمیدی بخاری کے استاد کے سامنے جب امام شافعیؒ کا ذکر ہوتا تو آپ فرماتے

Marfat.com

ہیں۔ فقہاء کا سید امام شافعیؒ ہیں۔ ابو ثور نے فرمایا ہم امام شافعیؒ کو ابراہیم نخعی سے بھی زیادہ فقیہہ کہتے ہیں۔ امام احمد فرماتے ہیں۔ علم فقہ کو تالا لگا ہوا تھا امام شافعیؒ نے اس کو کھولا۔ ابو عبید فرماتے ہیں۔ میں نے امام شافعیؒ سے زیادہ اچھی اور اونچی کسی اور کی رائے نہیں دیکھی ہے۔ امام احمد فرماتے ہیں اصحابِ حدیث اہلِ حدیث محدثین احادیث کے معانی نہیں جانتے تھے۔ امام شافعیؒ نے اہلحدیث کو حدیث کے معانی بیان فرمائے۔

امام بویطی فرماتے ہیں۔ عراق کے فقہ و نظر حاذق علماء اور ہر صنف اہلحدیث اہل عربیت، اہلِ نظر نے یہ کہا ہے۔ کہ انہوں نے امام شافعیؒ کا مثل نہیں دیکھا۔ امام کرابیسی فرماتے ہیں۔ میں نے امام شافعیؒ کی مجلس سے دوسری اونچی مجلس نہیں دیکھی اس میں اہلحدیث، اہلِ فقہ، اہلِ شعر اور کبار اہلِ لغت حاضر آتے تھے۔ اور یہ سب امام شافعیؒ سے استفادہ کرتے تھے۔ اہلِ حدیث محدثین حدیث کی روائت اور اہلِ فقہ فقہ پڑھنے والے فقہ کی روائت لیتے تھے۔ اور اہلِ شعر و لغت اپنا اپنا فن لیتے تھے۔

امام احمد فرماتے ہیں:۔

ہمارا ایک دوسرے کے پیچھے اصحاب ابی حنیفہ کے پاس تانتا بندھا ہوا تھا۔ یہانتک کہ ہم نے امام شافعی کو دیکھا۔ امام شافعی کتاب و سنت میں زیادہ فقیہہ تھے[1]

امام شافعی کے بارے میں آئمہ حدیث کے مذکورہ اقوال سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ حفاظِ حدیث نے جس امام حدیث کی زیادہ فضیلت اور کتاب و سنّت میں اس کا زیادہ ماہر اور حاذق ہونا بیان کرنا اور یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ صرف امام حدیث نہیں بلکہ روائت حدیث کی طرح کتاب و سنّت کے معانی میں اس کو پوری اور کامل بصیرت حاصل ہے۔ تو ایسے حافظ حدیث کو آئمہ حدیث فقیہہ اور افقہ الناس

[1] تہذیب الاسماء واللغات ترجمہ امام شافعی۔

کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جیسا کہ امام شافعیؒ کو ان حضرات نے اس لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اور امام احمد کے قول سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حدیث کی روائیت کرنے والے محدثین اور حفاظِ حدیث کتاب وسنّت کے معانی حاصل کرنے میں اصحاب ابی حنیفہؒ کے محتاج تھے۔ اور امام شافعیؒ سے کتاب وسنّت کے مطالب اور معانی سمجھنے اور فقہ حاصل کرنے پر پورا استفادہ کیا ہے۔ اور نیز ان آئمہ حدیث کے اقوال سے یہ بھی ثابت ہُوا۔ کہ اہلحدیث کوئی فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ حدیث ایک فن ہے۔ اور اسکے حاصل کرنے والے حدیث کی روائیت کرنے والے طلبہ اور علماء کا طبقہ ایک صنف اور ایک جماعت ہے۔ جیسا امام ابو لیطی نے فرمایا۔ کہ ہر صنف کے لوگ اہلِ حدیث اہلِ عربیت۔ اہلِ نظر کہتے ہیں۔ کہ انہوں نے امام شافعیؒ جیسا دوسرا نہیں دیکھا۔ اہلحدیث اہلِ عربیت، اہلِ نظر، فرقہ نہیں ہیں۔ بلکہ ایک صنف ہیں۔ اور جیسا امام کرابیسی نے فرمایا کہ اہلِ حدیث، اہلِ فقہ، اہلِ شعر، اہلِ لغت، امام شافعی کی مجلس میں حاضر آتے تھے۔ اور استفادہ کرتے تھے۔ یہ مذکورہ اصناف ہیں۔ اہلِ علم کی مختلف فنوں میں مختلف جماعتیں اور صنف ہیں۔ اور یہ ضروری نہیں کہ یہ اصناف اہلِ سنت والجماعت بھی ہوں۔ اہلِ عربیّت، اہلِ شعر، اہلِ لغت کی طرح اہلِ حدیث بھی اہل السنّت والجماعت سے باہر اور مخالف صنف اور ٹولہ ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ محدثین کی تاریخ اور کتابوں میں شیعہ اور معتزلہ فرقوں کے لوگ محدثین کے صنف اور جماعت میں شامل اور داخل ہیں۔ اسی طرح ہمارے زمانہ کے اہلِ حدیث اپنے آپکو ایک فرقہ بناتے اور بتاتے ہیں۔ اگر یہ ایک فرقہ ہے تو عہدِ نبوت سے لیکر انگریز کے عہدِ حکومت تک اہلِ سنت والجماعت کی متعدد شاخوں میں اس فرقہ کو کوئی نہیں جانتا بلکہ مسلمانوں پر اہلِ علم پر اس فرقہ کا وجود انگریز کے جبر واستبداد کا ایک پہلو اور مسلمانوں میں فرقہ ڈالنے کا ایک فکر ہو سکتا ہے۔ آگے میں تفصیل سے اس کو بیان کروں گا۔ اور نیز

Marfat.com

مذکورہ محدثین کے اقوال سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کتاب اور سنّت کے معانی کو اہلحدیث محدثین نہیں جانتے تھے۔ ان کا وظیفہ صرف اسقدر تھا۔ کہ علمِ حدیث کو روائیت کرتے تھے۔ مگر معانی کو تالا لگا ہوا تھا۔ فقہاء نے حدیث کے معانی بیان فرمائے اور لگا ہوا تالا کھولا۔ امام شافعیؒ اپنے وقت میں اس علم میں دوسروں سے زیادہ تھے۔ جیسا امام احمد نے فرمایا۔ اور نیز یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ مجتہدین محدثین رائے سے فتویٰ دیتے تھے۔ اور اس کی اتباع اور تقلید کی جاتی تھی۔ جیسا کہ اسحاق ابن راہویہ نے امام شافعی کے بارے میں فرمایا۔ کہ امام شافعی کی رائے اچھی ہوتی ہے۔ اور اس کی اتباع زیادہ کی جاتی ہے۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اوائل عمر کے واقعات کچھ اور ہوتے ہیں۔ اور اوائل عمر کے مشاغل کچھ ہوں۔ مگر فقہ اور حدیث پر پوری توجہ اس امت کا فقیہہ بنا دیتی ہے۔ جیسا کہ امام شافعی اوائل عمر میں شعر، تاریخ، ادب کے طالب العلم تھے۔ مگر بعد میں اُمّت نے اس کو فقیہہ تسلیم کر لیا ہے۔ اور دین میں مقتدا اور پیشوا اور نیز ان فقہاء کے علم و اجتہاد کے مذکورہ واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ محدثین فقہاء کے اجتہاد رائے کی تحسین فرماتے تھے اور اس کی تقلید کرتے اور اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ جیسا کہ اسحاق بن راہویہ نے امام شافعی کے بارے میں فرمایا اور امام احمد نے امام مالک کے اجتہاد و رائے کی تحسین فرمائی۔ اور ابو مصعب نے کہا کہ محدثین امام مالک سے مسائل پوچھتے تھے اور امام مالک جواب میں نہیں اور ہاں فرماتے تھے۔ اور کوئی بھی نہیں پوچھتا تھا کہ اس لا و نعم کا ماخذ کہاں ہے۔ اور اسحاق بن راہویہ اس مسئلہ کو سنت کہتے تھے۔ جس پر ثوری اوزاعی مالک کے اجتہاد اور رائے کو اتفاق ہے۔ اور امام احمد فرماتے ہیں:۔

جب ایسا مسئلہ پیش آتا ہے۔ جس میں اثر نہیں ہے۔ اور امام شافعی کا قول ہے۔ تو میں امام شافعی کے قول پر فتویٰ دونگا (تہذیب الاسماء صفحہ ۶۰ ج اول)

Marfat.com

ہمارے زمانہ کا اہلحدیث ٹولہ فقہاء کے اجتہاد اور قیاس کو حجت نہیں جانتا اور
نہاد کی مجتہدانہ رائے کو جس میں نص اور اثر نہیں ہے۔ سنت نہیں مانتا بلکہ بدعت
لایا ہے۔ اس کا یہ معنیٰ ہے۔ کہ یہ غیر مقلد آئمہ حدیث کا مخالف فرقہ ہے۔ اور محدثین
ے اس کا رشتہ نہیں جوڑتا۔ اس تمام تفصیل سے غرض یہ ہے۔ کہ محدثین روایت
یث کی خدمت انجام دیتے تھے۔ اس میں شک نہیں کہ دین کی یہ بھی بہت بڑی
دمت ہے۔ مگر حدیث کے معانی پر ان کو پوری توجہ نہیں تھی۔ حدیث کے معانی
ں محدثین کو بہت کم ذوق تھا۔ جیسا امام احمد نے فرمایا ہے:

محدثین حدیث کے معانی نہیں جانتے تھے۔ امام شافعیؒ نے ان کو بیان فرمایا۔ اور حسن
بن محمد زعفرانی نے فرمایا کہ حدیث کے معانی سے محدثین سوئے پڑے تھے۔ امام شافعی
نے ان کو جگایا تو وہ جاگ گئے۔[1]

اور امام احمد کا یہ قول آپ نے پڑھ لیا کہ حدیث کے معانی دریافت کرنے کیلئے
کے بعد دیگرے ہم اصحاب ابی حنیفہؒ کے پاس جاتے تھے۔ اور جب ہم نے امام شافعیؒ
دیکھا تو آپ کتاب وسنت کے معانی میں زیادہ فقیہہ اور حاذق تھے۔ کتاب وسنت
عانی میں ایسے اربابِ بصیرت اور اربابِ اجتہاد کو محدثین نے فقیہہ اور افقہ بتلایا
ہے۔ اور کتاب وسنت کے وہ معانی جن کو اربابِ نظر و اجتہاد دریافت کرتے ہیں
حافظ ابنِ قیمؒ کے کلام میں ان کی تفصیل آگے آتی ہے۔ محدثین کے فکر میں اربابِ
فقہ وہ حضرات محدثین ہو سکتے ہیں جو علمِ حدیث کے حافظ اور مراتبِ حدیث کی
معرفت سے فراغت پاکر حدیث کے معانی میں غور و فکر کرتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے
کہ یزید بن ہارون نے جب امام ابو حنیفہؒ کو سفیانؒ سے زیادہ فقیہہ بتلایا ہے۔ اور ابن
مبارک نے ابو حنیفہؒ کو فقہاء میں زیادہ فقیہہ بتلایا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ

[1] تہذیب الاسماء ص۵ ترجمہ امام شافعی

ہیں۔ مکتہ مناخ لاتباع ربا عہا ولا تواجر بیوتہا۔ اور لکھا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور اس
شاہد یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ عن عبید اللہ بن ابی زیاد عن ابی نجیح عن عبد اللہ بن عمرو اس حد
کو روائت کرتے ہیں۔ کہ مکتہ حرم ہے۔ وحرام بیع ربا عہا وحرام اجر بیوتہا۔

امام حاکم ایک حدیث کی صحت ثابت کرنے کے لئے امام ابو حنیفہؒ کی روائت سے
استشہاد کرتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ امام حاکم ابو حنیفہؒ کو حدیث میں امام سمجھتے ہیں
ورنہ ابو حنیفہؒ کی روائت کو ابو الولید کی روائت کی صحت کے لئے شہادت اور حجت
میں کیسے پیش کر سکتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نقد رجال میں

جابر جعفی کے بارے میں سفیان ثوری، شعبہ
وکیع کی رائے اچھی ہے۔ اور شعبی نے جابر کے
فرمایا تم نہ مروگے یہانتک کہ حضور پر جھوٹ بولو گے، اسماعیل کہتے ہیں۔ کچھ دن گزرے
تھے کہ جابر جھوٹ بولنے پر متہم ہوا۔ یحییٰ بن یعلی کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم جابر جھوٹا ہے۔
نسائی کہتے ہیں۔ جابر متروک الحدیث ہے۔ لیث بن سلیم کہتے ہیں جابر جھوٹا ہے۔ ابراہیم
جوزجانی کہتے ہیں جابر جھوٹا ہے۔ زایدہ کہتے ہیں جابر رافضی ہے۔ صحابہ کو گالیاں
دیتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے جابر سے زیادہ دوسرا جھوٹا نہیں دیکھا
ہے[۲]۔ حافظ شمس الدین ذہبی لکھتے ہیں۔ یحیی القطان نے جابر کو چھوڑ دیا تھا۔ ابو حنیفہ
فرماتے ہیں میں نے جن کو دیکھا ان میں عطاء بن ابی رباح سے دوسرا افضل اور جابر
سے دوسرا زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا۔ میزان الاعتدال جابر کا ترجمہ۔ اور امام ترمذی لکھتے
ہیں۔ مجھے محمود بن غیلان نے کہا کہ ابو یحیی الحمانی فرماتے ہیں۔ میں نے ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے
ہوئے سنا۔ عطاء بن ابی رباح سے زیادہ بہتر اور جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا میں نے نہیں
دیکھا[۳]۔ ترمذی میں ابو حنیفہؒ کا یہ قول مذکور نہیں ملتا ہے۔ حافظ شمس الدین ذہبی، حافظ

[۱] مستدرک ص ۵۳ ج اول۔ [۲] تہذیب التہذیب ص ۴۵ ج ۲۔ للحافظ ابن حجر۔ [۳] ترمذی بشرح ابن العربی مالکی مصری
کتاب العلل فی مطبوعہ ہندوستان۔

Marfat.com

ابن حجر امام ترمذی نقد رجال کے اماموں کے اقوال کے پہلو بہ پہلو جابر کے بارے میں ابو حنیفہؒ کے قول کو اس لئے نقل کرتے ہیں۔ کہ ان حضرات آئمہ حدیث کے فکر و نظر میں آئمہ نقد رجال کی طرح ابو حنیفہؒ نقد رجال میں امام ہیں۔ ورنہ اس بحث میں ان حضرات حفاظِ حدیث کو امام ابو حنیفہؒ کے قول اور رائے نقل کرنے کی مجبوری کیا تھی اور ان حضرات حفاظِ حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کا قول براہ راست ابو حنیفہؒ سے نہیں سُنا ہے۔ بلکہ ان سے ایک عرصہ پیشتر سے محدثین اور حفاظِ حدیث کے توسط سے ان حضرات تک امام ابو حنیفہؒ کا قول پہنچا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ متقدمین سے متاخرین محدثین تک نقد رجال میں ابو حنیفہؒ کی شخصیت مسلم ہے۔

دوسری مثال

زید بن عیاش کے بارے میں امام دار قطنی فرماتے ہیں۔ زید بن عیاش ثقہ ہے۔ ابنِ حبان نے کہا ہے۔ زید ثقہ ہے۔ ابن عبد البر کہتے ہیں زید بن عباش مجہول ہے۔ ابنِ حزم کہتے ہیں زید مجہول ہے۔ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں زید بن عیاش مجہول[1] ہے۔ اور حاکم باب نہی عن بیع الرطب بالتمر میں حدیث کی روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

> یہ حدیث صحیح ہے مگر بخاری اور مسلم نے زید بن عباش کے مجہول ہونے کے خوف سے اس کو روایت نہیں کیا[2] ہے۔

یہ تمام حضرات آئمہ حدیث امام ابو حنیفہؒ کے بعد اور بہت بعد گزرے ہیں۔ دار قطنی اور ابنِ حبان نے امام ابو حنیفہؒ کی رائے کی مخالفت کی ہے۔ مگر بخاری اور مسلم نے امام ابو حنیفہؒ کے رائے کے ساتھ زید کے بارے میں اتفاق کیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ نقد رجال میں بھی امام ابو حنیفہؒ کی رائے بڑی قیمتی اور بڑی وزنی ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۲۴ [2] مستدرک ص ۳۹ ج ۲

Marfat.com

ابو حنیفہؒ علم حدیث کے مصطلحات میں

ابن معین سے پوچھا گیا۔ جو شخص بھی اپنے خط سے کسی حدیث کو لکھا ہوا پاتا ہے۔ مگر اس کو وہ حدیث زبانی یاد نہیں ہے۔ تو کیا ایسا شخص ایسی حدیث کو روائیت کر سکتا ہے۔ ابنِ معین نے جواب میں فرمایا:۔

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ جس حدیث کو اس کی روائیت کرنے والا خوب جانتا ہے اور اس کو خوب یاد ہے تو صرف ایسی حدیث کو وہ روائیت کر سکتا ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ خواہ اسکو وہ حدیث جسکو اس نے لکھا ہے یاد ہے یا نہیں۔ روائیت کر سکتا ہے[۵۱]

شروط روائیت میں ابن معین ابو حنیفہؒ کا قول اس لئے ذکر کرتے ہیں کہ اس وقت کے محدثین ابو حنیفہؒ کو امام جانتے اور سمجھتے تھے اور نیز یہ بھی ظاہر ہوا کہ ابن معین وغیرہ حضرات دوسرے محدثین سے ابو حنیفہؒ کی حدیث کی روائیت میں شرط زیادہ سخت تھی خطیب نے یہ عنوان رکھا ہے کہ محدث کو پڑھ کر سنانا روائیت حدیث کے لئے ایسا ہے جیسا کہ محدث اس حدیث کو دوسروں کو پڑھ کر سنا دے۔ خطیب کہتے ہیں:۔

ابو حنیفہؒ، سفیان ثوری، مسعر بن کدام، مالک بن مغول فرماتے ہیں۔ کہ محدث کا دوسروں کو حدیث پڑھکر سنانا اور دوسروں کا محدث کو پڑھ کر سنانا حدیث کی روائیت کے لئے دونوں برابر ہیں[۵۲]۔

خطیب نے یہ عنوان رکھا ہے۔ کہ جب محدث کو کوئی حدیث پڑھ کر سنا دے۔ تو کیا اس حدیث کی روائیت کرنے میں اخبرنا کہنا ٹھیک ہے۔ خطیب کہتے ہیں:۔

ابن جریج، یحیی القطان اوزاعی امام شافعی، امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ ایسی حدیث کی روائیت کرنے میں اخبرنا کہنا چاہیئے۔ اور جب محدث کسی حدیث کو پڑھ کر سنا دے تو اس کی روائیت میں حدثنی یا حدثنا کہنا چاہیئے[۵۳]۔

---

[۵۱] کتاب الکفایہ فی علم الروایہ للخطیب ص ۲۳۱۔ [۵۲] کفایہ ص ۲۶۵ [۵۳] کفایہ ص ۳۰۲۔

خطیب نے سفیان ثوری مسعر بن کدام مالک بن مغول ابن جریج یحیی القطان۔ اوزاعی امام شافعی کے نام اور اقوال کے ساتھ ساتھ علم حدیث کی اصطلاح کی بحث میں امام ابو حنیفہ کا نام اور قول اس لئے ذکر کئے ہیں۔ کہ ان حضرات آئمہ کی طرح ابو حنیفہ کو خطیب امام فی الحدیث جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ورنہ صرف اقوال کی تعداد بڑھانا مقصود نہیں ہوتا ہے۔ ابو عاصم فرماتے ہیں :۔

میں نے امام مالک امام ابن جریج، امام سفیان، امام ابو حنیفہ سے یہ دریافت کیا کہ کسی آدمی نے کسی محدث کو حدیث پڑھ کر سنادی ہے۔ اور پھر اس نے اس حدیث کی روائیت کرنے میں اس محدث سے حدثنا فلاں کہا تو یہ ٹھیک ہے۔ ان حضرات نے جواب دیا ہاں حدثنا سے ایسے شخص ایسی حدیث کی روائیت کر سکتے ہیں۔ ابو عاصم فرماتے ہیں۔ یہ دونوں امام مالک اور امام ابن جریج حجاز کے امام ہیں۔ اور یہ دونوں امام ثوری اور امام ابو حنیفہ عراق کے امام[1] ہیں۔

ابو عاصم کی روائیت سے بخاری اور مسلم میں بہت سی حدیث مروی ہیں۔ خود ابو عاصم حدیث کے حافظ شیخ الاسلام امام احمد دارمی بخاری کے استاد ہیں۔ نوے سال کی عمر میں ۲۱۲ھ میں آپ نے وفات[2] پائی ہے۔ ایسے امام حدیث نے مصطلحات علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ سے استفادہ کیا اور ابو حنیفہؒ کا قول دلیل اور حجت کی حیثیت سے پیش کیا ہے۔ اور ثوریؒ اور امام مالکؒ کی طرح امام ابو حنیفہؒ کو علم حدیث کے مصطلحات کی بحث میں امام کہا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے ہمعصر اور بعد کے محدثین میں ابو حنیفہؒ حدیث میں معروف امام تھے۔

حافظ ابن حجرؒ ابو حنیفہؒ کے ترجمہ میں کہتے ہیں :۔

ابن مبارک فرماتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہؒ اور امام سفیان کے ذریعہ میری دستگیری

---

[1] کفایہ ص ۳۰۶۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۳۳۳ ج اول

نہ فرماتے تو میں ایک عام آدمی سے بڑھکر نہ ہوتا۔[1]

ابن مبارک کی روایات بخاری اور مسلم کی کتابوں کا بڑی تعداد میں زینت ہیں۔ اور نووی نے ابن مبارک کے تذکرہ میں فرمایا ہے۔

ابنِ مبارک کی امامت اور جلالت پر ہر باب میں علماء کو اتفاق ہے۔ ابنِ مبارک کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ ابنِ مبارک کی محبت سے اللہ کی مغفرت کی امید کی جاتی ہے۔ اور علمِ حدیث میں آپ کا اس درجہ بلند پایہ تھا۔ کہ محدثین آپ کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہتے تھے۔[2]

ابن مبارک اپنی امامت فی الحدیث کو ابو حنیفہؒ اور امام ثوری کے علم اور فیض کا احسان مانتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ علمِ حدیث میں ابنِ مبارک کی امامت محدثین اور علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ اور سفیان کا فیض ہے۔ ورنہ کیا ابنِ مبارک جو حدیث کے امام ہیں ایسے حضرات کے فیض اور علم کے احسان سے امام فی الحدیث بنتے ہیں کہ وہ حضرات محدثین اور حدیث میں امام نہیں ہیں۔

مرسل حافظ نووی فرماتے ہیں۔ مرسل میں یہ اختلاف ہے۔ آیا مرسل ضعیف ہے یا صحیح ہے۔ امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ اور ایک جماعت نے کہا ہے کہ مرسل صحیح ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں۔ مرسل کے قبول کرنے پر تابعین کو اتفاق ہے۔ تابعین میں کسی ایک نے بھی مرسل کا انکار نہیں کیا اس المائتین تک تابعین کے بعد بھی کسی نے آئمہ میں سے مرسل کا انکار نہیں کیا ہے۔[3]

مرسل کے قبول و انکار کا مسئلہ علماء علمِ حدیث میں اہم مسئلہ ہے۔ حافظ نوویؒ اور حافظ سیوطیؒ نے دلیل اور حجت کی حیثیت سے امام مالک کی طرح ابو حنیفہؒ کی رائے کو نقل کیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی یہ رائے اسقدر مضبوط اور پختہ تھی۔ کہ بقول حافظ

[1] تہذیب التہذیب ترجمہ ابو حنیفہ۔ [2] تہذیب الاسماء ص۲۸۵ ج اول۔ [3] تدریب الراوی ص۱۲۰

ن جریر راس المائتین تک تابعین اور تابعین کے بعد کوئی بھی اس کا انکار نہیں کرتا تھا۔ بعد
ں لوگوں کے حالات بدل گئے شبہات کا فتنہ اٹھا تو محدثین کی ایک جماعت نے پہلی
ائے بدل دی ہے۔

مناولہ محدثین میں اختلاف ہے۔ کیا مناولہ قوت میں سماع کے برابر ہے۔ یا اس سے قوت میں کم ہے۔ نووی فرماتے ہیں:۔

صحیح یہ ہے کہ مناولہ سماع اور قرأت سے قوت میں کم ہے۔ امام ثوری اوزاعی ابن المبارک امام ابو حنیفہؒ، امام شافعی، بویطی، مزنی، امام احمد اسحاق بن راہویہ یحییٰ بن یحییٰ نے اسی طرح کہا ہے، حاکم فرماتے ہیں۔ ہمارے آئمہ نے ہم کو ایسا بتلایا ہے اور ہمارا مسلک یہی[1] ہے۔

یہ تمام علم حدیث کی اصطلاح اور روائت کے طریقے ہیں۔ اور محدثین نے ان مسائل حدیث میں دوسرے آئمہ حدیث کی طرح امام ابو حنیفہؒ کی رائے اور قول کو ان کے پہلو بہ پہلو نقل کیا ہے اس کے معنے یہ ہیں، کہ حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر، امام حاکم، امام خطیب حافظ نووی، حافظ ابو عاصم، ابو حنیفہ کو امام فی الحدیث جانتے اور سمجھتے ہیں۔ اور یہ کہ متقدمین محدثین میں ابو حنیفہ حدیث میں امام کی حیثیت سے معروف تھے۔[2]

اعتراض جب متقدمین اور متاخرین علماء حدیث کو یقین تھا۔ کہ ابو حنیفہؒ علم حدیث میں امام ہیں تو حکیم صاحب سند اور اس کا گروپ بھی محدثین کے ہم شرب اہل حدیث ہیں۔ ان کو ابو حنیفہؒ کے امام فی الحدیث کے انکار کرنے کی کیا اور کیوں مجبوری ہے۔

بات یہ ہے۔ کہ سلف صالح کے اہلحدیث محدثین کی جماعت اور علم حدیث کے اہل علم کا طبقہ ہے۔ اور ہمارے زمانہ کے مروجہ اہلحدیث فرقہ اور مذہب بنتے ہیں کچھ عرصہ سے جب مسلمانوں میں نیا تفرقہ پڑا اور سلف صالح کے مجتہدین فقہاء پر

---

[1] تدریب الراوی ص ۱۷۱۔ [2] بقیہ ص ۲۹ پر ملاحظہ فرمایئے

Marfat.com

روایتوں سے اپنی کتابوں میں حدیث کو روائیت کرتے ہیں[۱]۔ ان حضرات محدثین نے مذکورہ
فرقوں کے اہلِ حدیث کا ذکر فرقہ اور مذہب کی حیثیت سے نہیں کیا ہے۔ بلکہ طبقہ اور جماعت
کی حیثیت سے ان فرقوں کے مبتدعین اہل حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔ غرض یہ کہ اہل حدیث
فرقہ اور مذہب نہیں ہے۔ بلکہ علمِ حدیث کے اہلِ علم کا طبقہ اور جماعت ہے۔

لفظ اہل حدیث کا صحیح استعمال

محمد بن ابراہیم وزیر یمانی متوفی ۸۷۰ھ اس بحث میں کہ قرآن کی متشابہ مجاز ہیں یا حقیقت۔ کہتے ہیں:۔

اور یہاں بہت سے محدثین اور معتزلہ میں بہت سی آیات اور احادیث میں اختلاف پڑ گیا ہے۔ جیسے اللہ کا ارشاد وان من شیء الا یسبح بحمدہ میں معتزلہ نے اس کو مجاز پر حمل کیا ہے۔ اور اہل حدیث نے اس کو ظاہر اور حقیقت کہا ہے۔ اور معتزلہ کے مقابلہ پر محدثین کے دلائل کو ذکر کیا ہے۔ اور اس بحث میں معتزلہ کے بالمقابل جماعت کو کبھی اہل حدیث کہتے ہیں۔ اور کبھی محدث اور محدثین لکھا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے، کہ اہلحدیث محدثین، محدث علماء حدیث کا طبقہ اور جماعت[۲] ہے۔

اور یہی وزیر یمانی ولید بن عقبہ کے فسق پر بحث کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

معترض ولید بن عقبہ کے فسق پر آئمہ حدیث کی صراحت سے جاہل ہے۔ امام اہلحدیث ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب میں لکھا ہے۔ کہ ولید کے شراب پینے اور اس کو ابا زید الطائی کے نادم کرنے میں اخبار بہت مشہور ہیں۔ اور ابنِ شہاب کہتے ہیں۔ کہ ولید نے کوفہ میں صبح کی نماز لوگوں کو چار رکعات پڑھائی۔ اور یہ روائیت ثقات اہل حدیث واہلِ اخبار میں مشہور[۳] ہے۔

آپ جانتے ہیں کہ ابن عبدالبر امام مالکؒ کے مقلد، مالکی ہیں۔ اور وزیر یمانی اس کو اہلحدیث کہتے ہیں۔ مراد یہ ہے۔ کہ ابن عبدالبر محدثین کے امام ہیں۔ اگر اہلحدیث فرقہ

---

[۱] تدریب الراوی ص۲۱۸۔ [۲] الروض الباسم ص۵۳۔ [۳] الروض الباسم ص۱۲۷۔ استیعاب ص۵۵۷ ترجمہ ولید

ہے۔ تو کیا یہ فرقہ اہلحدیث، امام مالکؒ کی تقلید کرتے ہیں، یا تقلید کرنے کو سنّت یا مستحب درضروری جانتے ہیں۔ اور ابن عبدالبر وغیرہ کی اس روایت پر کہتے ہیں کہ اس نے صبح کی نماز چار رکعات پڑھائی۔ یہ اہلحدیث اور اہلِ اخبار میں مشہور ہے۔ اہلِ اخبار اہلحدیث کی تفسیر ہے۔ یعنی محدثین اخبار روایت کرنے والوں میں وہ روایت مشہور ہے۔ اگر اہلحدیث فرقہ ہے۔ تو اہل اخبار بھی روایت کرنے والا فرقہ ہوگا۔ اخباری فرقہ اور چیز ہے۔ اور اہلحدیث مذہبی فرقہ اور ٹولہ ہے۔ درمختار میں لکھا ہے:۔

اگر کسی نے اہلحدیث پر وقف کیا تو اس میں وہ شافعی داخل نہیں ہے۔ جبکہ وہ علمِ حدیث کا طالب العلم نہیں ہے۔ اور اس میں حنفی داخل ہے۔ اگرچہ وہ طالب العلم نہ ہو۔ اس لئے کہ حنفی مرسل حدیث پر بھی عمل کرتا ہے۔ اور خبر واحد کو قیاس پر مقدم رکھتا ہے۔ اور شافعی ایسا نہیں کرتا۔ اور ابن عابدین اس کی شرح میں کہتے ہیں۔ کہ حنفی ہر قسم کی حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ خواہ وہ مرسل ہو یا خبر واحد ہو۔ اس لئے اہلحدیث کا اطلاق حنفی پر پورا ہو سکتا ہے۔ اور اگر کسی کا علم حدیث کا پڑھنا پڑھانا معروف ہے اور اس پر اطلاق اہلحدیث کا کیا جا سکتا ہے۔ تو واقف کے عرف پر حمل[1] ہوگا۔

غرض یہ کہ عرف اور محاورے میں علم حدیث کے طلبہ اور علم حدیث کے علماء اہل حدیث کا مفہوم ہے۔ اس سے آگے کوئی فرقہ اس کا مصداق نہیں ہے۔ اور معنوی لحاظ سے سب سے زیادہ حنفیوں کو اہل حدیث کہلانیکا حق ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے حدیث کی کسی قسم پر قیاس کو مقدم نہیں کیا ہے۔ اگر اہلِ علم کو اہلِ حدیث کوئی فرقہ معلوم ہوتا تو اہل حدیث کے مصداق میں شافعی اور حنفی معروف اور غیر معروف طلبہ اور علماء حدیث میں فرق اور امتیاز کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں۔ اس بحث میں قاعدہ کلیہ یہ ہے۔ کہ ہم جناب رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کسی کے بارے میں یہ اعتقاد نہیں

[1] ردالمحتار ص۵۹۵ ج۳۔

رکھتے ہیں۔ کہ وہ معصوم ہے۔ حضرت علیؓ کے شیعہ گروہ نے جو حضرت عثمانؓ کے بارے میں کہا ہے وہ اعظم ہے اس سے جو حضرت عثمانؓ کے شیعہ نے حضرت علیؓ کے بارے میں کہا۔ حضرت علیؓ کے شیعہ اکثر حضرت عثمانؓ کو کافر بتلاتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ اور حضرت عثمانؓ کے شیعہ حضرت علیؓ کی تکفیر نہیں کرتے ہیں۔ اور حضرت علیؓ کے وہ شیعہ جو حضرت عثمان کی تکفیر نہیں کرتے ان کا سب اور نقص حضرت عثمان میں اعظم ہے۔ اس نقص سے جو عثمانؓ کے شیعہ علیؓ میں نکالتے ہیں۔ اور اہل السنّت حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، تمام صحابہ کو دوست رکھتے ہیں۔ اور تشیع اور تفرق فی الدین سے الگ اور بیزار ہیں۔ اور اہل السنّت والجماعت کا اتفاق ہے۔ کہ ان تمام حضرات حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، عشر مبشرہ جنتی ہیں۔ اور رسالت مآبؐ نے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے۔ لیکن سلف کا ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ ہم صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جنّت کی شہادت دیتے ہیں۔ اور محمد بن حنفیہ اوزاعی کچھ اہلِ حدیث محدثین جیسے علی بن المدینی وغیرہ یہ کہتے ہیں۔ کہ یہ حضرات ہیں تو جنتی لیکن ہم ان کے جنتی ہونے کی شہادت نہیں دیتے ہیں۔ اور امام احمد نے علی ابن المدینی کے ساتھ اس مسئلہ میں بحث بھی کی ہے۔ اور ہم ان کے جنتی ہونے کی شہادت دیتے ہیں۔ جیسا کہ اہل السنّت والجماعۃ کا مذہب ہے۔[1]

حافظ کی عبارت میں بھی محدثین کے لئے لفظ اہل حدیث بولا اور لکھا گیا ہے۔ اور اس لئے حافظ نے بطور مثال کے امام بخاری کے استاد علی المدینی کا نام لیا ہے۔ موجودہ فرقہ اہلحدیث کو حافظ نے اہلحدیث کے نام سے یاد نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ علی ابن المدینی کسی اہل حدیث فرقہ اور مذہب کے ممبر نہیں تھے۔ اور موجودہ اہلحدیث فرقہ بھی اگر علی ابن المدینی کی طرح عشرہ مبشرہ کے جنتی ہونے کی شہادت نہیں

[1] منہاج السنۃ ص۱۷۰ ج۳

Marfat.com

دیتا ہے۔ تو اہل السنّت والجماعت کے اتفاق سے باہر ہوتا ہے۔ اور اگر اہل السنّت والجماعت کی طرح شہادت دیتا ہے۔ تو اہل حدیث علی ابن المدینی کے فکر و مذہب کے ممبر نہیں بن سکتے۔ غرض یہ کہ جہاں کبھی آپ پڑھینگے تو اہلِ علم اور حدیث کے آئمہ نے اہل حدیث کے لفظ کو علم حدیث کے طبقہ اور مدرسہ کے لئے استعمال کیا ہے۔ حافظ نوویؒ امام شافعی کے ذکر میں کہتے ہیں:۔

چھوٹے اور بڑے اہل حدیث اور اہلِ فقہ کے آئمہ اخبار وغیرہ امام شافعی کے گرد رہتے تھے۔ اور اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ کے آئمہ اخبار امام شافعی کے پاس آنے سے پیشتر جو کسی دوسرے کے مذہب پر چلے آرہے تھے وہ امام شافعی کے مذہب پر لوٹ آئے اور آپ کے مسلک مذہب پر چلے۔ جیسا ابو ثور۔ اور کثیر التعداد بڑے بڑے آئمہ حدیث و فقہ۔[1]

نوویؒ کی مراد یہ ہے۔ کہ محدثین اور فقہاء کے دونوں گروہ نے امام شافعیؒ سے حدیث اور فقہ میں استفادہ کیا ہے۔ اور ان دونوں طبقوں محدثین اور فقہاء نے پہلے کسی اور صاحبِ اجتہاد کی تقلید کی تھی۔ اور امام شافعیؒ سے ملنے کے بعد ان مذاہب کی تقلید سے رجوع کر لیا۔ اور امام شافعیؒ کے مذہب کی تقلید کو اختیار فرمایا۔ امام نوویؒ کی عبارت میں اگر اہل حدیث مذہبی فرقہ کا ذکر ہے اور اہل حدیث اگر کوئی فرقہ تھا۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہے اہل حدیث فرقہ پہلے بھی مقلد تھا اور اس کے بعد امام شافعیؒ کا مقلد بنا۔ کیا ہمارے زمانہ کے اہل حدیث فرقہ اس کو پسند کرتا ہے۔ کہ اس کو امام شافعیؒ کا مقلد فرقہ تسلیم کیا جائے۔ مگر اہلِ حدیث فرقہ تقلید کے جواز کا بھی انکار کرتا ہے اور فکر و عمل کے آزادگی سے لوٹنے پر بھی راضی نہیں ہوتا۔ نوویؒ کے لکھنے سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام شافعیؒ کے سنہ وفات ۲۰۴ھ سے پہلے بھی امت مسلمہ میں

حدیث و فقہ۔ ۵۱

[1] تہذیب الاسماء واللغات صفحہ ۴۵ ج اول۔

Marfat.com

تقلید کا جایز دستور رائج تھا۔ اور یہ بھی ظاہر ہُوا۔ کہ امام شافعیؒ کے عہد اور اس سے پہلے حدیث کے علماء میں محدثین اور فقہاء کے دو گروہ موجود تھے۔ نوویؒ کہتے ہیں:۔

کہ قدیم اور حدیث میں علماء متقدمین اور خراسان کے فقہاء کے عرف میں امام شافعیؒ کے مذہب کی تقلید کرنے والوں کو اہلِ حدیث کے نام سے امتیاز دیا جاتا تھا۔[1]

اس کا معنیٰ یہ کہ کسی ایک مذہب معین کے مقلدوں میں جس گروہ اور طبقہ میں حدیث کی روائیت زیادہ ہے وہ اہل حدیث کہلاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ صرف غیر مقلد گروپ اہل حدیث ہے۔

حافظ ذہبی کہتے ہیں:۔

وہیب فرماتے ہیں اہل حدیث کے امام تو امام مالک[2] ہیں۔

اور نوویؒ فرماتے ہیں:۔

امام شافعیؒ کے بارے میں اہل حدیث کے امام احمد بن حنبل نے یہ فرمایا ہے۔[3]

دونوں حضرات حفاظ کی مراد یہ ہے۔ کہ امام مالک اور امام احمد محدثین کے امام ہیں اور اگر یہ مراد ہے۔ کہ یہ دونوں حضرات اہل حدیث فرقہ کے امام ہیں تو اس کے علاوہ کہ ان دونوں حضرات میں اجتہادی اور فروعی مسائل میں اختلاف ہے۔ اس ایک فرقہ اہل حدیث کے دو مختلف المسلک امام کیسے امام ہو سکتے ہیں۔

اور اہل حدیث فرقہ قرأۃ خلف الامام کے مسئلہ میں امام احمد اور تراویح کے مسئلہ میں امام مالک کا مخالف ہے تو اپنے امام کی مخالفت کیسی اس کے علاوہ تقلید اجتہاد اور قیاس کے ان مسائل میں کسی امام کی کیجاتی ہے۔ جن میں نص موجود نہیں ہے اور اہلحدیث فرقہ قیاس اور اجتہاد کے مسائل کی حجیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ تو امام مالک اور امام احمد کی امامت کو اپنے لئے اہل حدیث فرقہ کب اور کیونکر پسند کرے گا۔ یزید بن ہارون

---

[1] تہذیب الاسماء ص۵۱ ج اوّل۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ص۱۹۵ ج۔۱۔ [3] تہذیب الاسماء ص۵۰ ج اول

حماد بن زید سے کہا یا ابا اسمٰعیل قرآن شریف میں اصحابِ حدیث کا ذکر ہے۔ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ کیا آپ نے قرآن شریف کی یہ آیت نہیں سنی ہے۔ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ط ترجمہ:۔ تاکہ سمجھ پیدا کریں دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جبکہ لوٹ کر آئیں ان کی طرف۔ تاکہ وہ بچتے رہیں۔

حاکم فرماتے ہیں۔ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے۔ جو علم کے طلب کرنے میں نکلتے ہیں۔ اور پھر اپنے لوگوں میں لوٹ آتے ہیں تاکہ ان کو پڑھائیں جو انہوں نے پڑھا ہے[1]۔

قرآن شریف کی مراد یہ ہے۔ کہ قوم اور قبیلہ میں سے ایک جماعت کو حضور کے ہمراہ جہاد میں باہر نکلنا چاہیئے تاکہ وہ حضور کی صحبت میں رہ کر سینکڑوں واقعات و حوادث سے گزر کر دین کے احکام کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر قوم کو علم کی بنا پر قوم کو بھلے برے کام سے آگاہ کردے۔ ہر قوم میں سے کچھ لوگ حضور کی صحبت میں ضرور رہیں۔ تاکہ خود علم سیکھیں اور دوسروں کو سکھلائیں۔ حماد بن زید حضور کی صحبت میں خواہ حضر میں ہوں یا سفر میں رہنے والوں کو حدیث کے طلبہ اور محدثین کو اہل حدیث بتلاتے ہیں۔ حماد بن زید علم حدیث کے حافظ اور امام ہیں۔ ۱۹۷ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔

حاکم فرماتے ہیں۔ امام احمد نے فرمایا حدیث میں طائفہ منصورہ اہل حدیث ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں۔ اہلِ حدیث ہی ایسے حضرات ہیں جنہوں نے صالحین کا راستہ اختیار کیا اور گذشتہ اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔ اور اہلِ بدعت اور مخالفین سنّت پر کاری دماغی ضربیں لگاتے رہے۔ گھروں اور وطن کی نعمتوں اور آرام کو چھوڑ کر جنگل اور چٹیل میدانوں کو طے کرنا پسند کیا۔ اور سفر کی صعوبتوں اور غربت و افلاس کو اہلِ علم و اخبار کے ساتھ نعمت جانا اور شکستہ حالی اور بوسیدہ لباس پر احادیث و آثار کے جمع کرنے میں قناعت کیا۔ اور

---

[1] معرفت علوم الحدیث ص ۲۶ للحاکم۔

Marfat.com

جنہوں نے مساجد کو اپنا گھر اور مساجد کے ستونوں کو تکیہ گاہ بنالیا۔ اور مساجد کے صفوں کو اپنا فرش بنا رکھا۔[1]

اہل حدیث کی تعریف حاکم کا ایک جملہ یہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ محدثین کا طبقہ اہل حدیث ہے۔ یہ تمام مذکورہ صفات اہل حدیث کے کسی مذہبی فرقہ کے نہیں ہیں۔ بلکہ علم حدیث کے طلبہ اور محدثین ان تمام مراحل سے گزرے ہیں۔ موجودہ اہل حدیث فرقہ نے سلف صالح کے آثار کو جواب دیدیا ہے۔ اس نے ھوی اور من مانی کو اپنا مذہب بنالیا ہے۔ اور خود ایسی بدعت غیر مقلدیت ایجاد کرلی ہے۔ کہ سلف صالح میں کسی غیر مجتہد فقیہ کے لئے اس کی نظیر نہیں ملتی ہے۔ اس کو کسی بدعتی کا کیا مقابلہ کرنا تھا۔ اور مخالفین سنت کو کیا ضرب لگانا۔ غریب روایات کے سوا خود کسی سنّت کو نہیں جانتا اور بدعت کی دائمی بیماری میں مبتلا ہے۔ اور یہ بھی یاد رہے۔ کہ اہل حدیث فرقہ جس تاریخ سے بنتا ہے۔ اس عہد سے بہت پہلے حدیث کے جمع کرنے اور مدون کرنے کا کام ختم ہوگیا ہے۔ علم حدیث کے جمع کرنے کی ضرورت اور خدمت اب اس درجہ میں باقی نہیں ہے۔ کہ حدیث کا کوئی ذخیرہ باقی تھا اس کو فراہم کیا جائے۔ علم حدیث کا جسقدر ذخیرہ تھا بہت پیشتر محدثین اور حدیث کے اماموں نے گرانقدر خدمات میں امت مسلمہ کو اس کے جمع اور مدون کرنے میں مشکور فرمایا ہے۔ اور فارغ کر دیا۔ اب تو ضرورت ہے۔ اور اہم ضرورت ہے۔ کہ صرف ضروریات حاضرہ کو حدیث کے معانی اور مضامین کی گہرائیوں میں دریافت کیا جائے۔ جس کی امت کے ارباب فہم و بصیرت فقہاء سے توقع ہو سکتی ہے صرف حدیث کی روائیت سے حدیث کے وسیع معانی کے دریافت کی ضرورت پوری نہیں ہوتی ہے۔ اور جبتک حدیث کی جامعیّت کو کلیات سے جزئیات میں ظاہر نہ کیا جائے تو حدیث کی روائیت کا مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس اہم مقصد کو صرف

[1] معرفت علوم الحدیث ص۲

Marfat.com

اُمت کے فقہاء ہی انجام دیسکتے ہیں۔ ضرورت تو ہے۔ مگر حدیث کے جامع معانی کے سمجھانے اور ظاہر کرتے کے لئے محدثین کی ضرورت نہیں بلکہ فقہاء اربابِ بصیرت کی ضرورت ہے۔ خیر خواہانِ امت نے اس پر کہیں کہیں روشن تبصرہ کیا ہے۔ میں کچھ اختصار کے ساتھ حافظ عبدالرحمٰن ابن جوزی سے یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔

اہلحدیث پر امام ابن جوزی کا تبصرہ

حافظ ابن جوزی اہلحدیث کو ابلیس کی تلبیس کی بحث میں کہتے ہیں۔

اہلحدیث کی ایک قسم یہ ہے۔ کہ حدیث کے طرق کے جمع کرنے اور اسانید عالیہ اور متون غریبہ کے طلب میں ابلیس نے ان کو حدیث میں تفقہ کے واجب سے غافل کردیا ہے۔ آئمہ حدیث جیسا یحییٰ ابن معین ابن المدینی بخاری مسلم نے حدیث میں طلب قصر اسناد اور قلت حدیث میں اور معرفت امورِ دین اور فقہ میں دونوں کو جمع کیا تھا اور اس وقت اس کی ضرورت تھی کہ حدیث کے جسقدر طرق اور جس قسم کے متون پائے جاتے ہیں اور مہیا ہو سکتے ہیں۔ سب کو لیا جائے اور صحیح و سقیم کو الگ الگ کیا جائے۔ لیکن اب حدیث کے طریقے ملیے ہو گئے ہیں اور تصانیف بہت ہیں کسی حدیث کے ضائع ہونیکا خطرہ نہیں ہے۔ آپ ایک محدث کو دیکھو گے کہ پچاس سال سے حدیث کو لکھتے اور سنتے ہیں۔ اور اس حدیث کے معانی کو نہیں جانتا۔ اگر کوئی ضرورت نماز میں بھی پڑ جائے تو اس فقیہ کے وہ محتاج ہوتے ہیں جو اس کے پاس حدیث کے لئے وہ آیا کرتے ہیں۔ اس لئے محدثین کو یہ طعن دیا گیا ہے۔ کہ یہ بوجھ اُٹھانیوالے اونٹ ہیں۔ نہیں جانتے کہ ان کے پاس کیا ہے۔ اگر ان میں سے کسی نے حدیث کے معانی پر غور بھی کیا ہے۔ تو یا کسی منسوخ حدیث پر عمل کیا ہے۔ یا حدیث کے ایسے معانی بیان کئے جن کو ایک عامی جاہل بھی جانتا ہے۔ اور گہرے معانی تک نہیں پہنچے۔ بعض محدثین نے اس حدیث کو بیان کیا کہ غیر کی کھیتی اپنے پانی سے سیراب مت کیجو۔ اور حاضرین

Marfat.com

نے کہا۔ کہ ہم دوسروں کے باغ میں اپنا فاضل پانی چھوڑ دیتے ہیں۔ محدّث ابہری اور اسکے تلامذہ دونوں نے یہ نہیں سمجھا تھا۔ کہ حضور نے سبایا حاملہ کے وطی سے منع فرمایا ہے۔ ابہری فرماتے ہیں یحییٰ بن محمد سے ایک عورت نے یہ مسئلہ پوچھا کہ کنوئیں میں مرغی گر کر مر گئی ہے۔ کنوئیں کا پانی پاک ہے یا ناپاک۔ تو اس نے جواب میں کہا۔ کنوئیں میں مرغی کیوں گری۔ تم نے کنوئیں کو کیوں نہیں ڈھانپا تھا۔ ابہری نے اس کو امام مالک کے مذہب کے مطابق مسئلہ بتایا۔ یحییٰ ابن محمد کبیر القدر محدثین میں ہیں۔ لیکن فقہاء سے کم ملتے ہیں اس لئے فقہ نہیں جانتے اور فتویٰ نہیں دے سکتے ہیں۔ اسی طرح ابن شاہین کے بڑے مصنّفات ہیں۔ لیکن حدیث کی فقہ کو نہیں جانتے ہیں۔ اور فتویٰ دینے میں خطا کرتے ہیں۔ اس سے کسی نے فرائض کا مسئلہ پوچھا تو اس نے جواب میں لکھا۔ اللہ کے فرائض پر تقسیم کرو۔ اس قسم کی بہت سی فضیحتیں ابنِ جوزی نے اہلحدیث کی لکھی ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں تو اس بحث کو پڑھ لیجئے۔ میں ان میں سے ایک دو فضیحتوں کو نمونہ کیلئے اس لئے یہاں ذکر کروں گا۔ کہ آپ سمجھ لیں کہ ابنِ جوزی نے یہ فضیحتیں اہل حدیث فرقہ کے ذکر کئے ہیں یا یہ علم حدیث کے طلبہ اور بعض محدثین کے ہیں۔

اہلحدیث کی ایک بُری عادت یہ ہے۔ کہ وہ صحیح حدیث اور سقیم حدیث کو نہیں جاننا چاہتے ہیں۔ وہ غریب قسم کی روایات اس لئے تلاش کرتے ہیں۔ کہ ان کی غرض صرف اسقدر ہے۔ کہ گاؤں گاؤں چلتے پھریں اور بتاتے جائیں کہ ان کے پاس ایسی حدیث ہے۔ جو دوسروں کے پاس نہیں ہے۔ اس قسم کے اہل حدیث بات بات میں مغالطہ دیتے ہیں۔ اور بڑے حیلہ جو ہوتے ہیں۔ بغداد میں بعض طلبہ اہلحدیث ہمارے پاس آئے۔ اور دجلہ کے قریب کنارے پر رقہ نامی ایک باغ تھا۔ وہ اپنے شیخ الحدیث کو اس میں لے جاتے تھے۔ اور اس باغ میں اس شیخ الحدیث کو حدیث سناتے رہے۔ اور وہاں سے آکر اس حدیث کو یوں بیان کرتے تھے۔ مجھسے یہ حدیث فلاں شیخ نے رقہ میں بیان کی اور اس کہنے

Marfat.com

میں لوگوں کو یہ مغالطہ دیتے تھے۔ کہ اس نے ناحیہ شام میں رقہ نامی شہر تک حدیث حاصل کرنے کے لئے شام کا سفر کیا ہے۔ اور کبھی نہر عیسیٰ اور فرات کے درمیان شیخ الحدیث کو بٹھاتے تھے اور پھر بیان کرتے تھے۔ کہ ماوراء النہر کے شیخ الحدیث نے ہم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔ اور اس کہنے میں لوگوں کو یہ دھوکہ دیتے تھے۔ کہ اس نے حدیث کے حاصل کرنے میں ماوراء النہر خراسان تک تکلیف اٹھانے کو برداشت کیا ہے۔ ایسے اہلحدیث اخلاص اور نیکی سے دور ہیں۔ ان کی غرض صرف ریاست اور مباہات ہے۔ اس قسم کے اہلحدیث کو ابلیس نے یہ تلبیس کی ہے۔ کہ ایک دوسرے پر قدح اور طعن کرتے ہیں اور اس بہانہ سے اپنا دل ٹھنڈا کرتے ہیں۔ کہ وہ جرح و تعدیل کے اصول پر چلتے ہیں۔[1] الخ

اہلحدیث کے بارے میں یہ اس ابن جوزی کا آزمودہ بیان ہے۔ جس کو حافظ کہا گیا ہے۔ اور اہلحدیث فرقہ کو اس سے عقیدت بھی ہے۔ ابن جوزی کا یہ بیان اس مقصد میں صریح ہے۔ کہ علم حدیث کی روائت اور تالیف و تدوین کی خدمت کی ضرورت باقی نہیں ہے۔ مؤلفات موجود ہیں۔ اور بکثرت موجود ہیں۔ ان میں کسی حدیث کی روائت کا اضافہ اب ناممکن ہے۔ حدیث کے معانی میں تفقہ کی ضرورت ہے اور جن محدثین نے علمِ فقہ کے اہلِ علم سے استفادہ نہیں کیا ہے۔ وہ غلط مسائل بتلا دیتے تھے یا مسائل بتلانا نہیں جانتے تھے۔ اور اہلِ حدیث ایسے بھی ہیں۔ کہ دھوکہ دینے اور مغالطہ دینے میں طاق ہیں۔ ان کی نیت بری ہے۔ ان کی غرض صرف نمائش ہے۔ اور دوسروں پر طعن و تشنیع ان کی زندگی ہے۔ اور غریب غیر معروف روائتوں کے بیان کرنے میں لوگوں سے اپنے علم پر خراجِ تحسین چاہتے ہیں۔ یہ ذمائم اگرچہ ہمارے زمانہ کے اہلحدیث فرقہ میں بھی موجود ہیں۔ جب وعظ کرنے کھڑے ہوتے ہیں۔ تو ان کا

[1] نقد العلم والعلماء صـ ۱۱۱ تا ۱۱۳

سارا زور قرأت خلف الامام کے مسئلہ پر ہوتا ہے۔ اور گلہ پھاڑ پھاڑ بڑے جوش سے اعلان کرتے ہیں۔ کہ سری نماز ہو یا جہری نماز ہو۔ منفرد کی نماز ہو یا جماعت کی نماز ہو لیکن الفاتحہ بغیر پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ اہلحدیث صاحب کو اس سے غرض نہیں۔ کہ اس نے سچ کہا یا جھوٹ۔ صحیح کہا یا غلط۔ اس نے تو اپنے ٹولہ سے یہ تحسین چاہا ہے کہ قرأت خلف الامام کی فرضیت میں ہمارے مولوی صاحب نے بڑے دلائل بیان کئے اسامہ بن زید نے قاسم بن محمد ابوبکر صدیق کے پوتے کو کہا۔ اگر امام نماز میں جہر نہیں کرتا تو کیا ایسی نماز میں فاتحہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں۔ حضرت قاسم نے فرمایا:۔

اگر پڑھنا چاہو تو پڑھ لو۔ بعض صحابہ سری نمازیں پڑھتے تھے۔ اور اگر پڑھنا نہ چاہو تو مت پڑھو۔ بعض صحابہ سری نمازیں کبھی نہیں پڑھتے تھے۔[۵۱]

کیا کوئی ایسا بے حیا بھی ہے۔ جو یہ کہہ دے کہ جن صحابہ نے سری نمازیں الحمد نہیں پڑھی ہے ان کی نمازیں نہیں ہوئی ہیں۔ بعض صحابہ کی تمام عمر کی نمازوں کو باطل بتلانا اہل حدیث کی جرأت ہو سکتی ہے۔ ابوبکر صدیقؓ، زیدؓ بن ثابت، ابن مسعودؓ، زیدؓ بن وہب نمازیں امام کے ساتھ رکوع میں ملے ہیں۔ اور عبداللہؓ بن مسعود نے فرمایا:۔

جب امام کے ساتھ رکوع میں مل جاؤ تو رکعت مل گئی۔ اور اسی طرح ابن عمرؓ نے فرمایا۔[۵۲]

اگر فاتحہ پڑھے بغیر ابوبکرؓ، زیدؓ بن ثابت، زیدؓ بن وہب، ابن مسعودؓ کی نمازیں صحیح ہوتی ہیں اور ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رکوع میں ملنے کی صورت میں نماز مکمل ادا ہوتی ہے۔ تو کیا اہل حدیث اس کہنے میں مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دیتے۔ کہ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے

---

[۵۱] جامع بیان العلم والعلماء لابن عبدالبر ص۔ [۵۲] سنن کبریٰ للبیہقی ص۹۰ ج ۲

ر حضور کو کچھ افاقہ ہُوا اور دو آدمیوں کے درمیان ان پر ہاتھ رکھے تشریف لائے
ر جہاں تک ابو بکرؓ نے پڑھا تھا وہاں سے حضورؐ نے پڑھنا شروع کیا۔ ابو بکرؓ نے
تنا پڑھا تھا اس کو حضورؐ نے دوبارہ نہیں پڑھا۔ حضورؐ نے الحمد کو یا بعض پڑھا یا
ہ نہیں پڑھا[1]

کیا کسی ایماندار اہلحدیث کو نعوذ باللہ حضورؐ کی نماز کو باطل کہنے کی ہمت ہے۔
مجھے اس مسئلہ پر بحث کرنی نہیں ہے صرف یہ بتلانا ہے۔ کہ ابنِ جوزیؒ کے زمانہ کے
اہلحدیث کی طرح ہمارے زمانہ کے اہل حدیث بھی حدیث کے معانی فقہ کو نہیں
جانتے۔ اور غلط فتویٰ دیتے ہیں۔ اور حدیث کے بیان کرنے میں لوگوں کو مغالطہ
دیتے ہیں۔ ابنِ جوزیؒ نے اہلِ حدیث کے مذکورہ فضیحتوں کے بیان کرنے کی بحث
میں یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ اہل حدیث فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ علمِ حدیث کے طلبہ اور محدثین
اہلِ حدیث کی یہ کارستانیاں ہیں۔ اور ابلیس کی تلبیس کے شکار ہیں۔

غرض یہ کہ علم حدیث کے آئمہ نے محدثین کو اہل حدیث کہا اور بتایا ہے۔ اور ہمارے
زمانہ کے اہل حدیث مسلمانوں کو آئمہِ حدیث کے خلاف اہل حدیث کو فرقہ بتلاتے اور
بتانے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ ابنِ جوزیؒ نے اہلِ حدیث کی دھوکہ دہی
کی عادت بتلائی ہے۔ !

عہدِ نبوت میں فقہاء اور محدثین

جن حضرات نے حدیث و فقہ کی نشو و تدوین کی ابتداء تاریخ پڑھی ہے وہ جانتے ہیں۔ کہ عہد نبوت اور عہدِ صحابہ میں یہ دونوں مدارس اور طبقہ محدثین اور فقہاء کے ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو چل رہے تھے۔ اور ہمیں کوئی دور ایسا نہیں ثابت ہوتا ہے۔ جس میں روائیت حدیث کے ساتھ حدیث کے معانی کے

[1] مشکل الآثار للطحاوی ص۲۸۔

Marfat.com

سمجھنے اور سمجھانے کا اہتمام نہیں تھا۔ اگر ایک طرف حدیث کی روائیت کا مدرسہ ہے۔ تو دوسری طرف حدیث کے معانی فقہ کی درسگاہ ہے۔ عبدالرحمٰن سلمی فرماتے ہیں:۔

ہمیں صحابہ میں سے جو پڑھاتے تھے انہوں نے بیان کیا۔ کہ ہم حضورؐ سے قرآن شریف کی دس آیات لیتے تھے اور آگے نہیں پڑھتے تھے۔ کہ ہم ان آیات میں علم اور عمل کو سیکھ لیں۔ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان آیات میں علم اور عمل دونوں سکھلاتے تھے۔[۱]

صحابہ خود اہل زبان تھے۔ ان کو قرآن شریف کے ترجمہ پڑھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلکہ قرآن شریف کے عمیق معانی جو صحابہ کی فہم سے بالاتر تھے۔ ایسے معانی کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کو بیان فرماتے تھے۔ اور یہ قرآن کی فقہ ہے۔ جس کا حضور درس فرماتے تھے۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں:۔

میں نے حضورؐ کو یہ فرماتے سنا ہے۔ اللہ اس بندہ پر رحم فرمائے جس نے میری حدیث کو سُنا اور یاد کیا اور اس کو دوسروں تک پہنچا دیا۔ بہت سے حامل فقہ حدیث کو ان تک پہنچا دیتے ہیں۔ جو پہنچانے والے سے زیادہ فقیہہ ہیں۔[۲]

ابوداؤد، عبداللہ بن مسعود، ابوسعید خدری، جبیر بن مطعم سے صحیح ابن حبان اور مجمع الزوائد میں باب سماع الحدیث میں اس طرح مذکور ہے۔ کہ اللہ اس بندہ کو تر و تازہ رکھے۔ جس نے مجھ سے حدیث کو سنا اور اسی طرح دوسروں تک پہنچا دیا۔ بسا اوقات جسکو حدیث پہنچا دیا ہے۔ وہ فقیہہ ہے یا اس سے زیادہ فقیہہ ہے۔

حضورؐ کے ان ارشادات سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ صحابہ میں حدیث کو روائیت کرنے والے بھی تھے۔ اور صحابہ میں حدیث کے گہرے معانی پر غور کرنے اور سمجھنے والے فقیہہ بھی تھے۔ اور حضورؐ نے ان ارشادات میں یہ بھی ظاہر فرمایا کہ حدیث کی روائیت سے

---

[۱] مجمع الزوائد ص ۱۶۵ ج اول [۲] صحیح ابن حباب ص ۱۶۶ ج اول

گے ایک اور اعلیٰ اور اہم مقصد حدیث کی فقہ ہے۔ صحابہ کے واقعات علم میں آپ
نتے ہیں۔ کہ حضرت عائشہؓ سب سے زیادہ فقیہہ ہے۔ محدثین صحابہ اور غیر صحابہ آپ
سے حدیث کو روائیت کرتے ہیں۔ اور فقہاء صحابہ اور غیر صحابہ آپ سے حدیث کے جامع
در گہرے معانی پڑھتے اور سیکھتے ہیں۔ اور حضرت عمران خزاعی صحابی کو حضرت عمر نے
پڑھانے کے لئے بصرہ بھیجا تھا۔ اور عبدالرحمٰن بن غنم کو فقہ پڑھانے کے لئے حضرت عمرؓ
نے اہل شام کے پاس بھیجا تھا۔ حضرت ابن مسعود حضرت معاذ صحابہ کے کبار فقہاء ہیں فقہاء کا یہ
طبقہ عہدِ نبوت عہدِ صحابہ سے تابعین اور تبع تابعین کے عہد تک متواتر اور مسلسل چلا آیا
ہے۔ ان کے بعد پھر ایسا طبقہ فقہاء اور محدثین کا دوسرا ظاہر نہیں ہوا۔ جس نے پہلے فقہاء
کا مقام حاصل کیا ہے۔ اور پہلے محدثین کے علم اور حدیث کی روائیت کی خدمات پر
کچھ اضافہ کیا۔ حکیم صاحب سند اور اس کے گروپ کے غیر مقلدین کی کیا مخذول اور
قابلِ شرم کوشش ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین میں محدثین اہل حدیث کی نشاندہی کرتے ہیں
اور فقہاء صحابہ اور تابعین کی فقہ اور حدیث ارفع اور اہم مقصد فقہ سے آنکھ چراتے ہیں
اور فقہ کی تاریخ کی ابتداء امام ابوحنیفہؒ سے شروع کرتے ہیں۔ صحابہ اور تابعین کے
یہ دو گروہ فقہاء اور محدثین ہی تھے۔ جنہوں نے حضورؐ کے دین کو کردار زندگی میں
اپنایا اور سنن کی روائیت اور معانی میں امت کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ اور اسی
ایک فرقہ ناجیہ اہل السنّت والجماعۃ کے فقہاء اور محدثین آفتاب و ماہتاب ہیں۔
جس کی شناخت ما انا علیہ واصحابی سے ہوتی ہے۔ اور عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ سے
چلا آرہا ہے۔ اور یہ فقہاء اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اسی
ایک فرقہ کے چشم و چراغ ہیں۔

اہل السنّت والجماعۃ کا فرقہ

میں حافظ ابنِ تیمیہؒ سے یہاں یہ نقل کرنا چاہتا
ہوں۔ کہ اہل السنّت والجماعۃ ہی ایک پرانا فرقہ

اور ایسا فرقہ ہے۔ کہ جو بھی اس سے منسلک ہے۔ وہ ما انا علیہ واصحابی والا فرقہ ہے۔ اور جو اس کے علاوہ دوسرے فرقہ ہیں وہ مبتدعین فرقہ ہیں۔ اور یہ کہ امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اسی فرقہ اہل السنّت والجماعۃ کے آئمہ ہیں اور جو فرقہ بھی ان حضرات آئمہ کے عقائد اور اعمال اور اصولِ علم میں مخالف ہے۔ وہ اہل السنّت والجماعۃ کے فرقہ سے الگ اور باہر ہے۔ حافظؒ کہتے ہیں :۔

اہل السنّت والجماعۃ کا مذہب قدیم مشہور ہے۔ امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمد کے پیدا ہونے سے پہلے معروف ہے۔ اس لئے کہ اہل السنّت والجماعۃ کا مذہب ان صحابہ کا مذہب ہے۔ جنہوں نے اس کو اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا ہے۔ جو شخص اس مذہب کا مخالف ہے۔ وہ بدعتی ہے۔

اہل السنّت والجماعۃ کے نزدیک۔ اس لئے کہ اہل السنّت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہ کا اجماع حجت[1] ہے۔

حافظؒ کی مراد یہ ہے۔ کہ اہل السنّت والجماعۃ کا مذہب ان آئمہ نے نہیں بنایا ہے۔ بلکہ اس مذہب کو صحابہ نے جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیا ہے اور صحابہ سے ان آئمہ تک پہنچا ہے۔ اہل السنّت کا مذہب ان آئمہ کو وراثت میں ملا ہے۔ اور کہ صحابہ کے اجماع کی حجیت پر اہل السنّت کو اتفاق ہے۔ اور جس فرقہ نے بھی صحابہ کے اجماع کی حجیت کا انکار کیا ہے۔ جیسا اہل حدیث فرقہ تو وہ بدعتی فرقہ ہے اور اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ علم حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں :۔

اس قسم کے جہلاء یہ گمان کرتے ہیں۔ کہ جو حدیثیں بخاری اور مسلم میں ہیں۔ ہم ان کو بخاری اور مسلم سے حاصل کرتے ہیں۔ جیسا ابن الخطیب وغیرہ نے جو حقیقت حال کو نہیں جانتے ہیں۔ گمان کیا ہے۔ اور یہ گمان کرنے والے نہیں جانتے ہیں۔ کہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ

[1] منہاج السنۃ ص ۲۵۶ ج اوّل

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روائیت کیا ہے۔ تو ہماری مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ بخاری اور مسلم کا اس حدیث کو روائیت کرنا اس حدیث کی صحت کی علامت ہے۔ اس لئے کہ ان محدثین نے صحیح حدیث کی روائیت کرنے کا التزام کیا ہے۔ اور ہماری مراد یہ نہیں ہوتی ہے۔ کہ صرف بخاری اور مسلم کی روائیت کرنے سے وہ حدیث صحیح ہے۔ بلکہ بخاری اور مسلم کی حدیثوں کو ان کے علاوہ دوسرے علماءِ حدیث نے روائیت کیا ہے۔ جن کی تعداد کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اور بخاری و مسلم ان حدیثوں کی روائیت کرنے میں منفرد نہیں ہیں۔ بلکہ جو حدیث بھی بخاری میں ہے۔ اس کو بخاری سے پہلے اور بخاری کے زمانہ میں اور بخاری کے بعد بہت سے محدثین نے روائیت کیا ہے۔ اگر بخاری اور مسلم پیدا نہ ہوتے تو دین میں کوئی کمی نہیں آتی۔[1]

حافظؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ جس طرح بخاری اور مسلم حضورؐ کے ارشادات۔ علم حدیث جاننے والے نہیں ہیں۔ بلکہ ان حضرات کو پہلے کے آئمہ حدیث سے علم حدیث حضورؐ کے سنن حضرات صحابہ سے ملا تھا اسی طرح ان حضرات آئمہ کو تابعین کے توسط سے اہل السنت والجماعۃ کا مذہب حضرات صحابہ سے وراثت میں ملا ہے۔ اور یہ حضرات آئمہ اس مذہب کے امام ہیں۔ اور آپ جانتے ہیں۔ کہ صحابہ میں اہل السنت والجماعت کے مذہب کے علاوہ کوئی دوسرا مذہبی فرقہ نہیں تھا۔ صحابہ میں اجتماع اور اتفاق تھا اور سنت ان کی زندگی تھی۔ سنت اور اجتماع ان کا مذہب اور کردار تھا۔ جسکو قرن رابع یا اس کے قریب فقہاء رابعہ ابو حنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ نے باقاعدہ ضبط و تدوین میں فرق مبتدعہ کے مبتدعانہ علم عقائد، اعمال، کردار کی کج بحثیوں اور نامسعودیوں سے محفوظ کیا ہے۔ جیسا قاضی صاحب پانی پتی اور سید السادات جیلانیؒ نے غنیۃ الطالبین میں اہل السنت والجماعۃ کی بحث میں لکھا ہے۔ آئمہ اربعہ میں اگرچہ

[1] منہاج السنۃ ص۵۸ ج۴

اختلاف ہے۔ مگر یہ اختلاف فکر و نظر اجتہاد و قیاس کی بنیاد پر اختلاف ہے۔ اس اختلاف کا رنگ وہی ہے جو صحابہ میں اجتہاد و نظر کی بنیاد پر باہمی اختلاف تھا۔ مگر تو وہ تخاب قائم رہا اور تشیع و تکفیر سے احتراز کیا ہے۔ اس قسم کے ذمائم میں اہلحدیث فرقہ متعارف ہے۔ جس سے اختلاف کرتا ہے۔ اس کے کپڑے اتارتا ہے۔ آئمہ اربعہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسی فضیحتوں سے محفوظ رکھا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ کہتے ہیں:۔

امامیہ فرقہ ناجی کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ تو مسلمانوں کی جماعت سے باہر ہے۔ اہل السنت والجماعۃ کے اماموں کی تکفیر اور تفسیق کرتے ہیں۔ جیسے ابوبکر و عمر۔ اور اہل السنّت والجماعۃ کے علماء اور عباد جیسا مالکؒ۔ ثوریؒ۔ اوزاعیؒ۔ لیث بن سعدؒ۔ ابوحنیفہؒ۔ شافعیؒ۔ احمدؒ۔ اسحاقؒ وغیرہ حضرات کی تکفیر و تفسیق کرتے ہیں۔[1]

غرض یہ کہ اہل السنّت والجماعۃ کے آئمہ اور علماء کو کافر اور فاسق بتلانے والا فرقہ ناجی فرقہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اور اہل السنّت والجماعۃ کے آئمہ اور علماء ابوبکرؓ عمرؓ جیسے حضرات اور ابوحنیفہؒ، مالکؒ، شافعیؒ، احمدؒ فقہاء ہیں۔ اور اس کے بعد حافظؒ رویت باری تعالیٰ کی بحث میں کہتے ہیں:۔

صحابہ تابعین اور آئمہ اسلام جو دین کی امامت میں معروف ہیں۔ جیسا مالک ثوری، اوزاعی لیث بن سعد، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ، ابویوسف اور ان کے امثال اہل السنت والجماعۃ کو رویت باری تعالیٰ کے اثبات پر اتفاق ہے۔[2]

حافظؒ کی ان عبارتوں سے یہ ظاہر اور ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام ابویوسفؒ، امام احمدؒ حضرات دین میں امام اور اہل السنت والجماعۃ کے مذہب کے حفاظ ہیں۔ جن حضرات کو ان آئمہ کے مسلک سے اتفاق ہے وہ اہل السنت والجماعۃ میں شامل ہیں۔ اور جن کو ان حضرات آئمہ سے اختلاف ہے تو وہ

[1] منہاج السنۃ صفحہ ۱۰۲ ج ۲۔ [2] منہاج السنۃ صفحہ ۲۱۵ ج ۲

اہل السنت والجماعۃ سے الگ اور باہر فرقہ ہے۔ شاہ ولی اللہؒ تیسرے باب میں ان چاروں مذاہب کے اختیار کرنے کی تاکید اور ان کو چھوڑنے اور ان سے باہر نکلنے کی مذمت اور ممانعت میں کہتے ہیں:۔

جب اقوالِ سلف پر اعتماد کرنا ثابت ہوا تو اب یہ ضرور ہے۔ کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا جائے۔ یا سند صحیح سے روایت کئے گئے ہوں یا مشہور کتابوں میں قلم بند ہوں اور یہ بھی ضروری ہے۔ کہ ان اقوال پر بحث ہوتی ہو۔ اس طرح کہ جن مضامین کا ان میں احتمال ہو ان میں سے احتمال راجح کا بیان کر دیا جائے۔ اور عام اقوال بعض مواقع میں مخصوص کئے جاویں اور اقوال مطلق کو بعض مواقع میں مقید کیا جاوے۔ اور جن اقوال میں اختلاف ہو ان میں مطابقت کی جاوے۔ اور ان کے احکام کی علتیں بیان کی جائیں۔ اور اگر یہ باتیں ان اقوال میں مشرح نہ ہوں گی تو ان پر اعتماد درست نہ ہوگا۔ اور اس آخری زمانہ میں کوئی مذہب ان چاروں مذاہب کے سوا اور کوئی نہیں۔ مگر ہاں! امامیہ اور زیدیہ کا مذہب ہے۔ اور وہ بدعتی فرقہ ہیں۔ ان کے اقوال پر اعتماد کرنا درست نہیں۔ اور دوسری وجہ ان مذاہب کی پابندی کی یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ بڑے جتھے کی پیروی کرو۔ اور جب حق اور سچے دوسرے مذاہب ان چاروں مذاہب کے سوا نیست ہو گئے۔ تو ان کی پیروی بڑے انبوہ جتھے۔ سوادِ اعظم کی پیروی ہے۔ اور ان چاروں مذاہب سے باہر نکلنا سوادِ اعظم سے باہر ہونا ہے۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہؒ کی مراد ظاہر ہے۔ کہ ان چاروں مذاہب ابو حنیفہؒ، مالکؒ شافعیؒ، احمدؒ کے مذاہب سے جو شخص باہر ہوتا ہے۔ وہ امت کے سوادِ اعظم سے باہر ہو گیا ہے۔ جس کی پیروی کا امر رسالت مآب نے دیا تھا۔ اور حضرت شاہ صاحب نے یہ بھی ظاہر فرما دیا ہے۔ کہ شاہ صاحب کے زمانہ میں ان مذاہب کے سوا کسی دوسرے

[1] عقد الجید صـ۳۲

فرقہ کا مذہب حق نہیں ہے۔ اگر اہل حدیث فرقہ شاہ صاحب کے وقت بھی تھا تو شاہ صاحب اس کو بدعتی فرقہ سمجھتے تھے۔ اور اگر اس وقت اہلحدیث نہیں تھا تو ان مذاہب اربعہ حقہ کے سوا اور باہر یہ کوئی نیا بدعتی فرقہ بنا ہے۔ ان مذاہب اربعہ میں اجتہاد و نظر کا اختلاف ضرور ہے۔ مگر اجتہاد و نظر کا اختلاف ضرور ہوگا۔ یہ طبعی اور فطرتی امر ہے۔ مگر اصل دین ان سب مذاہب میں ایک اور محفوظ ہے۔ جو تبع تابعین اور تابعین نے صحابہ سے ان حضرات آئمہ تک پہنچایا ہے۔ آئمہ اربعہ میں جن کے اجتہاد و نظر کو آپ چاہتے ہیں۔ اور آپ کو زیادہ کتاب و سنّت کے قریب معلوم ہوتا ہے۔ اس کی پیروی میں رسول اللہؐ سے لیا ہوا مذہب صحابہ کا مذہب حاصل کیجئے۔ اور جو بھی ان مذاہب اربعہ سے باہر ہوتا ہے۔ اس نے حضورؐ سے لیا ہوا صحابہ کا مذہب اختیار نہیں کیا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ سے اس کو براہِ راست صحابہ کے مذہب حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ اور طریقہ میسر نہیں ہے۔ اور جن ذرائع اور راہوں سے اس تک صحابہ کے مذہب کا پہنچنا ممکن تھا اس نے ان راہوں پر چلنا چھوڑ دیا ہے۔ اور ان ذرائع کو اختیار نہیں کیا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ جو بھی ان آئمہ اربعہ کے مذاہب کی مخالفت کرتا ہے۔ وہ اس مذہب کی مخالفت کرتا ہے۔ جو آئمہ نے تابعین اور اتباع تابعین کے واسطہ سے صحابہ سے حاصل کیا تھا۔ اور صحابہ نے اس کو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل کیا تھا۔ چونکہ اہلحدیث فرقہ مسائل میں آئمہ اربعہ کی مخالفت کرتا ہے۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں۔ کہ یہ فرقہ اصحابِ محمدؐ کے مذہب کی مخالفت کرتا ہے۔

مثلاً اگر کسی شخص نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہے۔ تو امام ابو حنیفہؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، حضرات آئمہ کو اتفاق ہے۔ کہ تین طلاق صحیح ہو جاتی ہیں۔[1]

[1] نووی شرح مسلم ص ۴۷۸۔

اور اہلِ حدیث فرقہ اہل السنّت والجماعۃ کے ان آئمہ اربعہ کے خلاف یہ کہتا ہے۔ کہ ایسی مذکورہ صورت میں صرف ایک طلاق صحیح ہوتی ہے۔ حضرت بیہقی وقت قاضی صاحب اپنی پنجم تیسرے پارہ کی تفسیر وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں کہتے ہیں:۔

بیشک اہل السنّت والجماعۃ تین یا چار قرنوں کے بعد چار مذہبی فرقہ بن گئے۔ اور ان چار مذاہب کے سوا فروع مسائل میں اہل سنت میں کوئی مذہب نہیں ہے۔ بیشک اس پر اجماع ہو چکا ہے۔ کہ ہر ایک ایسا قول باطل ہے۔ جو ان چاروں کے مخالف ہو اس لئے کہ حضورؐ نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور جو پیروی کرتا ہے مومنوں کے راستہ کے علاوہ تو ہم حوالہ کرینگے اس کو وہی جو اس نے اختیار کیا۔ اور ہم اس کو دوزخ میں ڈالیں گے اور وہ بُری[1] جگہ ہے۔

غرض یہ ہے۔ کہ قاضی صاحب شاہ ولی اللہؒ صاحب حافظ ابنِ تیمیہؒ ان تمام حضرات نے بیان فرمایا کہ اہل السنّت والجماعۃ ہی پرانا اور صحابہ کے مذہب کا فرقہ ہے۔ اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف جو بھی فرقہ ہے اور آئمہ اربعہ کے مذاہب کی مخالفت کرتا ہے وہ اہل السنّت والجماعۃ کا فرقہ نہیں ہے۔ بلکہ اہل السنت والجماعت سے باہر بدعتی فرقہ ہے۔

اب انصاف سے سوچکر فیصلہ کیجئے۔ کہ اہل السنّت والجماعۃ کے یہ آئمہ اربعہ بالاتفاق کتاب وسنّت کے بعد اگر کتاب وسنّت میں صریح نص نہیں ہے اجماع اور قیاس کو شرعی دلیل جانتے ہیں۔ اور اہلحدیث فرقہ آئمہ اربعہ کے اس اتفاق کے خلاف اجماع اور قیاس کو ادلہ کی فہرست سے باہر کرتے ہیں۔ پھر یہ کیونکر خیال کیا جاسکتا ہے۔ کہ جس فرقہ نے آئمہ اربعہ کے اس اتفاق کو خطا اور اہل السنّت والجماعۃ کے آئمہ کو

[1] تفسیر مظہری صفحہ ۶۴ ج ۲

کو خطا کار سمجھا ہے۔ وہ فرقہ اہل السنّت والجماعۃ میں شامل ہے۔ اہل السنّت کے اماموں کو خطا کار بتلانے والوں اور ان کی مخالفت کرنے والوں کا اہل السنّت سے کوئی رشتہ جوڑ سکتا ہے۔ حافظ ہیثمیؒ نے باب الاجماع میں حضورؐ کا یہ ارشاد روایت کیا ہے

حضرت علیؓ نے حضورؐ سے پوچھا۔ جس معاملہ میں سنت میں کوئی امر یا نہی نہیں ہے۔ تو ہم اس معاملہ میں کیا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا ایسے معاملہ میں فقہاء عابدین سے مشورہ کیجئے اور کسی ایک خاص رائے پر فیصلہ نہ کیجئے۔ اس حدیث کے رجال سب[1] ثقہ ہیں۔

حضورؐ کی اس سنّت کی مخالفت اور صحابہ کے آثار اور کردار کی مخالفت اور پھر یہ دعویٰ کہ اہلِ حدیث فرقہ اہل السنّت والجماعۃ فرقہ ہے۔ بہت ہی قابلِ غور ہے۔

حافظ دار قطنی کی تضعیف

بیشک ہم مانتے ہیں۔ کہ حافظ دار قطنی نے امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف لکھا ہے۔ مگر دار قطنی کا امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہنے کا اثر امام ابو حنیفہؒ پر نہیں پڑتا۔ حافظ دار قطنی پر اس کے کہنے کا اثر پڑتا ہے۔ حافظ دار قطنی کی کتاب میں اسقدر غرائب ہیں۔ کہ گنتے میں نہیں آتے۔ جابر جعفی کے بارے میں آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ بڑے بڑے آئمہ حدیث نے اس کو جھوٹا بتلایا ہے۔ مگر دار قطنی کی کتاب سنن میں جابر سے بڑی تعداد میں روایات مذکور ہیں۔ سید علامہ امیر علی کہتے ہیں۔ میں نے سید نذیر حسین صاحب دہلوی سے ذکر کیا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کو خطیب نے ضعیف کہا ہے۔ تو آپ غصہ ہو گئے اور فرمایا خطیب کو کیا ہوا کہ اس نے امام ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہا ہے۔ خطیب کو تو آپ کو ضعیف کہنا چاہیئے۔ اور یہ ایک لطیفہ تھا جو میں نے اس کو یاد کر لیا۔ پھر میں بدر الدین عینی کو دیکھا کہ سید دہلوی سے پہلے بدر الدین عینی نے ایسا کہا تھا۔ کہ جو ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتا ہے اس کو چاہیئے۔ کہ اپنے آپ کو ضعیف[2] کہے۔

---

[1] مجمع الزوائد ص ۱۷۸ ج اول [2] مقدمہ عالمگیری ص ۴۰

اس کے علاوہ جرح وتعدیل کے اصول یہ ہیں۔ اگر جرح دلیل سے ثابت ہے۔ تو
ہ تعدیل پر مقدم ہے۔ مگر اس میں شرط اور تفصیل یہ ہے۔ کہ جن حضرات علماء کا ثقہ ہونا
عروف اور مشہور ہے۔ اور آئمہ جرح وتعدیل نے ان کی توثیق کی ہے۔ تو ان پر کسی کے
رح کرنے سے شبہ اور شک نہیں ہوتا ہے۔ جیسا کہ حمزہ بن حبیب پر جرح کرنے میں
ڑا اختلاف پڑا ہے۔ لیکن اسکے باوجود بھی اس کے بعد اس کی توثیق پر اجماع ہے۔
خاری اور مسلم کے بعض رواۃ کی توثیق میں بڑا اختلاف ہے۔ مگر اس کے باوجود ان
کی توثیق پر حفاظِ حدیث نے اتفاق کیا ہے۔ اور جن حضرات پر جرح کی گئی ہے۔ اگر تو ان سے
مت کے اتفاق سے ان کا عادل ہونا ثابت ہے۔ جیسا امام مالکؒ، امام شافعیؒ، مسلمؒ
خاریؒ اور تمام آئمہ حفاظ۔ تو ان کے خلاف کسی کا جرح کرنا مقبول نہیں ہے۔ ورنہ
زنادقہ کو ان کے علمی خزائن اور آثار وسنن کے ابطال اور ضائع کرنے کے لئے
دروازہ کھل جائیگا۔[1]

وزیر یمانی ابو حنیفہؒ کی طرف سے جواب دینے کی بحث میں یہ ذکر کرتے ہیں اور
امت مسلمہ کے جن آئمہ کا ذکر یمانی نے کیا ہے۔ ان سے بدرجہا زیادہ امام ابو حنیفہؒ
کی امامت، عدالت، ثقاہت امت محمدیہ میں روز روشن سے زیادہ روشن ہے۔ ابو حنیفہؒ
کے خلاف جس نے بھی جرح کیا ہے۔ یا جرح کرنا چاہتا ہے۔ وزیر یمانی کا یہ کہنا ہے۔
کہ اس کا باور نہ کیا جائے۔ اور وہ سننے کے قابل نہیں ہے۔ حکیم صاحب سند و محدثین
کی جرح وتعدیل کے اصول سے بچارے اجنبی اور نادا قف ہیں۔ ورنہ دار قطنی کی جرح
کا ذکر بھی نہ کرتے۔

اب ہم آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ حافظ دار قطنی نے امام ابو حنیفہ رحؒ کو ضعیف
کیوں کہا ہے۔ ہم آپ کو حافظ دار قطنی کی عادت بتلانا چاہتے ہیں۔ جس سے آپ خود

[1] الروض الباسم ص ۸۲ تا ۹۳۔

Marfat.com

انصاف کے ساتھ سمجھ لینگے کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف حافظ دار قطنی نے یہ اقدام کیوں کیا ہے۔

حافظ دار قطنی کی عادت

حافظ دار قطنیؒ شافعی المذہب ہے۔ اور مذہب کی حمائیت میں صحیح اور سقیم روائیت میں فرق نہیں کرتے ہیں۔ اور رواۃ کے ضعف اور ثقاہت میں انصاف نہیں کرتے۔ بسم اللہ کے جہر پڑھنے کی حمائیت میں مجاہیل ضعفا اور کذابوں کی روائیت سے اس بحث کو بھر دیا ہے۔ عمر بن شمر، جابر جعفی ابن ابی علی الاصبہانی، حصین بن مخارق جیسے ناقابل اعتبار لوگوں سے بھی حنفیت کے خلاف اور اپنے مذہب کی حمائیت میں روائتیں لی ہیں۔

حافظ زیلعی لکھتے ہیں:۔

ہمارے مشائخ نے بیان کیا۔ کہ دار قطنی جب مصر تشریف لائے۔ تو مصر کے باشندوں نے ان سے کہا۔ کہ آپ بسم اللہ کے جہر پڑھنے پر کچھ لکھ دیجئے۔ تو آپ نے ایک جزء لکھ دیا۔ بعض مالکیہ نے حافظ دار قطنی سے کہا آپ قسم کھا کر لکھیں کہ ان حدیثوں میں سے کونسی حدیث صحیح ہے۔ دار قطنی نے کہا۔ جہر میں تو حضورؐ سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ لیکن صحابہ سے بعض صحیح ہیں اور بعض ضعیف ہیں۔[1]

قاضی القضاۃ محمد بن محمود خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ لکھتے ہیں:۔

تعجب ہے کہ علی بن عمر الدار قطنی نے بسم اللہ کے جہر پڑھنے میں کتاب لکھی اور تعصب کیا۔ اور موضوع حدیثوں کو اس میں روائیت کیا۔ اور محدثین نے اس پر ہم زبان ہو کر انکار کیا ہے۔ اور جب مصر آئے ہیں۔ تو بعض مالکیہ نے اس کو قسم دیکر کہا۔ کہ بسم اللہ کے جہر میں کوئی حدیث صحیح ہے۔ جس پر بخاری اور مسلم نے اتفاق کیا ہے۔ دار قطنی نے جواب میں کہا۔ نہیں۔[2]

---

[1] نصب الرایہ صفحہ ۳۵۹ ج اول [2] جامع مسانید الامام الاعظم ص ۴۷

اس حافظ حدیث کا یہ حال ہے۔ کہ مذہب کی حمائیت میں ایسی حدیثوں کو بھی روائیت کرتے ہیں جن کی عدم صحت پر ان کو خود بھی یقین ہے۔

حافظ دار قطنی کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ جب کسی ایسی حدیث کو روائیت کرتے ہیں۔ جو امام شافعی کے مسلک کے خلاف ہوتی ہے۔ تو اس کے عیوب کو خوب ظاہر کرتے ہیں اور جب کوئی موافق روائیت ذکر کرتے ہیں تو جہانتک ممکن ہوتا ہے۔ اس کی صحت کے درپے ہو جاتے ہیں۔ مثلاً باب ماورد فی طہارۃ المنی میں محمد بن عبدالرحمٰن ابن ابی لیلی کی روائیت کو ذکر کرتے ہیں۔ کہ منی مخاط اور بزاق کی طرح ہے۔ اس کو کسی خرقہ اور اذخر سے ہٹانا بھی کفائیت کرتا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ ابن ابی لیلی ثقہ ہے۔ حافظ میں کچھ تھوڑا بہت[1] ہے۔ اور اس کے بعد باب ذکر الاقامۃ ابن ابی لیلی کی روائیت ذکر کرتے ہیں۔ کہ حضورؐ کی اذان میں اقامت اور اذان دونوں شفعہ شفعہ تھے۔ یہ روائیت اپنے مسلک کے خلاف ہے۔ تو یہ لکھا ہے۔ ابن ابی لیلی ضعیف الحدیث[2] سیئ الحفظ ہے۔ اس کے بعد ابن ابی لیلی کی روائیت سے ذکر کیا ہے۔ حضرت علی نے حج اور عمرہ دونوں کو جمع کیا اور دونوں کے لئے ایک طواف کیا ہے۔ اور فرمایا میں نے حضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔ یہ روائیت بھی اپنے مسلک کے خلاف ہے۔ تو لکھدیا ابن ابی لیلی ردی الحفظ کثیر الوہم[3] ہے۔

ابن ابی لیلی ایک راوی ہے۔ جب اس کی روائیت کو اپنے مسلک کے موافق دیکھتے ہیں تو اس کی توثیق کرتے ہیں۔ اور جب اس کی روائیت کو اپنے مسلک کے خلاف روائیت کرتے ہیں۔ تو اس کی تضعیف کی ہے۔ اور سیئ الحفظ اور کثیر الوہم بتلایا ہے۔ یہی زیادتی اور تعصب کی قسم ہے۔ کیا توقع ہو سکتی ہے۔ کہ حافظ دار قطنی امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں انصاف کریں گے۔ اور امام شافعیؒ کے مسلک کے

---

[1] دار قطنی ص۴۲ [2] دار قطنی ص۸۹ [3] سنن دار قطنی ص۲۷۳

خلاف روایت میں حافظ دار قطنی امام ابو حنیفہؒ پر جرح کرنے میں تامل کریں گے۔

حافظ دار قطنی نے امام ابو حنیفہؒ کی بہت سی روایات کو روائت کیا ہے۔ اور اکثر خاموشی سے گزر جاتے ہیں۔ مگر جب امام ابو حنیفہؒ کی اس روائت کو ذکر کرتے ہیں کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس کا نماز میں امام ہے۔ تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔ تو یہاں حافظ صاحب بے قابو ہو گئے ہیں۔ اور دو اعتراضات کئے ہیں۔ پہلا اعتراض یہ ہے کہ موسیٰ ابن ابی عائشہ سے اس حدیث کو صرف ابو حنیفہؒ نے موصول اور مسند روائت کیا ہے۔ اور اس سند میں صرف ابو حنیفہؒ حضرت جابرؓ کو ذکر کرتے ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ کے سوا دوسرے رواۃ عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبداللہ بن شداد اس حدیث کو مرسل روائت کرتے ہیں۔ اور دوسرا اعتراض یہ ہے۔ کہ حسن بن عمارہ اور ابو حنیفہؒ دونوں ضعیف ہیں۔

حافظ دار قطنی نے ابن ابی لیلیٰ کو اپنے مسلک کے خلاف روائت میں ضعیف کہا اور دوسرے عیوب ظاہر فرمائے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کی اس روائت کو جو امام دار قطنی کے مسلک پر شدید ضرب ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کو ضعف کے داغ سے کیونکر بچا رکھے اگر حافظ دار قطنی ایسا نہ کرتے تو ہمیں تعجب ہوتا۔ اور حافظ دار قطنی کا یہ اعتراض کہ صرف ابو حنیفہؒ اس حدیث کو موصول اور مسند روائت کرتے ہیں۔ ارباب علم حدیث کو غلط نا ہوتا ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں ذیل کی سند سے مذکورہ حدیث مذکور ہے۔

حدثنا مالك بن اسماعيل عن حسن بن صالح عن ابی الزبير
عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ اسی طرح ابو نعیم عن
الحسن بن صالح عن ابی الزبير
جابر جعفی کے ذکر کے بغیر اس حدیث کو روائت کرتے ہیں۔ حسن بن صالح[1]

[1] دار قطنی صہ ۱۳۲

ں پیدا ہوئے ہیں۔ اور ابو الزبیر ۱۲۸ھ میں وفات پا گئے ہیں۔ ابو الزبیر سے حسن بن صالح کے سماع پر کچھ تعجب نہیں ہے۔ اور حسن بن صالح کو یہ حدیث ابو الزبیر سے براہِ راست بھی ملی ہے۔ اور جابر جعفی کے واسطہ سے بھی۔[1] اور مسند امام احمد میں بھی مذکورہ حدیث ذیل کی سند سے مروی ہے۔

حدثنا اسود بن عامر انا حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[2]

مسند احمد بن منیع میں بھی ذیل کی سند سے مذکورہ حدیث مروی ہے۔

اخبرنا اسحٰق الازرق حدثنا سفیان وشریک عن موسیٰ بن ابی عائشہ عن عبد اللہ بن شداد عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اور یہ سند بخاری و مسلم کی شرط پر ہے۔ اور عبد بن حمید، ابو نعیم، حسن بن صالح عن ابی الزبیر عن جابر، مسلم کی شرط پر روایت کرتے ہیں۔

اس تفصیل سے ظاہر ہوا کہ ابن ابی شیبہ، امام احمد، عبد بن حمید احمد بن منیع نے امام ابو حنیفہؒ کی طرح صحیح طریقوں سے مذکورہ حدیث کو موصول اور مسند روایت کیا ہے۔ اور نیز یہ کہ سفیان اور شریک، بخاری اور مسلم کے رجال نے مذکورہ حدیث کو موسیٰ ابن ابی عائشہ سے امام ابو حنیفہؒ کی طرح مرفوع روایت کیا ہے۔ کیا حافظ دار قطنی کا یہ کہنا کہ امام ابو حنیفہؒ کے سوا اس حدیث کو کسی نے بھی موصول اور مسند روایت نہیں کیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے سوا موسیٰ ابن ابی عائشہ سے کوئی بھی اس حدیث کو مرفوع روایت نہیں کرتے ہیں۔ دار قطنی کے اغماض اور تساہل سے خالی ہے۔ اور یہی بے جا زیادتی اور تعصب ہے۔ کہ مذہب کی حمایت میں حافظ دار قطنی اس سے آلودہ ہیں۔ ہمیں حافظ دار قطنی کا پورا احترام اور ادب ہے۔ مگر اسقدر عرض کر سکتے ہیں کہ

---

[1] جوہر النقی بر بیہقی ص ۱۵۹ ج ۲۔ [2] مسند احمد ص ۳۳۹ ج ۳۔ [3] روح المعانی ص ۱۳۴۔

Marfat.com

حافظ دار قطنی کا ابو حنیفہؒ کو ضعیف لکھنا اپنے مذہب کی حمائیت کے جذبات اور تاثر کا نتوث ہے یحییٰ ابن معین کا کہنا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں سنا ہے۔ دار قطنیؒ ابن معین کے بہت بعد گزرے ہیں۔ میں گمان کرتا ہوں۔ کہ یہ پہل دار قطنی نے کیا ہے۔ اور بعد میں دوسرے لوگوں نے اس کو ہوا دی ہے حافظ دار قطنیؒ نے ابو حنیفہؒ کے خلاف اس قسم کی زیادتیاں اور بھی کی ہیں۔ مثلاً کتاب روایات اقران میں امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی روایات کو امام مالک سے امام ابو حنیفہؒ کے تلمذ ثابت کرنے کے لئے دار قطنی نے ذکر کئے ہیں۔ اگرچہ امام مالک سے امام ابو حنیفہ کی روائیت کرنا عیب نہیں ہے۔ محدثین اپنے اقران سے روائیت لیتے ہیں۔ لیکن امام مالکؒ سے امام ابو حنیفہؒ کی روائیت کرنا سراسر واقعات کے خلاف ہے شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ اور پورے وثوق سے دار قطنی کی امام مالک سے امام ابو حنیفہؒ کی روایات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:۔

کہ دار قطنی کی یہ روایات امام ابو حنیفہؒ پر افتراء ہیں۔ اور دار قطنی سے ان روایات کو پھر خطیب نے اڑا یا ہے۔ اور اپنی تاریخ میں اس کو واقعہ بنا دیا۔[1]

حافظ دار قطنیؒ ان روایات کو ناقابلِ وثوق ضرور جانتے ہوں گے۔ مگر اس جلیل امام دار قطنی کی اس قسم کی چشم پوشی زیاتی نہیں تو اور کیا ہے۔

غرض یہ ہے۔ کہ حافظ دار قطنی اپنی طبیعت سے مجبور ہے۔ ابو حنیفہؒ کے بارے میں آپ کا ذہن اپنے مسلک کے جذبات سے خالی نہیں ہے۔ اور آپ کی تنقید بے لوث تنقید نہیں ہے۔ بلکہ ان جذبات کا اثر ہے۔ جو آپ کے ذہن اور فکر پر غالب ہیں۔ حافظ ماردینی کہتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ جیسے کے ورع دین اور علم پر کسی کا کلام کرنا کچھ بھی قدح اور نقص ابو حنیفہؒ میں نہیں پیدا کرتا ہے۔ اس لئے کہ سلف

[1] تدریب الراوی ص ۳۳

ل ایک جماعت نے یہ کہا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ لوگوں کے حسد کے شکار ہو گئے ہیں۔ ابن عبدالبر نے کتاب الانتقاء میں حاتم بن داؤد سے روائت کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں :۔

میں نے فضل بن موسیٰ سے کہا۔ آپ ایسے لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو ابو حنیفہؒ کے بارے میں اپنے آپ کو تباہ کاری کے گڑھے میں ڈالتے ہیں۔ فضل بن موسیٰ نے فرمایا۔ ابو حنیفہؒ نے لوگوں کو ایسا علم بھی سنایا جس کو لوگ جانتے ہیں اور ایسا علم بھی سنایا جسکو لوگ نہیں جانتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے ان لوگوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا ہے۔ اس لئے ابو حنیفہؒ سے ان لوگوں نے حسد کیا[1]

مراد یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ نے ان لوگوں کو علم حدیث پڑھایا اور اس کو یہ لوگ جانتے ہیں۔ اور علم فقہ بھی سنایا۔ اور اس کو یہ لوگ نہیں جانتے۔ ابو حنیفہؒ نے حدیث کی روائت اور معانی سنانے میں لوگوں کے لئے کچھ بھی نہیں چھوڑا۔ اس لئے لوگوں نے ابو حنیفہؒ سے حسد کیا ہے۔ فضل بن موسیٰ حدیث میں حجت اور حافظ خراسان کے امام ہیں۔ اسحاق بن راہویہ، محمود بن غیلان وغیرہ حضرات علم حدیث میں آپ کے تلامذہ ہیں۔ ثقہ اور صاحب سنت ہیں۔ ۱۹۲ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔ مسعر بن کدام فرماتے ہیں :۔

میں نے کوفہ میں ابو حنیفہؒ سے فقہ میں اور حسن بن صالح سے زہد میں زیادہ کسی دوسرے کو محسود نہیں دیکھا[2]

مسعر بن کدام، سفیان بن عیینہ، یحییٰ القطان، یحییٰ بن آدم وغیرہ حضرات محدثین کے استاد اور امام ہیں۔ اعمش نے کہا۔ دوسروں کا یقین مسعر کے شک کے برابر ہے۔ ۱۵۵ھ میں مسعر نے وفات پائی ہے۔

وکیع بن جراح[3] فرماتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ عظیم الامانت ہیں۔ اللہ کی رضا کو

---

[1] جامع النقی بیہقی ص ۲۰۳ ج ۸۔ [2] تہذیب الاسماء ص ۳۱۶ ج ۴۔ [3] تہذیب الاسماء ص ۲۲۱ ج ۴۔

ہر شئے پر مقدم رکھتے ہیں۔

روح بن عبادہ فرماتے ہیں:۔

سنہ ۱۵۰ھ میں ابن جریج کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر پہنچی۔ ابن جریج کو اس خبر سے بڑا دکھ ہوا۔ اور استرجاع کے بعد فرمایا۔ کیا عظیم الشان[1] علم چلا گیا۔

ابن جریج حرم کے حافظ اور فقیہہ ہیں۔ صغار صحابہ کو پایا ہے۔ سنہ ۱۵۰ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔ یہ حضرات ابو حنیفہؒ کے ہمعصر ہیں اور بہت ہی قریب سے امام ابو حنیفہؒ کو انہوں نے دیکھا اور جانا ہے۔ ان کا یہ کہنا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ علم میں لوگوں کے محسود ہیں۔ اور یہ کہ لوگوں میں ابو حنیفہؒ علم حدیث اور فقہ میں جامع ہیں اور یہ کہ اللہ کی رضا کی تقدیم ابو حنیفہؒ کی زندگی کا اعلیٰ اور اہم مقصد تھا۔ اور یہ کہ ابو حنیفہؒ کی وفات پر علم کے نکلنے جانے کا حرم کے امام حدیث اور فقیہہ ابن جریج کو افسوس ہوا یہ حضرات آئمہ حدیث ہیں۔ جن کے کہنے کا دار قطنی، بیہقی وغیرہ کے کہنے کے مقابلہ پر بہت زیادہ اعتبار اور اعتماد ہے۔ میں آگے تفصیل کے ساتھ وزیر یمانی۔ اور حافظ ابن عبد البر سے ذکر کروں گا۔ کہ بعض نکتہ چین محدثین کا امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کچھ کہنا سننا صرف حسد کی وجہ سے تھا۔ اور ابو حنیفہؒ سے ان کا حسد کرنا ایسی حقیقت واقعی ہے۔ جسکا انکار ناممکن ہو گیا ہے۔

امام ابو حنیفہ کے خلاف کڑی تنقید

حکیم صاحب سند نے دار قطنی کی تضعیف کے بعد ابو حنیفہؒ کے خلاف کڑی تنقید سے بھی ڈرایا ہے۔ اس لئے اس عنوان میں اس کڑی تنقید کی حقیقت بھی معلوم کرنا ضروری ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں امام ابو حنیفہ کے خلاف دلچسپی لینے والے یا تو خطیب کی تاریخ کی طرف دوڑتے ہیں۔ یا بخاریؒ کی

[1] تہذیب الاسماء صفحہ ۱۶۱ ج ۲۔

Marfat.com

تاریخ صغیر کی آڑ لیکر طوفان اٹھاتے ہیں۔ اور غالباً حکیم صاحب کی کڑی تنقید سے بھی
ان حضرات کی وہ روایات مراد ہیں۔ جن کو ان حضرات نے اپنی تاریخوں میں روائت کیا
ہے۔ بخاریؒ نے تو بہت مختصر لکھا ہے۔ وہ پورا نقل کروں گا۔ اور خطیب نے بہت
طول دیا ہے۔ میرے لئے ان تمام کا استقصاء کرنا ناممکن ہے۔ البتہ خطیب کا اپنا نظریہ
ان روایات کے متعلق کھولوں گا۔ اور علماءِ محدثین متقدمین اور متاخرین نے خطیب
اور دوسرے حضرات نے ان روایات کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ اس کو مختصراً نقل کر دیتا
ہوں۔ تاکہ آپ اس نتیجہ پر پہنچ جائیں کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کہنے والوں کو متقدمین اور
متاخرین محدثین نے کس نگاہ سے دیکھا ہے۔ اور ان روایات کا کس شان سے جواب
دیا ہے۔ اور ان حضرات کے جوابات کے بھی اگر کوئی صاحب ان روایات کو لکھ کر
امام ابو حنیفہؒ کو داغ لگانے کی از سرِ نو کوشش کرتا ہے۔ تو اس کی خیانت اور بد دیانتی
ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے خلاف پہلو کو روشن کرتا ہے۔ اور موافق پہلو اور بے لوث مخلصانہ زیادہ
قابلِ اعتماد پہلو کو چھپاتا ہے۔

امام بخاریؒ نے اپنے صحیح میں امام ابو حنیفہؒ کا پورا ادب اور احترام قائم رکھا
ہے۔ صریح الفاظ میں کہیں بھی امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کچھ نہیں لکھا ہے۔ اور میں سمجھتا
ہوں کہ امام بخاریؒ نے ضرور کچھ چاہا ہے۔ مگر وہ صرف اسقدر ہے۔ کہ آپ حدیث کو
روائت کرتے ہیں۔ اور آپ کے ذہن میں جو اس کا مفہوم ہے۔ اس کی مخالفت کا
تعریض بعض الناس کہکر امام ابو حنیفہؒ کو بعض مواقع میں کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں امام
بخاریؒ کی امامت و جلالت پر فخر ہے۔ اور امت کو امام بخاریؒ کی عظمت علم مسلم
ہے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ امام بخاریؒ کا دامن فضل بھی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ کی
مخالفت اور جذبات کی چھینٹوں سے آلودہ ہے۔ بخاریؒ لکھتے ہیں:

میں نے اپنے استاد حمیدی کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ میں نے مکہ میں

Marfat.com

ایک حجام سے تین سنتیں لی ہیں۔ پہلی سنت یہ کہ حجام نے مجھ سے کہا۔ کہ آپ قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھیں۔ دوسری یہ کہ اس نے میرے سر کے داہنے حصہ سے شروع کیا۔ تیسری یہ کہ اس نے حجامت دونوں ہڈیوں تک بنائی۔ اس کے بعد حمیدی نے کہا۔ جس شخص کے پاس۔ ابو حنیفہؒ کے پاس مناسک حج وغیرہ میں رسول اللہ سے کچھ سنتیں نہ تھیں اور نہ اس کے اصحاب کے پاس تھیں، عجب ہے، حیرت ہے۔ کہ لوگوں نے اس کو خدا کے احکام مواریث زکوٰۃ، صلوٰۃ اور دوسرے امورِ اسلام میں مقتدا اور پیشوا بنا لیا ہے۔[1]

اور اسی کتاب کے صـ ۱۷۴ پر نعیم بن حماد سے روایت کیا ہے۔ کہ جب سفیان کو ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر ملی ہے۔ تو اس نے ابو حنیفہؒ کی تنقیص میں کچھ جملے کہے ہیں امام بخاریؒ بال کی کھال نکالنے والے ہیں۔ مگر یہاں صرف حمیدیؒ اور نعیم کے اعتماد پر ابو حنیفہؒ کے بارے میں ایسی باتیں نقل کی ہیں جو ان کی شایانِ شان نہ تھیں۔ حمیدیؒ فقہاء عراق کے خلاف بُرے کلمات استعمال کرتے تھے۔ اور جب غصہ آتا تھا تو اپنی طبیعت پر قابو نہیں رکھ سکتے تھے۔ اور اپنے مزاج کے خلاف جس سے بھی بات سنتے تھے اس کو سخت و سست کہتے تھے اور بے عزت کرتے تھے حمیدیؒ کی یہ طبعی حالت تھی۔ کیا ابو حنیفہؒ کے بارے میں حمیدیؒ کی رائے کا اعتدال پر ہو قرینِ قیاس ہو سکتا ہے۔ اور نیز حمیدیؒ کی وفات ۲۱۹ یا ۲۲۰ھ ہے۔ میں نہیں جانتا کہ آپ کی ولادت کا سن کون ہے۔ مگر امام شافعیؒ کے طبقہ اور امام شافعیؒ سے مستفیدوں میں گنے جاتے ہیں۔ امام شافعیؒ کے ہم عمر یا ایک دو سال کا فرق ہو امام شافعیؒ کی سن ولادت سنہ ۱۵۰ھ ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی سن وفات سنہ ۱۵۰ھ ہے حمیدیؒ نے جو بات امام سے نقل کی ہے۔ حمیدیؒ نے غالباً امام ابو حنیفہؒ سے براہِ راست نہیں سنی ہے۔ معلوم نہیں کہنے والا کون ہے۔ اور اس نے کیا کہنا چا

[1] تاریخ صغیر صـ ۱۵۵

Marfat.com

تھا۔ مگر بخاریؒ نے اس تمام تفصیل سے تسامح فرمایا ہے۔ جس کی توقع ایسے امام کبیر سے نہیں تھی۔ حمیدیؒ کو ابو حنیفہؒ کے مقتدا اور دین میں پیشوا بنانے پر حیرت ہوتی ہے۔ اور ہمیں اس پر حیرت ہوتی ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے عہد میں اور بعد کے زمانہ میں ان آئمہ حدیث نے ابو حنیفہؒ کی تقلید کی اور آجتک کرتے چلے آرہے ہیں جن کے علم و امامت پر حمیدیؒ اور اس کے شاگرد امام بخاریؒ کو بھی ناز ہے۔ اور ہم نہیں جانتے ہیں۔ کہ اس علم و فضل کے باوجود بھی آجتک کسی ایک امام حدیث نے حمیدیؒ اور اس کے شاگرد امام بخاریؒ کی تقلید کی ہے۔

اور نیز ہمیں حمیدیؒ پر تعجب ہوتا ہے۔ کہ آپ نے اس امام شافعیؒ کو فقہاء کا سید اور علماء کا سردار کہا ہے۔ جسکو عبداللہ زبیری کے منشی نے کوڑا دکھا کر شعر پڑھنے پر ڈانٹا تھا۔ اور فقہ پڑھنے پر توجہ دلائی[1]۔

اور جو حکایت حمیدیؒ نے روایت کی ہے۔ وکیع بن جراح براہ راست ابو حنیفہؒ سے اس کو یوں بیان فرماتے ہیں۔

ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ مجھ سے مناسک میں پانچ ابواب میں خطاء ہوئی۔ حجام نے مجھے ہدائیت کی۔ اور اس حجام نے مجھے کہا۔ اعرابی انت قلت نعم۔ دو تو وہی ہیں۔ اور تیسرا یہ کہ میں نے اس سے اجرت کو دریافت کیا۔ چوتھی یہ کہ جب وہ میری حجامت کر رہا تھا۔ تو میں خاموش رہا۔ تو اس نے کہا تکبیر پڑھیئے۔ اور جب میں فارغ ہوا تو اس نے کہا دو رکعت نماز پڑھ کر پھر چلئے۔ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ یہ حجام اپنی طرف سے مجھے ایسی ہدائیت نہیں کر سکتا۔ اس کے پاس علم ہے۔ میں نے اس کو کہا تم نے یہ علم کہاں سے لیا ہے۔ اس نے کہا میں نے عطاء بن ابی رباح کو ایسا کرتے دیکھا ہے[2]۔

---

[1] تہذیب الاسماء ترجمہ امام شافعیؒ۔ [2] تاریخ ابن خلکان صفحہ ۳۴۵ ترجمہ عطاء بن ابی رباح۔

Marfat.com

ہمیں حیرت ہوتی ہے۔ کہ حمیدیؒ اس پہ تعجب کرتے ہیں۔ حجام سے عجام کی سنتیں ابو حنیفہؒ نے نہیں لی ہیں۔ بلکہ حجام نے وہ مسائل عطاء بن ابی رباح کو دیکھ کر سیکھے ہیں۔ اور عطاء کے پاس صحابہ کا اور حضورؐ کی سنّت کا علم تھا۔ یہ سنن حجام کے نہیں ہیں حضورؐ کے سنن ہیں۔ کہ حجام سے لئے گئے۔ سنن کا علم کسی کے پاس بھی ہو اس سے لیا جائیگا۔ کیا حمیدیؒ نے اور اس کے شاگرد نے حضورؐ کے سنن براہِ راست حضورؐ سے حاصل کئے ہیں۔ اہلِ علم کے توسط کے بغیر۔ کیا ان کے لئے ایسا ممکن تھا۔ امام ابو حنیفہؒ کے اوائل عمر کا واقعہ ہے جبکہ آپ کو حدیث و فقہ پر توجہ نہیں تھی۔ اور علم کلام آپ کا شغل تھا۔ اور اس لئے اس حجام نے آپ کو گوارا سمجھا۔ مگر جب اس طرف توجہ فرمائی۔ تو اللہ کی توفیق سے دنیا کے محدث آبادی نے دین میں آپ کو مقتدا بنا دیا ہے۔ اور بخاریؒ نے نعیم بن حماد سے سفیان ثوری کی جو حکایت کو روایت کیا ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے۔ کہ سفیان ثوری امام ابو حنیفہؒ کا حدیث کی روایت کرتے ہیں شاگرد ہے۔ جیسا کہ ابن عبد البر سے پہلے نقل کر چکا ہوں اور سفیان ثوریؒ امام ابو حنیفہؒ کے علم کی ورع کی بڑی قدر اور عزت کرتے تھے۔ جیسا کہ نوویؒ نے تہذیب الاسماء میں لکھا ہے تفصیل آگے آتی ہے۔ اور سفیانؒ اپنے زمانہ کے نامور محدث اور فقیہہ ہیں۔ دل نہیں مانتا کہ اس نے امام ابو حنیفہؒ کی وفات کی خبر سنکر وہ کلمات کہے ہوں جو بخاریؒ نے نقل کئے ہیں۔ اور نعیم بن حماد کے متعلق محدثین کی رائے بہت بری ہے۔

ابو داؤدؒ فرماتے ہیں۔ کہ نعیم کی روایت کی ہوئی بیس مرفوع حدیثیں بے اصل ہیں۔ نسائیؒ فرماتے ہیں۔ کہ حدیث کے آئمہ سے اس کا تفرد بہت زیادہ ہے اس لئے میں اس کی حدیث کو قبول نہیں کرتا۔ وہ قابلِ احتجاج نہیں ہے۔ اور ابو الفتح ازدیؒ اور دولابیؒ فرماتے ہیں۔ کہ نعیم تقویت سنت کے لئے حدیث وضع کیا کرتا

Marfat.com

ر ابو حنیفہؒ کے خلاف عیب لگانے میں جھوٹی حکایات کو گھڑ لیا کرتا تھا۔ ابو حنیفہؒ
ے خلاف اس کی تمام حکایات جھوٹ[1] ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ اور حافظ ابن حجر نے نعیم بن حماد کے متعلق حدیث
ے اماموں کی بالا رائے کو نقل کیا ہے۔ اور یہ کہ ابو حنیفہؒ کے خلاف عیب لگانے
ے لئے وہ خود ساختہ حکایات کو محدثین کے نام سے بیان کیا کرتا تھا۔ لہٰذا ہم کہتے
ں۔ کہ سفیان کا نام لیکر اس نے ابو حنیفہؒ کے خلاف جھوٹ بولا ہے۔ بخاریؒ
ی شان تو بڑی ہے۔ مگر بخاریؒ نے بھی نعیم جیسے جھوٹے کی جھوٹی حکایت کو تاریخ
ں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف روایت کر دیا ہے۔ اس پر جسقدر بھی تعجب کیا جائے
ہ کم ہے۔ معلوم نہیں یہ حضرات اس امام کبیر ابو حنیفہؒ سے اسقدر کیوں برہم ہیں امام ابو
نیفہؒ نے محدثین کے علم میں بہت اضافہ کیا ہے۔ اور محدثین کی بڑی مالی اعانت کی
ہے۔ آپ حدیث کے اماموں کی تحقیق کو تاریخ کی حکایات اور تنقیدات کے متعلق
ڑھئے۔ کہ وہ اس قسم کی تاریخی تنقیدات اور حکایات کے متعلق کیا کہتے ہیں۔

علامہ شمس الدین، محمد بن عبدالرحمٰن سخاوی کہتے ہیں :-

آئمہ متقدمین میں مناظرات اور مباحثات کے دوران میں جو کلمات ایک دوسرے
کے خلاف ان کی زبان سے نکلے ہیں اور کہے گئے ہیں۔ ان کے ایسے معانی سمجھنے
چاہئیں۔ جیسا کہ صحابہ کے مشاجرات میں ایسے معانی سمجھے گئے ہیں۔ جو ان کی شان
اور عظمت کے منافی نہ ہوں۔ اور جو ابو الشیخ نے کتاب السنہ میں بعض آئمہ متقدمین
متبوعین کے بارے میں کلام کیا ہے۔ اور ابن عدی نے کامل میں۔ اور خطیب نے بغداد
کی تاریخ میں۔ اور دوسروں نے ان سے پہلے جیسے ابن ابی شیبہؒ۔ بخاریؒ اور نسائیؒ
نے کچھ کہا اور لکھا ہے۔ وہ ایسی باتیں ہیں۔ جن سے میں ان آئمہ کو پاک سمجھتا ہوں۔

---

[1] میزان الاعتدال ص ۲۴۱ ج ۳۔ تہذیب التہذیب ص ۶۳ ج ۱۰۔

وہ حضرات آئمہ مجتہدین تھے۔ ان کے مقاصد نیک تھے۔ ان مذکورہ بزرگوں کے کلام کرنے کی ان کے بارے میں اتباع اور پیروی کرنے سے اجتناب اور احتراز کرنا ضروری ہے۔[1]

حافظ ابن تیمیہؒ مقاتل بن سلیمان کی طرف سے اشعری کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اشعری نے جن باتوں کو مقاتل کی طرف منسوب کیا ہے۔ وہ باتیں معتزلہ کی کتابوں سے لی گئی ہیں۔ یا ان میں معتزلہ نے زیادتی کی ہے۔ یا وہ غیر ثقہ لوگوں سے روایت کی گئی ہیں۔ ورنہ میں ہرگز گمان نہیں کرتا۔ کہ مقاتل نے اس حد پر وہ باتیں کی ہوں جیسا امام ابو حنیفہؒ۔ لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کو بدنام کرنے اور ذلیل کرنے کے لئے ایسی باتیں ابو حنیفہؒ کی طرف منسوب کی ہیں۔ جو قطعاً جھوٹ ہیں جیسے خنزیر بری وغیرہ مسائل۔ اور ابو حنیفہؒ کے علم میں فقہ میں فہم میں کوئی ایک آدمی بھی شبہ شک نہیں کر سکتا۔[2]

حافظ سخاویؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ کی مراد ظاہر ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ اور تمام آئمہ متبوعین کے متعلق ان بزرگوں نے جن میں بخاریؒ۔ نسائیؒ۔ خطیبؒ سب شامل ہیں۔ ایسی باتیں لکھی ہیں جو ان کی شان اجتہاد اور علم و فقہ کے خلاف اور منافی ہیں تو ان کا ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔ ان کی ان باتوں سے احتراز لازم ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا علم و فہم و فقہ قرار واقعی ہے۔ اس کا انکار کرنا کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔

یہ تھی وہ کڑی تنقید۔ جس پر حکیم صاحب سندھو کو بڑا زعم تھا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف آپ کے ہمعصروں نے بڑی کڑی تنقید کی ہے۔ حافظ سخاویؒ اور حافظ ابن تیمیہؒ نے اس کڑی تنقید کا پردہ کھول دیا۔ کہ وہ سب جھوٹ ہے۔ اور

---

[1] الاعلان بالتوبیخ عن ذم التاریخ ص ۶۵ [2] منہاج السنۃ ص ۲۵۹ ج ۲۔

Marfat.com

نسانی کمزوریاں ہیں۔ جو ان سے ظاہر ہوئیں۔ اور دیدہ دانستہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف
و حنیفہؒ کو بدنام کرنے کے لئے ان بزرگوں نے نامسعود کوششیں کی ہیں۔ مگر اہلِ علم نے
ن کے جھوٹ اور فریب کاریوں کی حقیقت کو ظاہر کر دیا ہے۔ اب آیئے خطیب
احب کی روایات پر نگاہ ڈالئے۔

خطیبؒ صاحب کی تاریخ

خطیبؒ نے اپنی تاریخ بغداد میں پورے ایک سو صفحہ پر امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ لکھا ہے۔ اور صفحہ ۳۲۳ سے لے کر صفحہ ۴۲۹ تک ابو حنیفہؒ کے مناقب اور اوصاف
ربیان فرمایا ہے۔ اور پھر مناقب سے مطاعن کی طرف رخ بدلا ہے۔ اور اس کو
ول دیا ہے۔ لیکن مطاعن کے شروع کرنے سے پہلے خطیبؒ نے ان کی روایت
رنے میں ذیل کی معذرت کی ہے۔ خطیبؒ نے لکھا ہے:۔

حدیث کے نقل کرنے والوں کے پاس آئمہ متقدمین اور مذکورہ آئمہ میں سے بعض کے پاس ابو حنیفہؒ کے بارے میں مناقب مذکورہ کے خلاف اقوال محفوظ ہیں۔ اور ان امور شنیعہ کی وجہ سے جو ان کے پاس ابو حنیفہؒ کے خلاف ہیں۔ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں بہت کلام کیا ہے۔ اور ان امور شنیعہ میں بعض ایسے ہیں جو عقائد کے متعلق ہیں۔ اور بعض مسائل کے متعلق ہیں۔ ہم اللہ کی مشیت سے ان کا ذکر کریں گے۔ اور جو حضرات ان اقوال کو پڑھ لیں اور ان کا پڑھنا اور سننا پسند نہ کریں ہم ان سے معذرت کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ابو حنیفہؒ جلالت قدر کے باوجود بھی دوسرے ان علماء کا نمونہ ہیں۔ جن کا ذکر ہم نے اس کتاب میں کیا ہے اور ان کے اخبار کو لکھا ہے۔ اور ان میں لوگوں کے متبائن مخالف اور موافق دونوں قسم کے اقوال کو نقل کر دیا ہے۔[1]

[1] تاریخ خطیب ص ۳۶۹ ج ۱۳۔

خطیبؒ کا کہنا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جن علماء کے اقوال کو خطیبؒ نے ذکر کیا ہے۔ ان علماء کے موافق اقوال بھی ہیں۔ اور خطیبؒ نے مناقب میں ان علماء کے ایسے اقوال کو جو ان سے ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ہیں بھی ذکر کئے ہیں اور امام ابو حنیفہؒ کی طرح دوسرے علماء کے بارے میں ان کے موافقین کے موافق اقوال اور ان کے مخالفین کے مخالف اقوال کو بھی خطیبؒ نے ایک مؤرخ کی حیثیت سے نقل کرنے کا التزام کیا ہے۔ صرف امام ابو حنیفہؒ کی یہ خصوصیت نہیں ہے۔ کہ امام صاحب کے لوگ مخالف رہے ہیں۔ اور مخالفانہ باتیں کہی ہیں۔ اور خطیبؒ ان کو نقل کرتے ہیں۔ بلکہ دوسرے علماء کے بھی مخالف تھے۔ اور ان کے مخالفوں نے ان کے خلاف باتیں کہیں اور خطیبؒ نے ان کو ذکر کیا ہے۔ اور خطیبؒ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف مخالفوں کی مخالفانہ باتوں کے ناپسند کرنے والے حضرات سے یہ عذر کرتے ہیں۔ کہ خطیبؒ شخصی طور پر امام ابو حنیفہؒ کی جلالت قدر کا عقیدتمند ہے۔ مگر ایک مورخ کی حیثیت سے اس نے جیسا کچھ سنا ہے۔ اس کو نقل کر دیا ہے۔ اور نیز خطیبؒ نے یہ بھی ظاہر کر دیا ہے کہ مخالفین کے مخالفانہ اقوال کی صحت کا خطیبؒ صاحب ذمہ داری نہیں لیتے ہیں۔ اور ان مخالف اقوال کا خطیبؒ پر کچھ بھی بُرا اثر نہیں پڑا ہے۔ ورنہ اگر ان اقوال کا خطیبؒ پر کچھ اثر ہے اور خطیبؒ ان اقوال کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں تو مخالفوں کے مخالفانہ اقوال ابو حنیفہؒ کے عقائد کے متعلق بھی ہیں۔ اور بعض مسائل کے متعلق بھی ہیں۔ اور جب امام ابو حنیفہؒ کے عقائد اور مسائل دونوں کے متعلق آئمہ کے مخالفانہ اقوال ہیں اور خطیبؒ ان اقوال کو درست تسلیم کرتے ہیں تو خطیبؒ کو ابو حنیفہؒ کی جلالت قدر کا اعتراف اور عقیدت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اور اگر مخالف علماء کے اقوال کا کچھ بھی خطیبؒ پر اثر ہوتا تو خطیبؒ کو مذکورہ عذر کرنے کی ضرورت ہرگز نہ ہوتی۔ اور نیز خطیبؒ کے اس طول سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ

Marfat.com

خلاف علماء کے اقوال پر خطیبؒ نے خود اعتراض کیا ہے خطیبؒ کے اعتراض اور جرح کرنے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ خطیبؒ ان مخالف اقوال کے ساتھ اتفاق نہیں کرتے ہیں مثلاً ابو حنیفہؒ کا نام لیکر کہا گیا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ خلق قرآن کے قائل ہیں۔ خطیبؒ نے اس قول کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔ امام احمدؒ فرماتے ہیں۔ ہمارے نزدیک یہ کہنا صحیح نہیں ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ خلق قرآن کے قائل تھے۔ اور لکھا ہے۔ کہ جوزجانی اور معلی ابن منصور کا یہ کہنا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ اور ان میں سے کسی اور نے بھی قرآن شریف میں اس قسم کا کلام نہیں کیا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ بشر مریسی اور ابن ابی داؤد نے کلام کیا ہے۔ اور پھر اصحاب ابی حنیفہؒ کا نام لیکر ان کو بدنام کیا۔ اور ابن مبارک نے ابو حنیفہؒ سے پوچھا ہے۔ کہ جہم نامی کا چچا ہے۔ اور وہ کہتا ہے۔ کہ قرآن مخلوق ہے۔ ابو حنیفہؒ نے جواب میں فرمایا۔ بُری بات ہے جو اس کے مُنہ سے نکل رہی ہے۔ وہ جھوٹ بولتے ہیں۔

خطیبؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے ابن مبارک کو جواب کے نقل کرنے میں اور جوزجانی اور معلی ابن منصور کے قول کے نقل کرنے میں ابو حنیفہؒ کے خلاف علماء کے قول اور جرح کو مسترد کر دیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ خطیبؒ نے ابو حنیفہؒ کے خلاف اعتراض کرنے کو تسلیم نہیں کیا۔ اور اعتراض کو جھوٹ بتلایا ہے۔ اور کوئی تعجب نہیں ہے اگر امام ابو حنیفہؒ کے خلاف علماء کے تمام اعتراضات کی تحقیق کی جائے تو بہتان کے سوا ان کی دوسری حقیقت ثابت نہیں ہوگی۔

میں یہاں خلق قرآن کے مسئلہ میں جس میں مخالفین نے امام ابو حنیفہؒ کو بدنام کرنا چاہا تھا امام بیہقی سے نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپ یہ سمجھ لیں۔ کہ ابو حنیفہؒ کے مخالفین کو ابو حنیفہؒ کے خلاف جھوٹ، اور مغالطہ دینے کے سوا سچائی اور راستی کی کچھ حقیقت

لہ تاریخ خطیب ص ۳۷۷ ج ۱۳

نہیں ہے۔ محمدؒ بن الحسن فرماتے ہیں۔ جس نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ محمدؒ بن الحسن فرماتے ہیں۔ میں نے ابو یوسفؒ سے پوچھا کیا ابو حنیفہؒ قرآن کو مخلوق بتلاتے تھے۔ ابو یوسفؒ نے جواب میں فرمایا معاذ اللہ۔ اور فرمایا میں بھی یہ نہیں کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق ہے محمدؒ بن الحسن فرماتے ہیں ابو یوسفؒ سے پوچھا گیا۔ کیا ابو حنیفہؒ جہم کی رائے کو اچھی رائے جانتے تھے ابو یوسفؒ نے فرمایا معاذ اللہ۔ اور فرمایا میں بھی یہ نہیں کہتا ہوں کہ جہم کی رائے اچھی ہے۔ عبد الرحمٰن بن عبد اللہ فرماتے ہیں

میرے والد نے کہا میں نے ابو یوسفؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ میں نے ابو حنیفہؒ سے قرآن شریف کے مخلوق اور غیر مخلوق ہونے پر بحث کی۔ اور ہم دونوں کو اس بات پر اتفاق ہے۔ جس نے قرآن کو مخلوق کہا وہ کافر ہے۔ بیہقیؒ فرماتے ہیں ان تمام روایات کے رجال[1] ثقہ ہیں۔

افسوس ہے جس نے جہم اور قرآن کو مخلوق کہنے والوں کو کافر کہا تھا۔ اس کو اس کے مخالفوں نے ان کی صف میں لا کر کھڑا کیا۔ اور اس پر بہتان باندھا۔ اور جھوٹ گھڑا ہے۔

دوسری مثال۔ امام ابو حنیفہؒ کا نام لے کر کہا گیا۔ کہ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جنّت اور جہنم موجود نہیں ہیں۔ اس کے بعد خطیبؒ کہتے ہیں۔ اس واقعہ کو ابو مطیع روائیت کرتے ہیں۔ اور ابو مطیع کا مذہب تھا۔ کہ جنّت اور جہنّم موجود نہیں ہیں ابو حنیفہؒ نے نہیں کہا تھا۔ اللہ کی قسم، ابو مطیع جھوٹ[2] بولتا ہے۔

جگہ جگہ خطیبؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کہنے والوں پر اعتراض کیا ہے اس کا معنی یہ ہے۔ کہ خطیبؒ نے اعتراض کرنے والوں کے ساتھ اتفاق نہیں کیا ہے۔ اور ان کو جواب دینے کی کوشش کی ہے۔ خطیبؒ نے سفیان ثوری

---

[1] کتاب الاسماء والصفات صـ ۱۸۸ [2] تاریخ خطیب صـ ۳۸۶ ج ۱۳

سے یہ حکایت روایت کی ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔
مگر سفیان نے یہ نہیں بتایا ہے۔ کہ واقعہ کیا تھا۔ اور سفیان کی مراد کیا ہے۔ اس لئے
یہ جرح مبہم اور غیر مفسر ہے۔ اور خطیب ہم سے بدرجہا زیادہ جانتے ہیں۔ کہ جرح جب
تک مفسر اور مبین نہ ہو اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ ہو سکتا ہے۔
کہ اگر جرح کی تفسیر کی جائے اور اس کا سبب اور واقعہ بیان کیا جائے۔ اور الفاظ کی
مراد معلوم کی جائے۔ تو اس کے بعد اصل بات اسقدر قابلِ اعتراض باقی نہیں رہتی
جیسا کہ الفاظ کی ظاہری سطح سے ظاہر ہوتی تھی۔ اور ذیل کی مثال میں آپ کو یہ معنیٰ
ثابت ہوگا۔ فضل بن موسیٰ فرماتے ہیں:۔

میں اور ابو حنیفہؒ امام اعمش کی عیادت کے لئے گئے۔ امام اعمش نے کچھ روکھا پن
دکھلایا۔ جب ہم باہر نکلے۔ تو ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ اعمش رمضان کے روزے نہیں
رکھتے ہیں۔ اور جنابت سے غسل نہیں کرتے ہیں۔ فضل بن موسیٰ فرماتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ
کی مراد یہ تھی۔ کہ اعمش حضرت حذیفہ کی حدیث کے مطابق بہت دیر سے سحری کھاتے
تھے۔ اور جبتک انزال نہ ہو غسل کو واجب[1] نہیں کرتے تھے۔

جب امام ابو حنیفہؒ کے قول کی مراد کو فضل بن موسیٰ نے ظاہر کر دیا۔ تو بات
ہلکی ہو گئی۔ اور امام اعمش کا مسلک معلوم ہوا۔ کہ آپ کے اجتہاد میں وجوب غسل کیلئے
انزال شرط ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ بات یہ ہے۔ کہ کسی امام دین پر سفیان کے الفاظ کو کتنا
ہی چسپاں کیجئے۔ مگر چسپاں نہیں ہو سکتے۔ اگر سفیان کے قول کی شرح ہمارے سامنے
نہیں آئی تو معلوم نہیں دونوں میں امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کیا کچھ انقلاب آتا۔ مگر
جب معلوم ہوا۔ کہ سفیان نے اپنے قول میں کیا کچھ کہنا چاہا تھا تو آنکھیں کھل گئیں۔
امام ابو یوسفؒ نے سفیان ثوری کی اس مبہم جرح کی یہ تفسیر کی ہے:۔

---

[1] جامع بیان العلم ص ۱۵۷ ج ۲

Marfat.com

کوفہ کے گورنر ابن ھبیرہ نے ابو حنیفہؒ کو قضاء کے عہدہ قبول کرنے کی دعوت دی۔ امام ابو حنیفہؒ نے انکار کیا۔ ابنِ ہبیرہ کا یہ مذہب تھا۔ کہ امام کی اطاعت نہ کرنا کفر ہے۔ ابن ہبیرہ نے کہا۔ ابو حنیفہؒ تو کافر ہو گیا ہے۔ توبہ کرو۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا اتوب الی اللہ من کل سوء۔ اس کے بعد دوبارہ ابن ہبیرہ نے امام ابو حنیفہؒ کو وہی دعوت دی اور یہی سوال و جواب ہوا ہے۔ اس نے امام صاحب کو قید کر لیا۔ ابو یوسفؒ نے فرمایا سفیان اپنے قول میں یہ واقعہ یاد دلانا چاہتے ہیں۔ اور اس کی مراد ابن ہبیرہ کی بات پر توجہ دلانی ہے۔ اور امام کرخی نے یہ حکایت کی ہے۔ کہ جب کوفہ میں خوارج داخل ہو گئے تو ابو حنیفہؒ سے خوارج نے کہا۔ آپ کسی کو گناہ کی وجہ سے کافر نہیں بتاتے یہ کفر ہے۔ آپ توبہ کریں۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا اتوب الی اللہ من کل ذنب۔ جب خوارج باہر چلے گئے۔ تو ان کے رئیس ضحاک سے کسی نے کہا۔ ابو حنیفہؒ کی توبہ کرنے سے مراد یہ تھی کہ اس نے آپ کے کفر سے توبہ کیا۔ اس نے پھر ابو حنیفہؒ کو بلایا اور سوال و جواب ہوا ابو حنیفہؒ نے فرمایا تم نے جو بات کہی ہے ظن سے کہی ہے یا یقین سے کہی ہے۔ اس نے کہا میں نے ظن سے کہا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ ان بعض الظن اثم یہ بڑا گناہ اور کفر ہے۔ تو توبہ کر۔ اس نے کہا تم بھی توبہ کرو۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ انا تائب الی اللہ من کل کفر۔ کرخی فرماتے ہیں واقعہ یہ تھا۔ مگر ابو حنیفہؒ کے دشمنوں نے اڑا دیا۔ کہ ابو حنیفہؒ سے دو مرتبہ کفر سے توبہ کرائی گئی ہے۔[1]

آپ سوچئے کہ جب ابو یوسفؒ کی زبان اور کرخیؒ کی زبان سے اصل حقیقت کھل گئی۔ تو بات کیا نکلی۔ قضاء کا عہدہ قبول نہ کرنا۔ اور ایک مسلمان کو گناہ کی وجہ سے اسلام سے خارج نہ کرنا کفر نہیں تھا۔ مگر ابن ہبیرہ اور خوارج کے یہاں کفر تھا۔ تو کیا ابو حنیفہؒ نے نعوذ باللہ کفر کیا تھا۔ یا ابن ہبیرہ اور خوارج نے اپنے ز

[1] مسند خوارزمی صفحہ ۶۶ ج اول۔

کفر سمجھا تھا۔ اور ابو حنیفہؒ نے ان کے زعم میں کفر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ یا ابو حنیفہؒ نے استغفر اللہ کفر واقعی کا اقدام کیا تھا۔ مگر مخالف کیا کچھ نہیں کہتا۔

حافظ ابن عبد البرؒ فرماتے ہیں۔ کہ

عبداللہؒ ابن داؤد کو سفیان کی زبان سے جب مذکورہ حکائیت سنائی گئی۔ تو عبداللہ بن داؤد نے فرمایا۔ معاذ اللہ سفیان سے جو بھی یہ حکائیت کہتا ہے۔ اللہ کی قسم جھوٹ بولتا ہے۔ کوفہ میں علی اور حسن صالح بن حسن کے بیٹے ورع اور تقویٰ میں ضرب المثل موجود تھے۔ اور ان دونوں کی موجودگی میں ابو حنیفہؒ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اگر ابو حنیفہؒ کی ایسی کوئی بات ہوتی۔ تو یہ دونوں حضرات علی اور حسن کبھی ابو حنیفہؒ سے خوش نہ رہتے۔ اور میں خود ایک زمانہ تک کوفہ میں رہا ہوں۔ میں نے سفیان کی زبان سے کسی سے بھی ایسا نہیں سنا تھا۔[1]

یہ وہ سخت ترین جرحیں ہیں۔ جن کو خطیبؒ روائیت کرنے کے بعد خود جھٹلاتے ہیں۔ اور عبداللہؒ بن داؤد سفیانؒ سے مذکورہ حکائیت کو حلفیہ جھٹلاتے ہیں۔ اور اس پر وثوق سے تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ سفیانؒ کا نام جھوٹا لیا گیا ہے۔ میں نے کوفہ میں وقت گزارا ہے۔ اور کسی سے یہ حکائیت نہیں سنی ہے۔ اور کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ کی ورع و تقویٰ، علم و فتویٰ میں روز افزوں ترقی تھی۔ اور کوفہ کے ارباب علم و تقویٰ علی اور حسن ابو حنیفہؒ سے خوش تھے۔ اگر ابو حنیفہؒ کا اس قسم کا کوئی واقعہ ہوتا تو علم و تقویٰ میں ضرب المثل اہل علم و صلاح ہرگز خاموش نہ رہتے۔ مخالفین ابو حنیفہؒ نے بہتان تراشی اور جھوٹے الزامات اور سفیان ثوریؒ جیسے معروف محدثین کے نام جھوٹی حکایات کے گھڑنے میں دریغ نہیں کیا۔ مگر اہل علم نے جیسے حافظ سخاویؒ حافظ ابن تیمیہؒ، حافظ عبداللہؒ بن داؤد، امام احمد خطیبؒ، حافظ ازدیؒ

[1] کتاب الانتقاء ص ۱۵۰۔

Marfat.com

حافظ دولابیؒ نے بالاتفاق ابو حنیفہؒ کے خلاف حکایات اور الزامات کو جھوٹ اور بہتان کہا ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھ کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ اگر حکیم صاحب کڑی تنقید کی آڑ میں ان مفتریات اور اہلِ علم ارباب بصیرت کے پسِ پشت رد کیے ہوئے زیادتیوں کو دہرانا چاہتے ہیں۔ تو انگلوں کی طرح حکیم صاحب کو بھی شرم سے ڈوب مرنا چاہیئے۔

اور نیز خطیبؒ کی تاریخ میں امام ابو حنیفہؒ کے مخالفین کے کذب و افترا کے طوفان پر خوارزمیؒ کا ایک لطیف علمی تبصرہ جو اہلِ علم کے لائق توجہ تبصرہ ہے مختصراً یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں جس سے خطیبؒ کی تمام روایات کی تعمیر گر جاتی ہے۔

خوارزمیؒ کہتے ہیں:۔

امام ابو حنیفہؒ کے خلاف روایات کو خطیبؒ نے ابن عیاشؒ، وکیع علی بن عاصر کی روائیتوں سے روائیت کیا ہے۔ اور خطیبؒ نے دوسرے مباحث میں انکی روایات پر طعن کیا ہے۔ اور انہیں سے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف مطاعن کو روائیت کرتے ہیں۔ اور ان پر طعن کرنے سے خاموش ہیں۔ اس بحث میں ان روائیت پر طعن کرنے سے خطیبؒ کی خاموشی کی دو ہی وجہ ہو سکتی ہیں۔ یا تو خطیبؒ کا کھلا ہوا تعصب ہے۔ کہ دوسرے مباحث میں خطیبؒ ان کو مطعون کرتے ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ کے خلاف روایات میں ان کو عادل سمجھتے ہیں۔ اور یا یہ وجہ ہو سکتی ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے خلاف روایات کو خطیبؒ فضول اور افترا سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان پر تنقید کرنے سے بھی گریز کیا۔ اور التفات[1] نہیں کرتے۔

ان مذکورہ روائیت کی روایات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور اسی مسند کے ص۳۵ سے خوارزمیؒ نے خطیبؒ کے ایک ایک طعن کا مفصل جواب لکھا ہے لیکن ہمارے حکیم صاحب اسقدر خوش نصیب کہاں ہیں۔ کہ اس کو پڑھتے۔ اور

[1] مسند خوارزمی ص۵۵-۵۶-۵۷

ارزمیؒ کی ہدائیت سے راہِ راست پر آتے علماء نے اگر ابو حنیفہؒ کو کچھ طعن دیا تو
ی علماء نے ابو حنیفہؒ کے علم و ورع کی تعریف بھی کی ہے۔ جیسا کہ خطیب سے
لے نقل کر چکا ہوں۔ مومن کبھی شیطان پر غالب آتا ہے۔ اور کبھی شیطان اس پر
لب آتا ہے۔ یہی حال علماء کا ہے۔ کبھی نفس امّارہ بالسّوء ان پر غالب آجاتا ہے
کبھی علماء نفس امّارہ بالسّوء پر غالب آجاتے ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی لیلیٰ کبھی ابو حنیفہؒ
مدح کرتے ہیں۔ اور کبھی برائی پر اتر آتے ہیں۔ اور جب ان کو کہا گیا۔ یہ کیا کرتے
کبھی تعریف اور کبھی برائی۔ تو جواب میں کہا۔ ابو حنیفہؒ محسود نوجوان ہے۔ ہم
سے کہتے ہیں۔ ورنہ ابو حنیفہؒ میں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہے۔ مدت ہوئی ہے
اہلِ علم امام ابو حنیفہؒ کے مخالف حاسدوں کی مذمتوں کی حقیقت کو ظاہر کر چکے
ہیں۔ حکیم صاحب بچارے اب بھی ابو حنیفہؒ سے حسد کی آگ پر کڑھیں بدلتے ہیں
میں گمان کرتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ کے خلاف اگر جہم کا ہمعقیدہ اور مرجئی ہونے کا اور
قرآن کو مخلوق کہنے کا جھوٹا الزام لگایا تو اہلِ علم میں اس قسم کے افکار رہے ہیں
خطیبؒ صاحب کو جو حیا سوز الزام لگایا گیا تھا۔ وہ تو فروعِ انسانی کے ہر فرد
کے لئے قابلِ شرم ہے۔ میں اس کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ وہ الزام ہے
اور جھوٹا الزام ہے۔ تذکرۃ الحفاظ خطیب کے ترجمہ میں مذکور ہے۔

خوارزمیؒ نے لکھا ہے۔ کہ

محدثین نے خطیب میں ایسے طعن کئے۔ اور خطیب کی ایسی خصلتوں کا ذکر کیا ہے۔
جن سے خطیب کی روایات ناقابلِ اعتبار ثابت ہوتی ہیں۔ ان کے ذکر کرنے سے
اگر تین امور مانع نہ ہوتے تو میں ان کو ذکر کرتا اور اگر خطیب کو جاننا چاہتے ہو
تو ابن صبیتہ اور شافعیؒ کی تاریخ کبیر دمشق اور کتاب الانتصار لامام ائمۃ الامصار
یوسف سبط ابن الجوزی کو پڑھئے۔ تعجب ہوگا۔ کہ خطیب بھی امام ابو حنیفہؒ میں کلام

Marfat.com

کرتے ہیں۔[1]

امام ابو حنیفہؒ کے خلاف لوگوں کی زیادتیوں کا جواب

حافظ ابن عبدالبرؒ

کہتے ہیں:-

اہلحدیث نے ابو حنیفہؒ کے خلاف بڑی زیادتی اور بے اعتدالی کی ہے۔ اہلِ حدیث کا الزام یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ نے آثار میں رائے اور قیاس کو داخل کیا ہے۔ لیکن یہ زیادتی ہے۔ ابو حنیفہؒ نے اگر بعض اخبار کو مسترد کر دیا ہے۔ تو ان کی دل لگتی ہوئی تاویل کی ہے۔ اور یہ کوئی انوکھی اور مکروہ بات نہیں ہے۔ کہ اس کی وجہ سے اس طرح کی طعن کی جائے۔ ابو حنیفہؒ سے پہلے بھی بہت سے علماء اور آئمہ بھی ایسا کر چکے ہیں۔ ان کے زمانہ میں بھی اور بعد کے زمانہ میں بھی یہی ہوتا رہا۔ ابو حنیفہؒ نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی ہے۔ جو کچھ کیا ہے۔ اپنے شہر کے اکابر ابراہیم نخعی اور اصحاب ابنِ مسعود کی پیروی میں کیا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب نے واقعات فرض کر کے احکام کا استنباط کیا ہے۔ لیکن یہ بھی ایسی چیز ہے۔ جو میرے خیال میں تمام اہل علم میں پائی جاتی ہے۔ وہ کون عالم اور امام ہیں جس نے آیات اور حدیث میں متصل تاویلیں نہیں کی ہیں یا ناسخ اور منسوخ کا حکم نہیں لگایا ہے۔ لیثؒ بن انس کہتے ہیں۔ میں نے امام مالکؒ کے ستر فتاوے ایسے شمار کئے ہیں۔ جو سنّت نبوی کے خلاف ہیں۔ اور امام مالکؒ نے محض رائے سے دیئے ہیں۔ میں نے اس بارے میں امام مالکؒ کو نصیحت بھی لکھ کر بھیجی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ پر یہ بھی الزام ہے۔ کہ مذہب مرجئہ کے قائل تھے لیکن بہتیرے علماء پر اس قسم کی تہمتیں تھوپ دی گئی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے۔ کہ ان لوگوں پر نکتہ چینیاں تو ہوئیں۔ مگر انہیں اس اہتمام سے کسی نے جمع نہیں کیا جس طرح

[1] مسند خوارزمی صفحہ ۴ جلد اول۔

Marfat.com

ابو حنیفہؒ پر نکتہ چینیوں کو اہتمام سے جمع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ بلند مرتبہ رکھتے تھے اور منصب امامت پر فائز تھے۔ پھر یہ بھی واقعہ ہے۔ کہ بہت سے ہمعصر ابو حنیفہؒ سے حسد رکھتے تھے۔ ان پر تہمتیں تراشا کرتے تھے۔ حالانکہ ابو حنیفہؒ ان تہمتوں سے ارفع تھے۔ آئمہ کی ایک بڑی جماعت نے ابو حنیفہؒ کی تعریف بھی کی ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی عظمت اور فضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ یحییٰؒ ابن معین نے کہا ہے۔ کہ ہمارے اصحاب ابو حنیفہؒ اور ابو حنیفہؒ کے اصحاب کے بارے میں بڑی زیادتی کرتے ہیں۔ ابن معین سے پوچھا گیا۔ ابو حنیفہؒ جھوٹ بولتے ہیں۔ آپ نے کہا۔ ابو حنیفہؒ اس عیب سے کہیں اعلیٰ اور ارفع ہیں۔ ابو حنیفہؒ کی جلالت قدر اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ بڑے بڑے بزرگوں نے ابو حنیفہؒ سے روایت لی ہے۔ جیسے سفیان ثوری، ابن المبارک، حماد بن زید ہشیم، وکیع بن الجراح وغیرہ حضرات ہیں۔ اور جن حضرات نے ابو حنیفہؒ کی حدیث روایت کی ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ ان حضرات آئمہ کی تعداد ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے۔ جنہوں نے ابو حنیفہؒ کی تنقیص میں کچھ کہا اور لکھا ہے۔ سچ کہا گیا ہے۔ کہ آدمی کا مرتبہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ لوگ اس کے بارے میں مختلف الخیال ہو جاتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ کا حال امیر المؤمنین حضرت علی جیسا ہے۔ کہ ایک گروہ حضرت علی کے بغض میں مبتلا ہو گیا۔ مگر اس سے ابو حنیفہؒ کی عظمت گھٹتی نہیں بلکہ ثابت ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اہل رتبہ اور دین و فضل میں بلندیوں پر پہنچنے والوں کے ساتھ ایسا ہوتا ہے۔ اور ایسا ہوا ہے۔

حافظ ابن عبد البرؒ کا بیان صاف ہے۔ اس پر کوئی غبار نہیں ہے۔ جس کی تشریح کی جائے۔ ابن عبد البرؒ نے بیان فرمایا۔ کہ ابو حنیفہؒ نے جو کچھ کیا ہے۔ ابو حنیفہؒ سے پہلے اور آپ کے زمانہ میں اور آپ کے بعد محدثین نے بھی وہی کیا ہے۔ اور کئے

لہ جامع بیان العلم لابن عبد البر ص ۱۴۸ ج ۲۔

چلے آتے ہیں اور چلے آرہے ہیں۔ صرف ابو حنیفہؒ کو الزام دینا محدثین کی زیادتی ہے۔ امام مالکؒ بھی اس الزام سے نہیں بچا ہے۔ لیث بن انسؒ نے امام مالکؒ کو الزام دیا۔ اور لکھ کر بھیجا۔ مگر ایسا کئے بغیر کسی امام کو چارہ نہیں ہے۔ اس کے علم و بصیرت کی شعاعیں قریب و بعید کے تمام چھوٹی اور بڑی چیزوں کو روشن کرتی ہیں۔ کوئی دوسرا ان کو روشن دیکھے یا اس کی نگاہ میں اوجھل رہے۔ مگر امام ان میں حکم کو دریافت کرتا اور بتلاتا ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے بیان کیا۔ کہ ابو حنیفہؒ کا رتبہ بلند تھا۔ امامت آپ کا منصب تھا۔ مخالفوں نے آپ سے حسد کیا اور بہتان تراشے۔ مگر وہ سب جھوٹ ہے۔ ابو حنیفہؒ کا دامن ان سے ہرگز آلودہ نہیں ہے۔ ابن معینؒ نے اعتراف کیا ہے کہ اہل حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں بہت زیادتی کی ہے۔ فضلؒ بن موسیٰ سعر بن کدام، ابن ابی لیلیٰ کی طرح ابن عبدالبرؒ بتلاتے ہیں۔ کہ امام ابو حنیفہؒ محسود ہیں اور محدثین ابو حنیفہؒ کے خلاف الزام تراشیوں میں حسد سے مجبور تھے۔ ابو حنیفہؒ کے خلاف کہنے والوں کی تعداد سے ان حضرات آئمہ حدیث کی تعداد بدرجہا زیادہ ہے۔ جنکو ابو حنیفہؒ کی عظمت علمی اور روایت حدیث میں ثقاہت کا اعتراف ہے۔ اور حضرت علیؓ کی طرح ابو حنیفہؒ سے بغض حسد میں لوگ گمراہ ہو رہے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے آئمہ کے خلاف بعض آئمہ کی چوٹوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

اگر آئمہ کے خلاف تنقید کا باب کھول دیا جائے۔ اور اس سے انسانی جذبات کے پہلو سے تاریخ مرتب کر لی جائے۔ تو پھر بڑے بڑے بزرگان دین کے متعلق بھی ایسے ہی تنقیدی جوابدہی سکتے ہیں۔ غصہ اور مسرت انسانی فطرت ہے۔ ان دونوں حالتوں میں کسی انسان کے الفاظ میں صحیح توازن قائم نہیں رہا کرتا۔ ابن مبارک سے کہا گیا۔ فلاں آدمی ابو حنیفہؒ کی بدگوئی کرتا ہے۔ تو ابن مبارک نے ابن المرقیات کا یہ شعر پڑھا۔ تجھ پر حسد کرتے ہیں۔ اس لئے کہ

Marfat.com

اللہ نے تجھے نیکیوں سے فضیلت بخشی ہے۔ اور ابی عاصم نبیل سے کہا گیا فلاں آدمی ابو حنیفہؒ میں باتیں بناتا ہے۔ تو آپ نے بھی ایسا ہی جواب دیا ہے۔ حسد کی راہ سے آدمی کے دشمن بن جاتے ہیں۔ جب عمل میں اس کی برابری نہیں کر سکتے[1]۔

ابن مبارک ابی عاصم نبیل علم حدیث میں معروف اور جلیل القدر ہیں۔ مذکورہ ائمہ حدیث کی طرح یہ بتاتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہؒ کی نیکیوں میں اور علم میں لوگ برابری نہیں کر سکے۔ اس لئے ابو حنیفہؒ کی برائی پر اتر آئے۔ اور حسد کی راہ سے ابو حنیفہؒ کے بے پناہ علم و فضائل پر جھوٹے الزامات اور بہتان تراشیوں کا پردہ ڈالنا چاہا۔

ابن عبد البرؒ کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ اس بارے میں لوگوں نے ٹھوکر کھائی ہے۔ اور لوگوں کی بے وقوفی کی وجہ سے سخت گمراہیاں پھیل گئی ہیں۔ حق یہ ہے۔ کہ جو علم میں امین اور قابلِ اعتبار ہے اس کے بارے میں کوئی ردوقدح مقبول نہیں ہے۔ جبتک قانون شہادت کی کسوٹی پر کھرا نہ اترے اور فقہ و نظر کی ترازو میں پورا ثابت نہ ہو[2] الخ

امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ علم میں امین اور اعتماد میں قابل دوسرا کون ہے۔ امام ابو حنیفہؒ پر کسی کا اعتراض جبتک قانون شہادت پر پورا ثابت نہ ہو جائے۔ تو اس کا اعتبار کوئی بے وقوف کرے گا۔ اور قانون شہادت کے جاننے والوں نے جب امام ابو حنیفہؒ کے خلاف حکایات اور غیر مرضی اقوال کو وزن کر لیا۔ ان کا کہنا یہ ہے۔ کہ وہ سب جھوٹ بولا گیا ہے۔ جیسا کہ اس سے کچھ پہلے حدیث کے آئمہ سے نقل کر چکا ہوں۔ حکیم صاحب غالباً ان لوگوں میں سے ہے۔ جن کو نہ اس ضابطہ قانون کا پاس ہے اور نہ اس کو جانتے ہیں۔ غرض تو صرف ارباب ہوی کا پروپیگنڈا کرنا ہے۔

علامۃ النظار محمد بن ابراہیم یمانی۔ وزیر یمانی کہتے ہیں:۔

---

[1] جامع بیان العلم صفحہ ۱۶۲ ج ۲ [2] جامع بیان العلم صفحہ ۱۵۲

امام ابو حنیفہؒ پر یہ الزام لگایا گیا ہے۔ کہ آپ کا علم حدیث کامل نہیں تھا۔ اسلئے آپ نے ضعیف رواۃ سے روائیت لی ہے۔ اس کہنے والے کی غرض صرف ابو حنیفہؒ کے علم حدیث میں شک ڈالنا ہے۔ ورنہ ابو حنیفہؒ کا فضل و عدالت تقویٰ اور امانت تواتر سے ثابت ہے۔ اگر کسی نے علم اور تامل کے بغیر فتویٰ دیا ہے۔ تو یہ اس کی عدالت میں جرح اور دیانت و امانت میں قدح اور اس کی عقل و مروت میں سبکی ہے۔ اس لئے جس چیز کو انسان نہیں جانتا یا خوب نہیں جانتا۔ اس کے جاننے اور اس میں حاذق ہونے کا دعویٰ کرنا جاہلوں اور بے وقوفوں کی عادت ہے۔ اہلِ خساست و دنارۃ میں حیاء اور مروت نہیں ہوتی۔ وہ ایسا دعویٰ اور ایسی جرأت کر سکتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ کے مناقب اور مناقب کی وجوہ میں ایسے قبیح عیب کی سیاہی نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ کے علم کی روائیت اور درائیت کی کتابوں کو مدون کر کے اسلام کے خزائن میں داخل کیا گیا۔ اور اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ علماء نے ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کو اچھا جانا اور پہچانا تھا۔ اس لئے کہ علماء کے لئے ابو حنیفہؒ کے مذہب کی روائیت ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد کے جاننے کے بغیر جائز ہو سکتی ہے۔ ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد پر امت مسلمہ کو اجماع ہے۔ اور میری مراد اس کہنے سے یہ ہے۔ کہ کبیر العلم علماء کے درمیان ابو حنیفہؒ کے اقوال متداول ہیں۔ یمن، شام، مکہ، شرق و غرب میں تابعین کے زمانہ سنہ ۱۵۰ھ سے لے کر آج کے دن تک لوگوں میں اور تمام محکموں میں ابو حنیفہؒ کے اقوال پھیلے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت سے لیکر آج نویں صدی کے شروع تک امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کی روائیت کرنے والوں پر اور جنہوں نے ابو حنیفہؒ کے اقوال پر اعتماد کیا ہے۔ ان پر کسی نے انکار نہیں کیا ہے۔ مسلمان یا تو امام ابو حنیفہؒ کے اقوال پر عمل کرتے ہیں۔ یا ابو حنیفہؒ کے اقوال پر انکار کرنے سے خاموش ہیں۔ اور اس قسم کے مباحث میں اکثر مواضع پر اس طریقہ سے اجماع کا دعویٰ ثابت ہوتا ہے۔ اہل سنت اور غیر اہل سنت

Marfat.com

ہر دو فریق کو امام ابو حنیفہؒ کی تعظیم و احترام اور تقلید پر اتفاق ہے۔ اہلِ اعتزال میں ابی علی۔ ابی ہاشم، ابی الحسن بصری زمخشری اس وقت ابو حنیفہؒ کی تقلید سے باہر ہو گئے ہیں جب انہوں نے طلب علم کے بعد اپنا فکر و نظر بدل دیا۔ مگر پھر بھی ان کو حنفیت کے انتساب میں عار نہ تھا۔ اگر امام ابو حنیفہؒ علم حدیث سے واقف اور علم حدیث میں کمال کے زیور سے آراستہ نہ ہوتے تو علم کے جبال علماء احناف ابو حنیفہؒ کے مذہب میں ہرگز شامل نہ ہوتے۔ جیسے قاضی ابو یوسفؒ۔ محمد بن الحسنؒ۔ امام طحاویؒ۔ ابی الحسنؒ کرخی اور ان کے امثال و اضعاف ہند میں، شام میں، مصر میں، یمن میں، جزیرہ حرمین شریفین، عراق عرب، عراق عجم میں ۱۵۰ھ سے لیکر آج تک چھ صدی سے زیادہ عرصہ میں ہزار ہا ہزار اجاطہ نہیں کئے جاتے۔ جہاں جہاں ہیں گنے نہیں جاتے ہیں۔ اہلِ علم و فتویٰ اور ارباب ورع و تقویٰ علماء احناف موجود ہیں۔ کیا معترض یہ کہنا چاہتا ہے کہ مذکورہ علماء اور ان کے امثال و اضعاف نے ایسے عامی کی موافقت اور تقلید کی ہے۔ کہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا۔ کہ باکا مابعد مجرور ہوتا ہے۔ اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کے دماغ سے کیا حدیث نکلتی ہے۔ ابو حنیفہؒ کا ضعفاء سے حدیث کی روایت کرنے کی وجہ علم حدیث کی معرفت کی کمی بتلانا فاحش وہم ہے۔ بلکہ اس کی وجوہ اور ہیں۔ ابو حنیفہؒ مجہول کی روایت کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اور یہ صرف ابو حنیفہؒ کا مسلک نہیں ہے۔ بلکہ دوسرے علماء کا بھی یہی طریقہ ہے۔ اور اس میں شرط یہ ہے۔ کہ ثقہ اور معلوم العدالت راوی کی روایت اس مجہول روایت کے معارض نہ ہو۔ اس لئے کہ جب معلوم العدالت روایت اور مجہول روایت کا معارضہ ہوتا ہے۔ تو اس وقت ثقہ اور محفوظ پہلو کو ترجیح دینا متفق علیہ امر ہے۔ ابنِ کثیر فرماتے ہیں۔ امام احمدؒ ضعیف حدیث پر عمل کرتے تھے۔ بشرطیکہ اس کے مقابلہ پر صحیح حدیث اس کا معارض نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے امام احمدؒ اپنی مسند میں بہت سی ضعیف حدیث روایت

Marfat.com

کرتے ہیں۔ اور بڑا احتیاط ایسا کیا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ نہیں ہے۔ کہ اس روائیت میں ضعف رواۃ کا علم نہیں ہوتا ہے۔ یا ان وجوہات کا علم نہیں ہوتا ہے جن کے سبب وہ حدیث قابلِ احتجاج اور لائق قبول نہیں ہوتی ہے۔ یا اس کے قبول اور رد کرنے میں محدثین کو اختلاف ہے۔ حافظ ابن مندہ فرماتے ہیں ابوداؤد ضعیف سند سے بھی حدیث کو روائیت کرتے ہیں۔ جبکہ اس ضعیف حدیث سے بہتر دوسری سند سے اس باب میں دوسری روائیت نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ضعیف حدیث بھی رائے سے بہتر ہے۔ اور یہ صریح شہادت ہے۔ کہ ضعیف حدیث کو روائیت کرنا اس کو مستلزم نہیں ہے۔ کہ اس کا ضعف اور اس کے ضعف کے اسباب کو وہ محدث نہیں جانتے تھے۔ جس نے اس کو روائیت کیا ہے۔ امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ اس علم کے امام ہیں۔ اور اس میدان کے سوار ہیں۔ اور وہ ضعیف روائیت جسکو ان حضرات نے روائیت کیا ہے اس قسم کے ضعیف روائیت نہیں ہے۔ جس کے رواۃ میں کوئی بھی جھوٹا راوی اور معروف فاسق راوی ہے۔ ایسی روائیت کو یہ حضرات جس میں جھوٹا اور مشہور فاسق راوی ہے۔ باطل یا موضوع یا ساقط یا متروک جیسے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ایسی ضعیف حدیث جس میں صرف اسقدر ضعف ہے۔ کہ اس کا راوی سچا تو ہے۔ مگر حافظ نہیں ہے۔ یا اس حدیث کے رفع یا اسناد میں اختلاف ہے۔ یا مثل اس کے مثلاً اس حدیث کے تعلیل یا راوی پر جرح کرنے میں علماء کو اختلاف ہے۔ اور اسکے رد کرنے اور قبول کرنے کے لئے دونوں طرف قوی دلیل نہیں ہے۔ ایسی ضعیف حدیث کو اگر ابوحنیفہؒ نے لیا ہے۔ جیسے امام احمدؒ اور ابوداؤد بھی ابوحنیفہؒ کے اس میں ہمنوا ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے۔ کہ قیاس اور اجتہاد کے مقابلہ پر ضعیف حدیث کو بھی امام ابوحنیفہؒ مقدم رکھتے ہیں۔ اور دوسرے محدثین کا بھی یہی معمول ہے۔ ابوحنیفہؒ کا یہ معمول اس وجہ سے نہیں ہے۔ کہ آپ کو علم حدیث

کی معرفت نہیں ہے۔ ورنہ امام احمدؒ اور ابو داؤدؒ اس عیب میں ابو حنیفہؒ سے دو قدم آگے ہیں۔ اور اس کی دوسری وجہ یہ بھی ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ ضعیف حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ کہ اس کے ضعف میں اختلاف ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے علم و نظر میں اس کا ضعف قابل اعتداد نہیں ہے۔ بلکہ اس کی روایت کو قبول کرنا ابو حنیفہؒ کے نزدیک واجب ہے۔ اور اس معمول سے بڑے بڑے حفاظ بھی نہیں بچے ہیں۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے بھی ایسا کیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اسی طرح اس علم کے آئمہ میں امام شافعیؒ اکثر ابراہیم بن ابی یحییٰ اسلمی سے روایت لیتے ہیں۔ اور امام شافعیؒ نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور دوسرے محدثین نے ابراہیم بن ابی یحییٰ کی توثیق کرنے میں امام شافعیؒ کی مخالفت کی ہے۔ ابن عبد البرؒ کہتے ہیں۔ ابن ابی یحییٰ پر جرح کرنے میں محدثین کو اجماع ہے۔ اور جمہور نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ لیکن شوافع آئمہ کے یہاں وہ صحیح ہے اسی طرح امام ثقفیؒ، ابی خالد الزنجی سے روایت لیتے ہیں۔ اور اس کی توثیق میں محدثین کو اختلاف ہے۔ علماء رجال نے اس بحث کو طول دیا ہے۔ اور اپنی جگہ ایسے حضرات رواۃ معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

وزیر یمانیؒ کی اس مدلل اور عجیب بحث کو آپ نے پڑھ لیا ہے۔ اس کو خوب سمجھئے۔ وزیر یمانی یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ اہل علم نے امام ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد کو لیا ہے۔ اور اس کو روایت کیا اور اسلام کے علمی خزانے میں اس کو داخل کیا ہے۔ اگر اہل علم ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد کو علم اور دین نہیں جانتے تھے۔ تو علماء کی وراثت اور ان علماء کے علم اور عقل کی سبکی ہے۔ کہ غیر علم اور نااہل قول اور مسلک کی روایت اور حفاظت کی ہے اور کرتے چلے آ رہے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اہل علم کو ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد پر اجماع اور ابو حنیفہؒ کی تقلید پر اتفاق ہے۔

لہ الروض الباسم ص ۱۵۵ تا ۱۶۳۔

اہلِ علم میں وکیع بن الجراح، یحییٰ القطان، لیث بن سعد، قاضی ابو یوسف
محمد بن الحسن اور ان کے امثال ابو حنیفہؒ کی حیات میں اور بقول ابن معین ابو حنیفہؒ
کے بعد بھی ابن معین کی حیات میں اس وقت بڑے بڑے حفاظِ حدیث اور بعد کے زمانہ
میں طحاوی اور معروف کرخی جیسے اہلِ علم و تقویٰ اور تمام اطراف و اکنافِ عالم
میں وقت کے اہلِ علم و ورع کے مقتدا اتنی تعداد میں جن کا احاطہ رب کا علم کرتا ہے
ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید پر مطمئن ہیں۔ کیا ایسے کبیر العلم محدثین اور فقہاء نے
ایسی ان گنت تعداد میں ایسے امام ابو حنیفہؒ کی تقلید کی جس کو علم حدیث میں پوری
معرفت حاصل نہیں تھی۔ اور تمام اقران و امثال پر اس کو فوق العادت امتیاز اور تفوق
حاصل نہیں تھا کسی عقل کے اندھے اور اہل علم کی راست روی اور حق پرستی کی بدخواہ اور
معاند کو ایسا خبیث خیال ہو سکتا ہے۔ اور کیا اہلِ علم کے ان مقتدار علماء نے ایسے
بے علم کی تقلید کی ہے۔ جس کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ باء کا مابعد مجرور ہوتا ہے۔
یہ ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو کہ ابو حنیفہؒ کے خلاف اچھالا گیا ہے ابن خلکان
نے اپنی تاریخ میں اور نواب صدیق حسن صاحب نے اتحاف النبلاء میں لکھا ہے۔
کہ ابو حنیفہؒ میں قلت عربیت کے سوا اور کوئی عیب نہیں تھا۔ اور قلت عربیت
کی خطیب نے یہ مثال دی ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے قتل المتغلل کے مسئلہ میں
دلو رماہ بابا قبیس کہا ہے۔ چونکہ باجارا داخل ہے۔ اس لئے ابا قبیس کی جگہ
بابی قبیس بولنا چاہیئے تھا۔ حافظ خوارزمیؒ نے اس کے تین جواب دیئے ہیں۔
پہلا جواب یہ ہے کہ جارشین کی یہ مشہور لغت ہے۔ ان کے شاعر نے کہا ہے۔
ان اباھا وابا ابا ھا۔ اگرچہ ابا ابیہا ہونا چاہیئے تھا۔ مگر شاعر اپنے محاورہ کے
مطابق ابا ابا ھا بولتا ہے۔ اور حافظ خوارزمی فرماتے ہیں۔ میں نے تمیم داری
کی اولاد کے پاس دیار مصر میں حضورؐ کے امر سے حضرت علیؓ کا تمیم داری کی جاگیر کے متعلق

ایک مکتوب پڑھا۔ جسکو اپنے آباء سے وراثت میں لیتے چلے آتے ہیں۔ اور اس میں لکھا ہوا ہے۔ وشہد بذلک ابوبکر بن ابو فحافۃ ومعاویۃ بن ابوسفیان وکتبہ علی بن ابوطالب اور اس میں شک نہیں کہ حضورؐ رسالت مآب کے بعد عرب میں سب سے زیادہ فصیح امیرالمؤمنین حضرت علیؓ ہیں۔ مگر ابوبکر ابن ابی قحافہ اور معاویہ بن ابی سفیان اور علی بن ابی طالب کی جگہ ابوبکر بن ابو قحافہ اور معاویہ بن ابوسفیان اور علی بن ابوطالب اس میں لکھا ہے۔ اس لئے کہ مشہور ایسا تھا اور اس کو بدلنا نہیں چاہا۔ اسی طرح ابا قبیس مشہور تھا۔ ابوحنیفہؒ نے ابا قبیس کو ابی قبیس میں بدلنا نہیں چاہا تھا۔

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ حافظ سبط ابن الجوزی لکھتے ہیں۔ کہ ثقہ ارباب نقل نے ابوحنیفہؒ سے بابا قبیس نہیں بلکہ بابی قبیس روایت کیا ہے۔ جس نے ابوحنیفہؒ سے بابا قبیس روایت کیا ہے۔ اس نے امام ابوحنیفہؒ پر افتراء کیا ہے[۱]۔

وزیر یمانیؒ بھی یہ کہنا چاہتے ہیں۔ کہ ابوحنیفہؒ پر یہ جھوٹ باندھا گیا ہے۔ وہ جس نے کہا تھا۔ کہ ابوحنیفہؒ کو علم حدیث میں پوری مہارت نہ تھی۔ اس لئے ابوحنیفہؒ نے ضعیف روایات کو لیا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں علامہ یمانی فرماتے ہیں۔ اس معترض کو ابوحنیفہؒ کا مسلک معلوم نہیں ہے ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے۔ کہ ضعیف حدیث کو اجتہاد اور قیاس پر مقدم رکھتے ہیں سا ابوحنیفہؒ اس وقت اجتہاد کرتے ہیں اور قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ آپ کو ضعیف حدیث بھی نہیں ملتی ہے۔ معترض نے ابوحنیفہؒ کے اس خوبی اور اجتہاد سے کیا برا نتیجہ نکالا ہے۔ اور ضعیف حدیث کو امام احمدؒ اور ابوداؤدؒ بھی اس وقت روایت کرتے اور لیتے ہیں۔ جب ان کو صحیح حدیث نہیں ملتی ہے۔ تو کیا یہ حضرات بھی علم حدیث کی معرفت میں ناقص ہیں۔ اور چونکہ ابوحنیفہؒ خود صاحب اجتہاد ہے۔ اگر کسی نے ابوحنیفہؒ کی روایت میں کسی راوی کو ضعیف کہا

[۱] جامع مسانید ص۵۴ ج اول۔ (بقیہ صـ۲۹ پر ملاحظہ فرمایئے)

ہے۔ تو ابو حنیفہؒ اپنے اجتہاد میں اس کو قوی اور ثقہ سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ بخاریؒ و مسلمؒ اور امام شافعیؒ کے بعض رواۃ کی توثیق پر اہلِ علم کو اختلاف ہے۔ لیکن ان حضرات کے اجتہاد میں وہ رواۃ ثقہ ہیں۔ اس لئے انہوں نے ایسے رواۃ کی روایت کو لیا۔ اگر ان حضرات کو اپنے اجتہاد پر رواۃ کی توثیق میں اعتماد کرنے کا حق حاصل ہے۔ تو امام ابو حنیفہؒ کو اپنے اجتہاد پر ان حضرات سے زیادہ رواۃ کی توثیق اور قوت میں اعتماد کا حق ہونا چاہیئے۔ اس لئے کہ ان سب حضرات سے امام ابو حنیفہؒ کا مقام بہت اونچا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ اگر آج حکیم صاحب سندھ اور اہلحدیث فرقہ ابو حنیفہؒ کو علم حدیث میں معرفت کی کمی اور ضعیف روایات وغیرہ کا طعنہ دیتے ہیں۔ تو ابن عبدالبرؒ اور وزیر یمانیؒ کی ان تحریروں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ پہلے بھی بعض اہلِ علم حدیث نے امام ابو حنیفہؒ میں اس عیب کے لئے ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ مگر اس وقت سے لے کر نویں صدی کی ابتدا تک حدیث کے اماموں اور نظار اہلِ علم کے سرگروہوں نے سختی کے ساتھ ان الزامات پر انکار کیا ہے۔ اور ان الزامات کے مدلل جوابات میں اس قسم کے معترض گروہ کو ملامت کیا ہے۔ اور اس نامسعود تحریک کی وجوہ بتلاتے ہوئے ان کے حسد اور علم و بصیرت میں ان کی پستی اور ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد میں شک ڈالنے میں ان کے پروپیگنڈا کو کراہت اور نفرت سے بیان کرتے ہیں۔ اگر غیر حنفی اہلِ علم نے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف اس قسم کے اعتراضات کو موضوع بحث بنایا تھا اور ان کے جوابات لکھ کر پوری بصیرت کے ساتھ معترضین کے منہ پر مارا ہے۔ تو کیا حکیم صاحب سندھ آج پھر اہلِ علم کے مسترد اور کچلے ہوئے زیرِ پا تفوہات کو سامنے لاکر اہلِ علم کی یادداشت اور معلومات کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ یا اپنے بارے میں بھی وہ جواب سننا چاہتے ہیں۔ جو علم حدیث کے آئمہ اور اہلِ علم نے ابو حنیفہؒ کے خلاف معترضین کے الزامات کو جھوٹ اور افتراء میں سنایا تھا۔ میں اس بحث میں امام شعرا

سے بھی مختصراً کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ آج سے پانچ چھ سو سال پیشتر اہلِ علم و تقویٰ کے ذمہ دار اماموں نے اس بحث میں اہم اور وسیع تر تبصروں میں ابو حنیفہؒ کے خلاف علم حدیث میں معرفت کی کمی اور روایات کے ضعف اور حدیث پر اجتہاد اور قیاس کی تقدیم کے طعن کو رد کر پھینک دیا۔ آج ان تبصروں اور آئمہ کے گرانقدر آراء اور معلومات کے بغیر صرف ان پرانے طعنوں کو امام ابو حنیفہؒ کے خلاف کہنے میں حکیم صاحب سند کو شرم و حیاء کا پاس کرنا چاہیئے تھا۔ مگر حکیم صاحب اپنی بولی بول رہے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں ان آئمہ کو سچا نہیں جانتے ہیں۔

امام شعرانیؒ کی بصیرت افروز رائے

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دلائل ضعیف ہیں۔ تو میں اس کو جواب دیتا ہوں۔ اے میرے بھائی۔ میں نے مذاہب اربعہ کے دلائل کا مطالعہ کیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دلائل کو خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ میں نے زیلعی کی کتاب "تخریج ہدایہ" پڑھی ہے۔ میں نے ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے دلائل کو دیکھا۔ یا تو وہ صحیح احادیث ہیں۔ یا حسن ہیں یا ایسے ضعیف احادیث ہیں۔ جن کے طرق کثیرہ ہیں۔ اور یا وہ حسن سے جا ملتے ہیں یا صحیح حدیث سے ملتے ہیں۔ اور جمہور محدثین نے ایسے ضعیف حدیث سے احتجاج کیا ہے جسکے طرق کثیر ہیں۔ اور اس قسم کی ضعیف حدیث بیہقیؒ کی کتاب سنن کبریٰ میں بہت پائی جاتی ہے۔ جب بیہقیؒ کے پاس احتجاج کے لئے صحیح حدیث نہیں ہوتی ہے۔ تو ایسے ضعیف حدیث سے اپنے امام اور اپنے امام کے مقلدین کے لئے احتجاج کرتے ہیں۔ اور میں نے پہلے بیان کیا ہے۔ کہ میں حسنِ ظن یا باطن کے علم و اعتقاد سے ابو حنیفہؒ کی طرف سے جواب نہیں دیتا ہوں۔ بلکہ ابو حنیفہؒ کے اقوال اور آپ کے اصحاب کے اقوال کے تتبع اور گہرے مطالعہ کے بعد ابو حنیفہؒ کی طرف سے میں نے جواب دیا ہے۔ اور میں نے

Marfat.com

فہم المبین فی بیان ادلۃ مذاھب المجتہدین نامی کتاب لکھی ہے
اور میری یہ کتاب اس کی پوری ضمانت کرتی ہے۔ کہ میں نے پوری تلاش، اور دلائل کے جانچنے
کے بعد ابو حنیفہؒ کی طرف سے جواب دیا ہے۔ اللہ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا ہے۔ کہ میں
نے ابو حنیفہؒ کے تین مسندوں کے صحیح نسخوں کو پڑھا ہے۔ جن پر حفاظ کے خطوط ہیں۔ اور
اخیر میں حافظ دمیاطیؒ کا خط ہے۔ میں نے دیکھا کہ ابو حنیفہؒ ایسے عدول و ثقات تابعین
سے حدیث کو روائیت کرتے ہیں۔ جن کے عہد کے خیر ہونے پر حضورؐ پاک نے شہادت دی
ہے۔ ابو حنیفہؒ ان مسندوں میں اسودؒ، علقمہؒ، عطاءؒ، عکرمہؒ، مجاہدؒ مکحولؒ حسن بصریؒ جیسے
حضرات سے حدیث کو روائیت کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ اور حضورؐ کے درمیان یہ کل رواۃ
عدول ثقہ اعلام اخبار ہیں۔ ان میں کوئی جھوٹا یا متہم بالکذب نہیں ہے۔ اور خصوصاً
ان حضرات تابعین کو خوب سوچ لو جنکو ابو حنیفہؒ نے حدیث کی روائیت کے لئے پسند
فرمایا ہے۔ اور جن سے ابو حنیفہؒ شدت ورع و تقویٰ اور امت محمدیہ پر غائیت شفقت
کے ساتھ دین کے احکام کو لیتے ہیں۔ محدثین آئمہ مجتہدین کے رواۃ میں کوئی ایسا
راوی نہیں ہے۔ جو تعدیل و جرح سے بالاتر ہے۔ اس لئے کہ وہ معصوم تو نہیں ہیں لیکن
علماء شریعت محمدیہ کے امین ہیں۔ جنہوں نے جرح یا تعدیل کو مقدم کر دیا ہے۔ اسکے
باوجود بھی اس میں جانب مخالف کا احتمال ہے۔ تو اس پر عمل کیا گیا۔ اور کیا جائے گا۔
جمہور محدثین نے تعدیل کو جرح پر مقدم رکھا ہے۔ اور کہا ہے۔ کہ اصل عدالت ہے۔
اور جرح عارضی ہے۔ تاکہ اکثر احادیث تلف نہ ہو جائیں۔ اور نیز یہ بھی کہا ہے۔ کہ تمام
مستور الحال رواۃ پر حسن ظن رکھا جائے۔ اور یہ اولیٰ ہے۔ نیز یہ بھی کہا ہے۔ کہ کسی
شخص میں صرف جرح کرنا اس کی روائیت کو ساقط نہیں کرتا ہے۔ بلکہ اس کی تحقیق
ضروری ہے۔ بخاریؒ اور مسلمؒ نے بہت سے ایسے رواۃ سے حدیث لی ہے جن میں
محدثین نے کلام کیا ہے۔ اس لئے کہ ادلہ شرعیہ کی نفی سے ادلہ شرعیہ کا اثبات کرنا

Marfat.com

اچھا ہے بعض حفاظ حدیث نے اگر ایسا نہیں کیا ہے۔ تو اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ اگر وہ حدیثوں میں ضعف کو ظاہر نہ کرتے اور سب قسم کی حدیثوں کی تصحیح کرتے تو ان سب پر عمل کرنا واجب ہوتا اور اکثر لوگ اس کثرت عمل سے عاجز آجاتے۔۔۔۔۔

اس بحث سے آپ نے سمجھ لیا ہے۔ کہ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ جس حدیث میں لوگوں نے کلام کیا ہے۔ تو ہم صرف اس پر کلام کرنے سے اس کو چھوڑ دیں۔ بسا اوقات ایسی حدیث کے توابع اور شواہد ہوتے ہیں۔ اور اس کی اصل بھی ہوتی ہے۔ ہمیں وہ حدیث چھوڑ دینی چاہیئے جسکا راوی منفرد ہے۔ اور ثقہ رواۃ کے خلاف روایت کرتا ہے۔ اور اس کی اس روایت کے شواہد ظاہر نہیں ہیں۔ اگر ہم نے ہر متکلم فیہ راوی کی حدیث کو چھوڑ دینے کا فیصلہ کر لیا اور اس کا دروازہ کھول دیا۔ تو اکثر احکام شریعت ہاتھ سے نکل جائینگے۔ اور جب نتیجہ اسقدر بُرا نکلتا ہے۔ تو مجتہدین کی اتباع کرنے والوں پر واجب ہے۔ کہ ان کے مذاہب کے خلاف جو مذاہب ہیں انکے تمام رواۃ سے حُسنِ ظن رکھیں۔ شیخ تاج الدین سبکی۔ طبقات کبریٰ میں اسی طرح تصریح کے ساتھ بیان فرماتے ہیں۔ ہدایت اور نیکی چاہنے والے تمام آئمہ اربعہ کا ادب و احترام رکھو۔ اور جن لوگوں نے ان لوگوں سے ان میں کلام کیا ہے۔ ان پر دھیان نہ کرو۔ سوائے اس صورت کے کہ جب ان کے خلاف واضح برہان اور دلیل موجود ہے۔ تم لوگوں کو بُرا کہنے اور نکتہ چینی کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو۔ بلکہ تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو۔ کہ دین کے ضروری اور لازمی امور میں مشغول رہو۔ میرے پاس ایک اچھا خاصہ منتہی طالب العلم آئمہ کا آپس میں اختلاف کرنے میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اس مزا میں اس پر ایک عبرتناک مصیبت پڑی اور اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اس سے بچو اور احتراز کرو۔ کہ ابو حنیفہؒ اور ثوریؒ میں امام مالکؒ اور ابن ابی ذئب میں احمد بن صالح اور شعبی میں احمد بن حنبل اور حارث محاسبی میں کیا پیش آیا ہے۔ اگر تو ایسا کرے گا تو مجھے

Marfat.com

نیری تباہی کا ڈر ہے۔ یہ جماعت آئمہ اعلام کی جماعت ہے۔ اور ان کے اقوال کے محامل ہیں۔ ان کے آپس کے واقعات سے ہمیں اس طرح بچنا چاہیئے۔ جیسا کہ صحابہ کے آپس کے واقعات سنکر ہم خاموش ہوتے ہیں۔ اگرچہ بعض حفاظ نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کے ادلہ پر جرح کی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ ان کی جرح امام صاحب کے بعد اور نیچے کے رواۃ پر ہے۔ اس لئے کہ میں نے تینوں مسندوں میں جتنی حدیثیں پڑھی ہیں وہ صحیح ہیں۔ اور اس لئے صحیح ہیں۔ کہ اگر وہ صحیح نہ ہوتیں۔ تو ابو حنیفہؒ ان سے استدلال نہ کرتے۔ اور اگر ابو حنیفہؒ سے نیچے کے رواۃ میں اگر کوئی کاذب یا متہم بالکذب ہے۔ تو اس پر جرح و قدح کرنا اس روائیت کی صحت پر اثر نہیں ڈالتا۔ ابو حنیفہؒ کا کسی حدیث سے استدلال کرنا اس حدیث کی صحت کے لئے کفائیت کرتا ہے۔ اس لئے کہ ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد میں وہ حدیث صحیح اور قابل احتجاج ہے۔ اے میرے بھائی۔ ابو حنیفہؒ کے مذہب کے ادلہ میں جلدی نہ کرو۔ جبتک مسانید ثلاثہ مذکورہ کو مطالعہ نہ کرو۔ اور اس حدیث کو تم اس میں نہ پاؤ جس پر تمہیں ضعف کا شبہ ہے۔ اور جس نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دلائل کو ضعیف کہا ہے۔ وہ ابو حنیفہؒ کے ان تلامذہ کے دلائل ہیں جو امام صاحب کے بعد ہوئے ہیں۔ اور لوگوں نے حماقت سے ان دلائل کو ابو حنیفہؒ کے بیان کئے ہوئے دلائل جانا ہے۔ اس جاہل نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کی حقیقت کو نہیں سمجھا ہے۔ ابو حنیفہؒ کا مذہب وہ ہے۔ جو ابو حنیفہؒ نے آخری وقت تک اس کو قائم رکھا ہے وہ ابو حنیفہؒ کا مذہب ہے۔ اور جسکو لوگ نے ابو حنیفہؒ کے کلام سے خود سمجھا ہے۔ وہ ابو حنیفہؒ کا مذہب نہیں ہے۔ یہ جہل اور حماقت اکثر طالبانِ علم میں ہے تو دوسروں کا کیا کہنا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے خیار تابعین سے حدیث کو روائیت کیا ہے۔ جن میں کوئی کذاب نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ اور اس کے اصحاب کے ساتھ تعصب کو چھوڑ دو۔ اور ابو حنیفہؒ کی برائی میں ان جاہلوں کی تقلید نہ کرو۔ یہ جاہل ابو حنیفہؒ کے حالات اور ابو حنیفہؒ

Marfat.com

کے علم و اجتہاد کی بلندی کو نہیں جانتے ہیں۔ اگر تم ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تتبع کرو جیسا میں نے کیا ہے۔ تو جان لوگے کہ باقی مجتہدین کے مذاہب میں ابو حنیفہؒ کا مذہب سب سے زیادہ صحیح ہے۔ اگر تو چاہتا ہے۔ کہ نصف النہار میں آفتاب کی طرح ابو حنیفہؒ کے مذہب کا زیادہ صحیح ہونا تم پر ظاہر ہو جائے تو علم اور عمل میں اخلاص اور عقیدے کے ساتھ اہل اللہ کے طریقہ پر چلو۔[1]

امام شعرانیؒ کی غرض یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کی مسندوں کی روایات صحیح ہیں۔ ان مسندوں سے حفاظِ حدیث کی تصدیق ہے۔ اور جن حضرات تابعین سے ابو حنیفہؒ نے حدیثوں کو روایت کیا ہے۔ وہ تمام کے تمام آئمہ اور سچے اور خیر القرون کے اہلِ علم ہیں۔ اور یہ فضیلت کسی دوسرے امام حدیث کو حاصل نہیں ہے۔ اور امام شعرانیؒ ابو حنیفہؒ کے دلائل کے مطالعہ اور تجربہ کے بعد کہتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہؒ کی تمام روایات یا صحیح ہیں اور یا کثرت طرق کی وجہ سے صحیح اور یا حسن سے ملتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کے خلاف اگر کسی نے کلام کیا ہے۔ تو اس قسم کی نکتہ چینیوں سے امام مالکؒ، امام احمدؒ، اور شعبیؒ بھی محفوظ نہیں ہیں۔ ایسا ہونا اکرتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اونچے مقام اور منصب پر فائز ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف نکتہ چینیوں میں جو بھی دلچسپی لیتے ہیں۔ ان کو اپنی ذلت سے ڈرنا چاہیئے۔ جیسا کہ امام شعرانیؒ کے ایک شاگرد کو اللہ نے اس گستاخی کی سزا میں ذلیل کیا۔ ابو حنیفہؒ کی برائی اور ابو حنیفہؒ کے علم و معرفت کی تنقیص ایسا شخص کرتا ہے۔ جو ابو حنیفہؒ کے مذہب سے جاہل اور پورا احمق ہے۔ ایسے احمقوں اور جاہلوں کی بات کو مت سنو۔ یہ لوگ متعصب ہیں اور ان کی زبان درازیاں تعصب اور امام ابو حنیفہؒ کے نہ جاننے پر مبنی ہیں۔ اور علم و عمل میں اخلاص سے دور اور خالی ہیں۔ نمائش اور تکلف کے ڈھنڈورچی ہیں۔ اہل اللہ کی صحبت اور تربیت سے محروم ہیں۔ ورنہ آفتاب کی روشنی کی طرح تمام مذاہب میں ابو حنیفہؒ

[1] میزان کبریٰ للامام الشعرانی صـ ۶۳ تا ۶۶

کے مذہب کا زیادہ صحیح ہونا روشن ہے۔ حکیم صاحب سندھ کو آج ابو حنیفہؒ کے خلاف علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کے علم و معرفت میں کمی اور نقص کے پروپیگنڈا کی ضرورت پڑ گئی اور امام شعرانیؒ آج سے سات سو سال پیشتر ایسے احمقوں اور جاہلوں کے جھوٹ اور افترا پردازیوں کا جواب لکھ چکے ہیں۔ گویا نتائج التقلید امام ابو حنیفہؒ کے خلاف یاوا گوئیوں کا پرانا مسودہ ہے۔ جس پر دین اور علم کے آئمہ نے اپنے اپنے زمانہ میں پہلے سے ملامت اور نفرین کیا ہے۔ اور آج بھی وہ اس قابل ہے۔ کہ اس پر ملامت اور تف کیا جائے امام شعرانیؒ ظاہر اور باطن دونوں علوم کے جامع ہیں۔ مگر صرف علم باطن کی روشنی سے نہیں بلکہ ظاہر علم میں وسعت اور انضباط میں پوری قوت کے ساتھ دلائل کی روشنی میں امام ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد اور فقہ و قائل پر تبصرہ کرتے ہیں اور مفید تبصرہ کرتے ہیں۔ اس لئے اس امید پر کہ حکیم صاحب سندھ اور اس کا فرقہ اہل حدیث کو اللہ تعالیٰ امام شعرانیؒ کے علم و تجربہ سے ہدایت کا استفادہ بخشے۔ کچھ اور بھی مختصراً امام شعرانیؒ سے اس بحث میں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔

میں نے جب مذاہب کے ادلہ میں نہج المبین فی بیان ادلۃ المذاہب المجتہدین نامی کتاب کی تالیف کی۔ اس وقت میں نے بحمد اللہ ابو حنیفہؒ کے اقوال اور ان کے اصحاب کے اقوال کا پورا تتبع کیا تھا۔ میں نے ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے اقوال میں جو قول بھی دیکھا۔ اس کی مستند اور مستدل یہ یا قرآن شریف کی آیت تھی یا حدیث۔ یا کسی صحابی کا اثر۔ یا پھر قرآن شریف یا حدیث یا اثر کا مفہوم اس کی سند ہے۔ یا ایسی ضعیف حدیث جس کے طرق متعدد ہیں۔ یا صحیح قیاس جو صحیح اصل پر ہے۔ یہ سب ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے اقوال کے دلائل ہیں۔ اور جو بھی اسکو خود معلوم کرنا چاہتا ہے۔ تو میری مذکورہ کتاب کو مطالعہ کرے۔ اور جس نے بھی تعصب کو چھوڑا ہے اور مجتہدین کے اقوال کو غور اور انصاف سے دیکھا تو اس کو معلوم ہوگا کہ آئمہ

Marfat.com

مجتہدین آسمان کے تاروں کی مانند ہیں۔ اور ان پر اعتراض کرنے والا پانی کی سطح پر ان تاروں کا عکسی صورت دیکھتا ہے۔ اور ان کی حقیقت کو نہیں جانتا۔ اللہ تعالےٰ سب کو آئمہ مجتہدین کے ادب کی توفیق دے۔ میں ابو حنیفہ رح کے مناقب لکھ رہا تھا۔ اور ایک ایسا شخص میرے پاس آیا۔ جسکو علم کا زعم تھا۔ اور جب اس نے دیکھا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں تو اس نے اپنے آستین سے کراریس نکالے اور مجھے کہا کہ یہ صفحات پڑھ لیجئے۔ میں نے پڑھا۔ تو اس میں ابو حنیفہ رح کے خلاف اعتراضات لکھے تھے۔ میں نے اس کو کہا۔ کیا تو بھی اس قابل ہے۔ کہ ابو حنیفہ رح پر اعتراض کرتا ہے۔ اس نے کہا۔ میں نے فخر الدین رازی کے مؤلفات سے لیا ہے۔ میں نے کہا۔ رازی کی امام ابو حنیفہ رح کے مقابلہ پر ایک طالب العلم سے زیادہ حیثیت نہیں۔ یا رازی سلطان اعظم کے سامنے رعایا کے ایک آدمی کی مانند ہے۔ یا جو نسبت ستارے کو آفتاب سے ہوتی ہے۔ اسی طرح کی نسبت رازی کو امام ابو حنیفہ رح کے ساتھ ہے۔ اور جس طرح اہل علم نے بادشاہ کے خلاف طعن کرنا رعایا پر حرام کر دیا ہے۔ مگر جب آفتاب کی طرح واضح دلیل موجود ہے۔ اسی طرح آئمہ دین پر طعن کرنا اور اعتراض کرنا مقلدین پر حرام ہے۔ مگر جب نص صریح موجود ہے۔ اور میرے پاس بعض شوافع طلبہ آیا جایا کرتے تھے۔ اور ابو حنیفہ رح پر اعتراض کرتے تھے۔ اور کہتے تھے۔ کہ ہم ابو حنیفہ رح کے اصحاب کی بات کو نہیں سننا چاہتے ہیں۔ میں نے ان کو منع کیا مگر وہ نہیں منع ہوتے تھے۔ اور وہی طلبہ اونچی جگہ سے گرے اور پسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی مقہور حالت میں رہے اور اسی حالت میں مر گئے۔ اور مجھ سے دعاء کی درخواست کی۔ لیکن میں نے ابو حنیفہ رح کے اصحاب کے ادب کے مارے انکار کیا تھا۔ اور یاد رکھو کہ جس نے یہ کہا ہے۔ کہ ابو حنیفہ رح قیاس کو حدیث پر مقدم رکھتے ہیں۔ تو ایسا شخص ابو حنیفہ رح کے بارے میں متعصب اور دین میں ہلاک ہونے والا اور دین پر تہمت لگانیوالا

Marfat.com

ہے۔ اور اپنی بات میں جھوٹ بولنے سے بھی نہیں بچتا ہے۔ اور قرآن شریف کی اس آئیت سے غافل ہے۔ کہ بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی۔ اور حضورؐ کے اس ارشاد کو بھول گیا ہے۔ کہ زبان کی حصائد سے لوگ جہنم میں گریں گے

امام ابو جعفر شیزاماری بلخی متصل سند سے ابو حنیفہؒ سے یہ روائیت کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم ہے۔ لوگ مجھ پر جھوٹ بولتے ہیں۔ کہ میں نے قیاس کو نص پر مقدم کر دیا ہے۔ اگر نص موجود ہے۔ تو قیاس کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ تو میں قیاس کرنے پر کیوں مجبور ہوتا ہوں۔ ہم اس وقت قیاس سے کام لیتے ہیں۔ جب نص موجود نہیں ہوتی ہے۔ اور شدید ضرورت کے وقت قیاس کرتے ہیں۔ ہم پہلے اللہ کی کتاب میں اور اس کے بعد حدیث میں اور پھر صحابہ کے آثار میں غور کرتے ہیں اور دلیل کو تلاش کرتے ہیں۔ اگر ان میں کسی ایک میں بھی دلیل نہیں ملتی ہے۔ تو پھر ہم علت جامعہ کی وجہ سے نص کے منطوق پر نص کے مسکوت عنہ کو قیاس کرتے ہیں۔ اور ایک حکم کو دوسرے حکم پر علت کے اتحاد اور جامع کے اشتراک سے قیاس کرتے ہیں اور ابو مطیع بلخی فرماتے ہیں۔ میں نے ابو حنیفہؒ سے کہا۔ اگر آپ کی ایک رائے ہے۔ اور ابو بکرؓ کی دوسری رائے ہے۔ یا آپ کی اور عمرؓ کی رائے میں اختلاف ہے۔ تو کیا آپ اپنی رائے کو ابو بکرؓ اور عمرؓ کی رائے پر مقدم رکھو گے یا ابو بکرؓ اور عمرؓ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ میں ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ اور تمام صحابہ کی رائے کو اپنی رائے پر مقدم کرتا ہوں اور ان کے مقابلہ پر اپنی رائے کو چھوڑ دیتا ہوں۔ ابو مطیع فرماتے ہیں۔ میں ایک دن کوفہ کے جامع میں ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھا تھا۔ کہ سفیان ثوریؒ۔ مقاتلؒ ابن حیان۔ حمادؒ بن سلمہ۔ جعفر صادقؒ وغیرہ حضرات فقہاء ابو حنیفہؒ کے پاس تشریف لائے۔ اور ابو حنیفہؒ سے بحث کرتے ہوئے کہا کہ

Marfat.com

ہم کو یہ بات پہنچی ہے۔ کہ آپ دین میں زیادہ قیاس کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ نے صبح سے زوال تک ان کے ساتھ بحث کی۔ اور اپنا مسلک ان کو پیش کیا اور پڑھ کر سنایا۔ اور فرمایا میں پہلے کتاب کو لیتا ہوں۔ اس کے بعد سنت کو لیتا ہوں۔ اس کے بعد صحابہ کے آثار کو لیتا ہوں۔ اور صحابہ کے ان آثار کو مقدم کرتا ہوں جن پر صحابہ کو اتفاق ہے۔ اور اور جب ان میں کوئی دلیل میرے پاس نہ ہو۔ تو پھر قیاس کرتا ہوں۔ اور یہ سنکر سب اٹھے وقبلوا یدہ ورکبتہ آپ کے ہاتھ اور گھٹنے کو بوسہ دیا اور کہا انت سید العلماء آپ علماء کے سردار ہیں۔ اور ہم نے معلوم کیے بغیر جو آپ کے بارے میں پہلے غلطی کی ہے۔ اس کو معاف کر دیجئے۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا اللہ ہمیں اور تمہیں سب کو معاف فرمائے۔ سفیانؒ نے پہلے اگر ابو حنیفہؒ کے بارے میں کچھ کہا بھی تھا تو اپنی غلطی مان لی۔ اور معافی مانگی ہے۔ اور ان حضرات نے ابو حنیفہؒ کی سیادت علم کا اعتراف کر لیا۔ شقیق بلخیؒ فرماتے ہیں ابو حنیفہؒ اورع الناس اعلم الناس اعبد الناس اکرم الناس ہیں۔ ابو حنیفہؒ دین میں احتیاط کرنے والے اور دین میں رائے اور قیاس سے سب سے زیادہ احتراز کرنے والے ہیں۔ آپ کی مجلس میں ایک ایک مسئلہ پر پوری بحث ہوتی تھی۔ اور جب اہل مجلس کو اتفاق ہوتا تھا کہ وہ مسئلہ شریعت کے موافق ہے۔ تو اس کے بعد ابو یوسفؒ کو امام ابو حنیفہؒ اس کے لکھنے کو فرماتے تھے۔

اور ابن مبارکؒ فرماتے ہیں۔ جب میں کوفہ پہنچا ہوں اور وہاں کے علماء سے دریافت کیا تمہارے شہر میں سب سے بڑے عالم کون ہیں۔ اور جب پوچھا تم میں سب سے زیادہ متقی زاہد کون ہیں۔ اور جب پوچھا علم میں سب سے زیادہ مشغول کون ہیں۔ تو ہر ایک سوال کا یہی جواب ملتا تھا۔ کہ ابو حنیفہؒ سب میں بڑے عالم سب سے زیادہ زاہد سب سے زیادہ علم میں مشغول ہیں۔ ہم جیسے لوگوں کو ابو حنیفہؒ جیسے

امام اعظم پر اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ کے علم و جلالت ورع زہد وعفت، عبادت کی کثرت اور اللہ تعالیٰ عزّ و جل میں مراقبہ پر لوگوں کو اتفاق ہے ابو حنیفہؒ پر اعتراض کرنے والا اللہ کی قسم ہے بصیرت میں اندھا ہے۔ جس نے بھی ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تفتیش کی ہے اس نے دین میں ابو حنیفہؒ کو بڑا محتاط پایا ہے۔ اور اس نے جان لیا کہ ابو حنیفہؒ دین میں مذموم رائے سے پاک اور بیزار ہیں۔ اور جس نے ایسا کہا ہے وہ اپنے سقیم اور خطا کار فہم سے آئمہ ھدیٰ پر انکار کرنے والا جاہل متعصب ہے۔[1]

امام ابو حنیفہؒ کے مسلک کے بارے میں یہ ان ارباب بصیرت علماء اور آئمہ دین کی رائے ہے۔ جنہوں نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کی خوب تحقیق کی ہے۔ اور آپ کے ایک ایک مسئلہ کو کتاب و سنّت کی میزان میں تولا ہے۔ اور آپ کی ایک ایک دلیل و برہان کو اہلِ علم کے اصول پر پرکھا اور غور و فکر کے بعد یہ فیصلہ دیا ہے۔ کہ آپ کے دلائل صحیح اور حسن ہیں۔ اور کہا کہ جس نے ابو حنیفہؒ کو دین میں رائے اور قیاس کا طعنہ دیا ہے۔ وہ جاہل اور متعصب ہے۔ اور ایسے ارباب بصیرت اہل علم نے اپنا چشم دید واقعہ بتایا ہے۔ کہ سفیان ثوریؒ، مقاتلؒ، ابن حیانؒ، حمادؒ بن سلمہ جعفر صادقؒ، ابو حنیفہؒ کے ہمعصر حفاظِ حدیث اور دین کے اماموں نے طویل بحث کے بعد ابو حنیفہؒ کی وسعت علم کا اعتراف فرمایا اور آپ کو علماء کا سردار کہا۔ اور صرف کسی کے کہنے پر در یافت کئے بغیر اگر ان حضرات نے ابو حنیفہؒ کے خلاف کچھ کہا بھی تھا تو اپنی غلطی کا اقرار کر لیا اور ابو حنیفہؒ سے معافی مانگ لی۔ اور ابو حنیفہؒ ہمشہروں اور ہمعصروں کو ابو حنیفہؒ کے علم، زہد، و عبادت جیسے خصالِ حسنہ پر اتفاق تھا۔ اور امام رازیؒ جیسے آئمہ علم کو بھی ابو حنیفہؒ کے ساتھ ایک طالب العلم کی حیثیت سے زیادہ نسبت نہیں

[1] میزان کبریٰ للشعرانی ص ۶۰ تا ۶۹

Marfat.com

ئی۔ اور ابو حنیفہؒ کے خلاف اعتراض کرنے والے کو اہلِ علم و بصیرت نے آئمہ ھدیٰ کے
اف جاہل اور متعصب نکتہ چین کہا ہے۔ اور جس نے امام ابو حنیفہؒ کو دین میں قیاس اور
ئے کی تقدیم کا طعنہ دیا ہے۔ اس کو اہلِ علم نے اللہ کی گرفت اور قیامت کے دن سے
رایا۔ اب آپ کے لئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے ہمعصروں اور ہمشہروں
نے ابو حنیفہؒ کے جلالت علم اور علماء کی سیادت کا اعتراف کیا ہے۔ یا ابو حنیفہ کے
لاف کڑی تنقید کی ہے۔ جسکا حکیم صاحب نے دعویٰ کیا ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے علم
ور سیادت علماء پر ہمعصروں اور ہمشہروں کو اتفاق ہے۔ یا ابو حنیفہؒ کے علم میں انہوں
نے نقص نکالا ہے۔ جس کی حکیم صاحب نے تحدی کی ہے۔ آپ خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ
سفیانؒ ثوری، حماد بن سلمہ، جعفر صادق، مقاتل ابن حیان، عبداللہ ابن مبارک
امام شیزاماری حدیث کے حفاظ اور دین کے امام اس کہنے میں خطا کار ہو سکتے ہیں۔ یا
حکیم صاحب سندھ جھوٹ اور دروغ کے پلندے امام ابو حنیفہؒ کے خلاف سوچتے اور
لکھتے ہیں۔ کون سیاہ کار ایسی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ ان آئمہ دین کی آراء اور بصیرت کے
معلوم کرنے کے بعد حکیم صاحب سندھ کے اس جہل و تعصب اور دروغ گوئی میں
اس کا ساتھ دیگا۔ اور ان حضرات آئمہ حدیث کے مذکورہ تبصروں سے یہ ثابت ہوتا
ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف الزام لگانے والوں کو ان حضرات حفاظِ حدیث نے
پنی بحث و جواب میں مسکت دلائل سے خاموش کر دیا تھا۔ اور ان کے عائد کردہ
اعتراضات کو واقعات کی روشنی میں رد کیا تھا۔ اور آج حکیم صاحب سندھ اس
پرانی یاوہ گوئی کو دہراتا ہے۔ مگر حفاظِ حدیث کے جوابات کو نہیں دیکھتا۔ حکیم صاحب
کی اس خیانت اور بددیانتی کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ کہ حکیم صاحب سندھ
علم و انصاف کی ترازو میں ابو حنیفہؒ کو نہیں جاننا چاہتے ہیں۔ بلکہ اس کی غرض صرف
امام ابو حنیفہؒ کے خلاف پروپیگنڈا کرنا اور حنفیوں کو دکھ اور آزار پہنچانا ہے۔

Marfat.com

محدثین کے فکر و نظر میں امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت

امام ابو حنیفہ
کے علم و اجتہا

کا اندازہ آئمہ حدیث کے تلمذ اور تقلید اور ابو حنیفہؒ کے بارے میں ان کے اقوال سے کیا جا سکتا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر شمس الدین ذہبیؒ سے ابو حنیفہؒ کے تلامذہ حدیث کی مختصر سی فہرست پہلے لکھ چکا ہوں۔ امام سلیمانی خراسان کے امام حدیث حفص بن غیاثؒ، مکی ابن ابراہیمؒ، امام بخاریؒ، امام احمدؒ، ابن معینؒ کے اساتذہ ابو حنیفہؒ کے تلامذہ حدیث ہیں۔ اور حافظ خوارزمیؒ نے علم حدیث میں امام ابو حنیفہ کے تلامذہ کی فہرست جامع مسانید کے چالیسویں باب میں لکھی ہے۔ جن میں ایسے حضرات حدیث بھی ہیں۔ جن سے امام شافعیؒ، امام احمدؒ۔ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور ان کے اساتذہ حدیث کو روایت کرتے ہیں۔ ان حضرات آئمہ حدیث کو ابو حنیفہؒ کی علم حدیث میں بڑی شخصیت کا اعتراف تھا۔ ورنہ جس علم میں یہ حضرات خود مقتدا ہیں اس علم میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے سامنے زانوئے تلمذ کیسے تہ کیا۔ اور ابن المبارکؒ، وکیع بن الجراح، یحییٰ القطانؒ اور بقول ابن معینؒ اس وقت کے بڑے بڑے امام آئمہ حدیث ابو حنیفہؒ کے علم کی تقلید پر ہرگز مطمئن نہیں ہو سکتے ہیں۔ عبیداللہؒ بن عمرو بیان ہے:۔

میں امام اعمشؒ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا۔ مگر اعمشؒ نہ بتا سکے اور حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ مجلس میں ابو حنیفہؒ بھی حاضر تھے۔ آخر اعمشؒ نے ابو حنیفہؒ کو کہا۔ آپ مسئلہ بتایئے۔ ابو حنیفہؒ نے سائل کی تشفی کر دی۔ اعمشؒ کو ابو حنیفہؒ کے جواب پر تعجب ہوا اور کہا۔ یہ مسئلہ آپ نے کس حدیث سے مستنبط کیا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے کہا آپ کی سنائی ہوئی اس حدیث سے۔ اعمشؒ نے سن کر کہا۔ دراصل آپ لوگ طبیب ہیں اور ہم محض عطار ہیں۔ (جامع بیان العلم ص ۱۶۱ ج ۱)

امام اعمشؒ ابو حنیفہؒ کے استاد ہیں اور آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ اس شاگرد کے بارے میں اپنے استاد کی یہ رائے ہے۔ کہ اعمشؒ امام حدیث علم حدیث کی روایت کرنے والے اور عطار ہیں۔ مگر حدیث کی فقہ اور معانی اور حدیث سے استنباط مسائل کے طبیب ابو حنیفہؒ ہیں۔ ابن معینؒ فرماتے ہیں۔ میں نے یحییٰؒ القطان کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ وہ فرماتے تھے:۔

اللہ کی قسم ہے۔ ہم ابو حنیفہؒ کے پاس بیٹھے۔ اور ہم نے ابو حنیفہؒ سے حدیث کو سنا اللہ کی قسم جب میں ابو حنیفہؒ کو دیکھتا تھا تو اللہ کے خوف اور خشیہ کے آثار کو پاتا تھا۔ یحییٰؒ القطان فرماتے ہیں۔ ہم خدا کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتے ہیں واقعہ یہ ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ سے بہتر ہم نے کسی اور کو حدیث کی فقہ معانی میں نہیں دیکھا اور نہیں سنا ہے۔ اور ہم ابو حنیفہؒ کے اکثر و بیشتر اقوال کو لیتے ہیں۔ اور[1] ان پر عمل کرتے ہیں۔

حافظ نوویؒ سے پہلے نقل کر چکا ہوں۔ کہ کسی کے قول پر عمل کرنے کے یہ معنی ہیں۔ اس کی تقلید کرتے ہیں۔ مراد یہ ہے۔ کہ یحییٰؒ القطان بھی حضرت وکیعؒ کی طرح مسائل میں ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے۔ سمعانی کتاب الانساب میں کہتے ہیں:۔

امام احمدؒ نے فرمایا۔ اگر ابو حنیفہؒ۔ ابو یوسفؒ۔ محمد بن الحسنؒ کی کسی مسئلہ میں ایک رائے ہو تو پھر ان کی رائے کی مخالفت نہیں[2] سنی جاتی ہے۔

اس کا معنی یہ ہے۔ کہ امام احمدؒ بھی رائے کی تقلید کے قائل ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ ابو یوسفؒ۔ محمد بن الحسنؒ کی متفقہ رائے کی مخالفت کو امام احمدؒ ناجائز سمجھتے ہیں۔ اور اختلاف رائے کی صورت میں ان میں جس صاحب کی رائے کو پسند کرتے ہو اسکو لیجئے۔ حافظ زرندی موصلی کہتے ہیں:۔

یحییٰ ابن معین فرماتے ہیں۔ میں وکیع ابن الجراح سے کسی کو فضیلت میں آگے نہیں جانتا

---

[1] تذکرۃ الحفاظ کا ذیل ص ۲۷۴ و ۲۷۵ ج ۱ اول [2] التعلیق الممجد ص ۲۹

ہوں۔ اور وکیعؒ ابو حنیفہؒ کی فقہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ سے جس قدر حدیثیں سنی ہیں سب کو یاد کرتے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ سے آپ نے بہت سی حدیثیں سنی ہیں اور ابنِ معینؒ سے کہا گیا یا ابا ذکریا ابو حنیفہؒ حدیث میں سچے تھے۔ ابن معینؒ نے فرمایا ہاں ابو حنیفہؒ حدیث[1] میں سچے ہیں۔

محمدؒ بن سعد کوفی فرماتے ہیں:۔

میں نے ابنِ معینؒ کو یہ کہتے سنا ہے۔ ابو حنیفہؒ ثقہ ہیں۔ اور اس حدیث کو بیان کرتے ہیں جو آپ کو خوب یاد ہوتی ہے۔ اور جو حدیث آپ کو خوب یاد نہیں ہوتی ہے اس کو بیان نہیں کرتے ہیں۔ صالحؒ بن محمد اسدی کہتے ہیں۔ ابنِ معینؒ نے فرمایا ابو حنیفہؒ حدیث[2] میں ثقہ ہیں۔

حمانی فرماتے ہیں۔ ایک سائل کو جواب دیتے ہوئے میں نے ابن معینؒ سے سنا ہے:۔

ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ ہیں ثقہ ہیں۔ اللہ کی قسم ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کی شان کسی شک و شبہ سے بڑی ہے۔ احمد بن عطیہ کہتے ہیں۔ ابنِ معینؒ سے پوچھا گیا۔ سفیانؒ نے ابو حنیفہؒ سے حدیث کو روائت کیا ہے۔ فرمایا ہاں سفیانؒ ابو حنیفہؒ سے حدیث روائت کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ حدیث[3] میں اور فقہ میں ثقہ اور سچے ہیں اور اللہ کے دین پر مامون ہیں۔

سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں:۔

ابو حنیفہؒ علم کے لینے میں بہت زیادہ احتیاط کا اہتمام رکھتے تھے۔ اور اللہ کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال بتانے سے بچتے اور احتراز کرتے تھے۔ اور ان صحیح حدیثوں پر عمل کرتے تھے۔ جنکو ثقات نے روائت کیا ہے۔ اور ان میں کبھی حضورؐ کے آخری فعل پر عمل کرتے تھے۔ اور اس حدیث پر عمل کرتے تھے۔ جس پر ابو حنیفہؒ نے علماء کو عمل کرتے دیکھا

---

[1] جامع بیان العلم ص ۱۴۹ ج ۲ [2] تہذیب التہذیب ابن حجر ص ۴۵۰ ج ۱۰ [3] خطیب کی تاریخ ص ۳۱۹ و ۳۲۰ ج ۱۳

پھر ایک قوم نے ابو حنیفہؒ کی بُرائی کی۔ اللہ ان کو اور ہم کو معاف کرے[1]۔

یہ ہیں سفیان ثوریؒ۔ اور جس شان سے دین کے معاملہ میں حرام و حلال کے بارے
ں امام ابو حنیفہؒ کو محتاط اور رائے اور قیاس سے حرام کو حلال اور حلال کو حرام سے
جتناب والے بیان فرمایا ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کے اصول علم و
مل۔ کہ صحیح اور ثقات کی روائیتوں پر عمل کرنا اور جس حدیث پر علماء عمل کرتے تھے۔
س پر عمل کرنا ابو حنیفہؒ کی فقہ کا دستور ہے سفیانؒ نے ظاہر فرمایا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے
ہ امام شعرانیؒ کی طرح سفیان ثوریؒ بھی ابو حنیفہؒ کے دلائل کی تصحیح اور تصدیق فرماتے
یں۔ اور سفیان ثوریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی بدگوئی کرنے والوں کو مجرم گردانا۔ اور
ن کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کیا ہے۔

نعیم بن حمادؒ سے جب پوچھا گیا۔ کہ لوگ ابو حنیفہؒ کے خلاف اسقدر نکتہ چینی کیوں
رتے ہیں۔ نعیم نے ابو عصمہ کی زبانی یہ بات بتلائی۔ کہ

ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ پیغمبرانہ ارشادات سر آنکھوں پر ہیں۔ اور صحابہ کے آثار میں
جسکو چاہتا ہوں انتخاب کرتا ہوں۔ اور تابعین کے اقوال کو سوچتا ہوں۔ وہ بھی آدمی
ہیں اور میں بھی ویسا ہوں۔ یہ سنا کر نعیم فرماتے ہیں۔ کہ تابعین ابو حنیفہؒ کی مزاحمت سے
عاجز ہیں۔ یا تابعین کے تلامذہ تابعین کی مزاحمت کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ اور ابو حنیفہؒ
تابعین کے اقوال کی مزاحمت کرتے ہیں۔ تابعین کے تلامذہ اس لئے ابو حنیفہؒ کے خلاف نکتہ چینی
کرتے ہیں۔ اور اس کے سوا اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ تابعین کے تلامذہ اس نکتہ چینی میں ابو حنیفہؒ
سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ ان کے کہنے پر باور مت کیجو۔

اس سے یہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ تابعین کے اقوال کی مزاحمت جن حضرات کو گوارا نہیں
نہیں تھی انہوں نے ابو حنیفہؒ کے خلاف نکتہ چینی کی اور اپنا غصہ ٹھنڈا کرنا چاہا تھا۔

---

[1] کتاب الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۴۳ [2] کتاب الانتقاء، ص ۱۴۴

قاسم بن عباد کہتے ہیں :۔

ابن ابی لیلیٰ نے منصور سے ابو حنیفہؒ کی یہ شکائیت کی کہ اے امیر المؤمنین کوفہ میں ابو حنیفہؒ میری ہر ایک فتویٰ اور فیصلہ میں مخالفت کرتے ہیں۔ منصور نے کہا ابو حنیفہؒ حق کی مخالفت کرتے ہیں یا باطل کی مخالفت کرتے ہیں۔ ابن ابی لیلیٰ نے کہا۔ ابو حنیفہؒ کہتے تو حق ہیں۔[1]

قاسم بن عباد کے اس بیان سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ صحابہ کے بعد تابعین کے اقوال کو صحابہ کے آثار کا مقام نہیں دیتے تھے۔ اور تابعین کے اقوال کے مقابلہ پر ابو حنیفہؒ نے اپنے علم و اجتہاد کو مقدم رکھا۔ اور تابعین کے تلامذہ کو یہ امر قدر ناگوار گزرا ہے۔ کہ بادشاہوں تک ابو حنیفہؒ کی شکائیت کی گئی۔ اور جب ابن ابی لیلیٰ نے منصور سے شکائیت کی تو منصور کو جواب میں صاف صاف کہا۔ کہ ابو حنیفہؒ بات تو حق کہتے ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ ابن ابی لیلیٰ ابو حنیفہؒ کے علم و اجتہاد کو حق کہتے ہیں مگر مخالفت کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ کیا ظلم ہے جس نے تابعین کے اقوال سے بھی دین کی حفاظت میں ہمعصروں کی مخالفت کو برداشت کیا تھا۔ اس کو رائے اور قیاس کو دین میں داخل کر دینے کا طعنہ دیا جا رہا ہے۔

ابو عبد الرحمٰن المقری سے بعض محدثین نے کہا۔ ہمیں ابو حنیفہؒ کی روائیت سے حدیث بیان کیجئے۔ اور دوسرے بعض نے کہا ہمیں ابو حنیفہؒ کی روائیت کی حاجت نہیں ہے۔ حضرت مقری نے ان کو جواب دیا :۔

تم پر افسوس ہے۔ تم نہیں جانتے۔ ابو حنیفہؒ کون ہے۔ میں نے ابو حنیفہؒ کی مانند حدیث میں کسی دوسرے کو نہیں دیکھا ہے۔[2]

ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن یزید تقریباً سنہ ۱۳۰ھ میں آپ کی ولادت ہے

---

[1] کتاب الانتقاء ص ۱۴۵ [2] کتاب الانتقاء ص ۱۴۷

در ۲۱۳ھ میں آپ نے وفات پائی۔ مشہور حافظِ حدیث ہے۔ اور ابو حنیفہؒ کی روایت سے
حدیث کے طلبہ آپ سے حدیث سنانے کی استدعا کرتے ہیں۔ اور ابو عبد الرحمٰن
جواب میں یہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حدیث کی روایت میں ابو حنیفہؒ کی مانند کسی دوسرے کو
نہیں دیکھا ہے۔ اور سند و صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو کسی نے معمولی
محدث بھی نہیں کہا ہے۔ کیا بے سر و پا جھوٹا دعویٰ ہے۔

زہیر بن معاویہ کے پاس حدیث کا ایک طالب العلم آیا اور آپ نے پوچھا بھائی
کہاں سے آرہے ہو۔ اس نے جواب دیا ابو حنیفہؒ کے پاس سے آرہا ہوں۔ زہیر نے
جواب میں کہا ابو حنیفہؒ کے پاس ایک دن جانا میرے پاس ایک ماہ آنے سے زیادہ
نفع بخش ہے۔[1]

زہیر بن معاویہ حافظ اور حجت حدیث ہیں۔ ابو داؤد کے طبقہ کے لوگ آپکے
تلامذہ ہیں۔ صاحبِ سنّت اور حدیث کے امام ہیں۔ ابن عیینہ کہتے ہیں۔ کوفہ میں اسکی
مانند دوسرا نہیں ہے۔ شعیب بن حرب کہتے ہیں۔ زہیر بن معاویہ بیس شعبہ سے بھی زیادہ
حافظ ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا زہیر علم کا معدن ہے۔ ۱۷۳ھ میں آپ نے وفات[2]
پائی ہے۔

یہ زہیر بن معاویہ جو علمِ حدیث کا معدن اور شعبہ سے بدرجہا زیادہ حافظِ حدیث
ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ کہتے ہیں۔ کہ مجھ سے ایک ماہ حدیث پڑھنا ابو حنیفہؒ سے
ایک دن حدیث پڑھنے کے برابر ہے۔ علمِ حدیث میں ابو حنیفہؒ کی اس فضیلت اور
تفوق کا اندازہ کیجئے۔ اور اس صاحبِ بصیرت کی زبان سے کیجئے جو شعبہ سے بہتر حافظ
حدیث بتلایا گیا ہے۔ اس کے باوجود بھی غیر مقلدین کے حکیم صاحب کہتے ہیں۔
کہ ابو حنیفہؒ کو علمِ حدیث میں کوئی مقام نہیں تھا۔ اور کسی نے ابو حنیفہؒ کو معمولی

[1] کتاب الانتقاء لابن عبد البر ص ۱۳۴ [2] تذکرۃ الحفاظ ص ۲۱۴ ج اول

Marfat.com

محدث بھی نہیں لکھا ہے۔ اس جھوٹ کی کوئی حد بھی ہے۔ میں نے اختصار کے ساتھ چند ائمہ حدیث کے اسمارِ گرامی یہاں لکھ دیئے ہیں۔ اور حافظ ابن عبدالبر نے اپنی کتاب الانتقاء میں ایسے اکتالیس حضرات آئمہ حدیث کے اسمار لکھے ہیں۔ اور چھبیس آئمہ حدیث سے اس کتاب میں امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت اور علمی تفوق میں ثنا و تعریف کو روائت کیا ہے۔ اور خطیب نے لکھا ہے۔ ہم نے بسند مسلسل ایوب سختیانی سفیان ثوری۔ سفیان بن عیینہ۔ ابوبکر بن عیاش اور دوسرے آئمہ حدیث کی بہت سی روایات و اخبار نقل کی ہیں۔ کہ ان حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کے علم ورع و تقویٰ کی تعریف[1] فرمائی ہے۔ اور ان حضرات آئمہ میں محمد بن سعد کوفی صالح بن محمد اسدی احمد بن الصلت حمانی نے یحییٰ ابن معین سے علم حدیث کی روائت میں امام ابوحنیفہؒ کا ثقہ ہونا روائت کیا ہے۔ اور انہیں حضرات آئمہ حدیث نے اقران و امثال میں علم حدیث میں ابوحنیفہؒ کے تفوق کا اعتراف کیا ہے۔ اور انہیں حضرات آئمہ حدیث نے دین میں امام ابوحنیفہؒ کے احتیاط اور ثقہ رواۃ سے احادیث کی روائت اور ان حدیثوں پر ابوحنیفہؒ کا عمل کرنا جن پر محدثین ابوحنیفہؒ کے عہد سے پہلے اور آپ کے عہد میں عمل کرتے تھے اور رائے سے حرام اور حلال بتانے سے ابوحنیفہؒ کا احتراز کرنا بیان فرمایا ہے۔ اور ابوحنیفہؒ کے بارے میں حدیث کے آئمہ کا بھی فکر و نظر تھا جسکو ان حضرات نے وقتاً فوقتاً موقع بموقع ظاہر کیا ہے۔ غیر مقلدین دین کے امام اور محدثین علماء کے سردار اور امت کے فقہاء کے سب سے زیادہ فقیہ امام ابوحنیفہؒ میں اس سے زیادہ اور اس سے بڑھ کر اور کیا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور آئمہ حدیث نے اپنے اقران و امثال میں حدیث کی روائت اور حدیث کے معانی تفقہ میں امام ابوحنیفہؒ کو جسقدر زیادہ اور مقدم رکھا وہ آپ نے مختصراً کچھ پڑھ لیا ہے۔ اور کچھ

[1] تاریخ خطیب ص ۳۶۹ و ۱۳۹۰۔

Marfat.com

بندہ اوراق میں پڑھ لینگے۔ غیر مقلدین ابو حنیفہؒ کے بارے میں اس سے زیادہ محدثین
ے کیا توقع رکھتے ہیں اور اس کے علاوہ محدثین سے اور کیا توقع رکھنی چاہیئے۔ کہ
وحنیفہؒ کے علم وفضل کا ادب اور احترام جو ان کے امکان میں تھا اس کو پہچانا ہے۔
راس کی پیروی کی ہے۔ اس بحث میں غیر مقلدین کو معاندانہ انکار ہے۔ میں اس
یہاں اس لئے لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ یہ سمجھ لیں کہ ابو حنیفہؒ کے بارے میں حکیم
سندو صاحب جیسے معاند متعصب آئمہ حدیث کی خوبصورت اور زریں آرا سے
اہل اور بے خبر آدمی کو محدثین کا نام لیکر امام ابو حنیفہؒ کے خلاف قلم اٹھانے کا کیا حق
وسکتا ہے۔ اور ایسی مجبوری اس کو کیا پیش آئی ہے۔ کہ اہل علم کے سامنے کذب ودروغ
ذلتوں میں اپنے آپ کو رسوا کرتے ہیں۔

حکیم صاحب سندو کا معاندانہ انکار

امام ابو حنیفہؒ کے علم تدین ثقاہت فہم وبصیرت میں اہل علم کو کسی وقت بھی تامل نہیں ہوا ہے۔ اور آجتک امام ابو حنیفہؒ کے فہم وتفقہ کا نام اونچا ہے
ر حکیم صاحب کو معلوم نہیں کس نے ورغلایا ہے۔ سیدھے رخ پر نہیں آتے حضرت
ولانا شیخ الہندؒ نے غیر مقلدین کے جواب الجواب اپنی کتاب ایضاح الادلۃ
یں یہ لکھا ہے۔ کہ عینیؒ عمدۃ القاری شرح بخاریؒ کے مصنف نے کہا ہے یحییٰ
بن معین سے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں سوال ہوا تو ابن معین نے فرمایا۔
ابو حنیفہؒ ثقہ ہے میں نے ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے کسی کو نہیں سنا ہے۔
اور آئمہ کبار کی ایک جماعت نے جیسے عبداللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ
اعمش، سفیان ثوری، عبدالرزاق، حماد بن زید وکیع نے امام ابو حنیفہؒ
کی ثنا کی ہے۔

حکیم صاحب حافظ عینی کے اس کہنے پر آپے سے باہر ہو گئے اور اسقدر غصہ

چڑھ گیا ہے۔ کہ پہلے عینی" کو متعصب۔ مفتری لکھا۔ اور پھر اس کے علم اور اس کی کتاب شرح بخاری پر یوں برسے ہیں۔ کہ عمدۃ القاری، فتح الباری کو سامنے رکھکر لکھی گئی ہے۔ اور پھر لکھا کہ علامہ عینی نے یحییٰ بن معین پر یہ بالکل غلط اور سراسر بہتان باندھا ہے۔ اور اس کے بعد لکھا ہے۔ کہ علامہ عینی نے دھوکہ دیا ہے۔ کہ ان آئمہ نے ابو حنیفہؒ کی تعریف کی ہے۔ حالانکہ ان سب آئمہ نے امام ابو حنیفہؒ پر سخت ترین جرح کی ہے[1]۔

جس ترتیب سے حکیم صاحب کے قابلِ نفرین جملے مذکور ہوئے ہیں۔ اسی ترتیب سے آپ ایک ایک کا جواب پڑھئے۔ اور حکیم صاحب کی دروغ گوئی اور حنفی علماء کی تکذیب میں اس جرأت کی داد دیجئے۔ آپ یقین کیجئے کہ حافظ عینی اور حافظ عسقلانی دونوں حضرات کے علم اور جذبات خدمت کی قدر اور وقوف حکیم صاحب کو نہیں ہے۔ حکیم صاحب کسی ایک صاحب کے علم و نظر کو بھی نہیں جانتا۔ اور مجھے پورا وثوق ہے۔ کہ نہ عمدۃ القاری سے استفادہ کیا ہے۔ اور نہ فتح الباری سے مستفید ہوئے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے۔ کہ علم کے اس قلاش حکیم میں بخاری کی ان مفید اور مقدس شرحوں سے استفادہ کی اہلیت بھی نہ ہو۔ پھر اس بیچارے کی اس مختصر تنقید کی حقیقت کیا ہے۔ کسی عمر خوردہ استاد نے اس ٹیڑھی راہ پر معلوم نہیں کہاں پہنچانا چاہا ہے۔

مختصراً سن لیجئے۔ کہ حکیم صاحب کی مثال اس بحث میں اس حکایتی لالے کی ہے جو کسی خاں صاحب پر بڑے غصہ ہو گئے تھے۔ اور جب خاں صاحب سامنے آئے تو لالہ سے کچھ بھی نہ ہو سکا۔ اور لوگوں کے سوال کے جواب میں کہا۔ مہاراج میں نے خاں صاحب کو تکڑی کی مار مارا ہے۔

بحث تو یہ تھی۔ کہ ابن معینؒ نے ابو حنیفہؒ کو حدیث میں ثقہ کہا ہے۔ اور

[1] نتائج التقلید ص۸

رمایا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو کسی نے ضعیف نہیں کہا ہے۔ اس پر حکیم صاحب کو غصہ تو
ت لگا۔ مگر حنفیوں کو تکڑی کی مار مارنا چاہا۔ عمدۃ القاری کے مصنّف شیخ الاسلام
اری کے شارح کو متعصب۔ جھوٹا کہا۔ اور دھوکہ دینے والا کہا۔ اور عمدۃ القاری
ابن حجرؒ کی شرح فتح الباری کی نقل کہا یہ حکیم صاحب کی تکڑی کی مار ہے۔ خدا کے بندے
سیدھے آؤ۔ سیدھی بات کہو۔ کیوں خواہ مخواہ اپنی دوسری دروغگوئیوں میں ایک اور
جھوٹ کا اضافہ کرتے ہو۔ شیخ الاسلام ابو محمد محمود بن احمد عمدۃ القاری کے مصنّف
قاری کے شارح۔ قاضی شہاب الدین احمد بن قاضی شرف الدین کے بیٹے حلب
سے تین مراحل کے فاصلہ عین تاب میں ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے۔ شام و حلب اور قدس
کے شہروں میں علم کی تحصیل کرتے رہے۔ اور ۷۸۴ھ میں جب آپ کے والد ماجد نے
وفات پائی۔ تو اس کے بعد تحصیل علم کے لئے آپ نے سفر کئے۔ اور ۷۸۸ھ میں بیت اللہ
کی زیارت اور حجاز کے شہروں میں تشریف لے گئے ہیں۔ اور علم حدیث میں حافظ
زین الدین عراقی اور حافظ سراج الدین بلقینی اور حافظ نور الدین علی الہیثمی
آپ کے اساتذہ ہیں۔

ابو المعالی الحسینیؒ غایۃ الامانی میں اور سخاویؒ تیر المسبوک میں امام علامہ حافظ
شیخ العصر محدثِ زمان معاندین پر اللہ کی حجت اور مبتدعین پر آیت کبریٰ کے الفاظ
سے شیخ الاسلام کا تعارف کرتے ہیں۔ اور جس نے بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے۔
اس نے آپ کی وسعت اور براعۃ کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے۔ کہ معضلات
کے کھولنے اور مشکلات کے حل کرنے میں شیخ الاسلام اہل علم کے مرجع ہیں۔
شیخ الاسلام عینی نے ۸۲۱ھ میں بخاری کی شرح لکھنا شروع کیا تھا اور ۸۴۷ھ میں
اس سے فراغت پائی۔ اور حافظ ابن حجر اپنی شرح بخاری فتح الباری کو عمدۃ القاری
کی تاریخ فراغت سے پانچ سال قبل مکمل کر چکے تھے۔ اور حافظ ابن حجر کے شاگرد

برہان بن خضر کے واسطہ سے شیخ الاسلام کو فتح الباری کے مضامین پر اطلاع تھی۔
شیخ الاسلام نے فتح الباری پر اعتراضات کئے ہیں۔ اور بعض مواقع میں فتح الباری
کی نقول مواطن انتقاد میں تنقید کی ہے۔ شیخ الاسلام کی شرح کی تکمیل کے بعد پانچ
سال تک حافظ ابنِ حجر حیات رہے ہیں۔ اور آپ نے شیخ الاسلام کی شرح کے اعتراضات
میں انتقاض الاعتراض کے نام پر کچھ لکھنا چاہا تھا۔ مگر پانچ سال کے عرصہ تک اس کو
مکمل نہ کر سکے۔ اور وہ نامکمل مسودہ رہگیا۔ شیخ الاسلام عینی ۹۳ سال کی عمر میں حافظ
ابنِ حجر کی وفات سے تین سال بعد ۸۵۵ھ میں واصل الی الحق ہوئے ہیں۔ اس میں شک نہیں
اور اہلِ علم کو اتفاق ہے۔ کہ شیخ الاسلام عینی اور شیخ الاسلام ابنِ حجر کی یہ دونوں
شرحیں بخاری کی کتاب کی خدمت کا حق پورا کرتی ہیں۔ ابنِ خلدون نے لکھا ہے
کہ بخاری کی شرح امت پر دین ہے۔ حافظ سخاوی اپنے شیخ ابنِ حجر کی شرح کے
بارے میں کہتے ہیں۔ کہ اس نے بخاری کا دین ادا کر دیا ہے۔ اور صاحب کشف الظنون
لکھتے ہیں۔ کہ یہ دونوں کتابیں عمدۃ القاری اور فتح الباری ہر ایک بخاری کے دین ادا
کرنے میں برابر ہیں۔ اور بعض دوسرے علماء نے عمدۃ القاری کے بعض خصائص جیسے
اسناد کے لطائف معانی بلاغت رجال کے تراجم اور القاب اسماء انساب اور
استنباط احکام اور بسط مذاہب کے التزام کے اعتبار سے یہ کہا ہے۔ کہ بخاری کے
دین کا حق عمدۃ القاری نے ادا کر دیا ہے۔ اسقدر بحث کے باوجود بھی کسی مبصر
یہ نہیں کہا ہے۔ کہ عمدۃ القاری فتح الباری کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہے۔ اور خود حافظ
ابن حجر نے جسکو عمدۃ القاری کے اعتراضات کے جواب کا اہتمام تھا۔ عمدۃ القاری کو
یہ الزام نہیں دیا ہے۔ کہ وہ فتح الباری کی نقل ہے۔ مگر حکیم صاحب کے کان میں خدا جانے
کس نے چپکے سے یہ کہدیا ہے۔ کہ عمدۃ القاری فتح الباری کی نقل ہے۔ حکیم صاحب کے
اس دعویٰ کو ہر وہ صاحبِ نظر جھٹلاتا ہے۔ جس نے ان دونوں کا بالمقابلہ مطالعہ

ہے۔ کس قدر بے جا زور اور ظلم ہے۔ کہ جس شارح بخاری کو اہلِ علم نے حافظِ حدیث اور شیخ الاسلام لکھا اور کہا ہے۔ اس کو حکیم صاحب سند و متعصب، مفتری لکھتے ہیں حیا نہیں کرتے ہیں۔

آئیے اب حکیم صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب پڑھیئے۔ کہ علامہ عینیؒ نے ابن معینؒ پر افتراء اور بہتان باندھا ہے۔ کہ ابنِ معینؒ نے ابو حنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔ اور یہ کہا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں سنا ہے۔

بات یہ ہے۔ کہ حکیم صاحب علم اور عقل میں تو اندھا ہو گا۔ مگر آنکھیں تو کھلی ہیں۔ خطیب کی تاریخ ابنِ حجر کی تہذیب التہذیب ابن عبدالبر کی جامع بیان العلم اور کتاب الانتقاء کتابیں موجود ہیں۔ ان تمام حضرات نے متعدد رواۃ سے ابنِ معین کا یہ قول لکھا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ ہیں۔ اور میں اس سے پہلے عنوان میں ان حضرات سے ابنِ معین کا یہ قول لکھ چکا ہوں۔ اور حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب کتاب الانتقاء میں کہتے ہیں عبداللہ بن احمد دورقی کہتے ہیں:۔

ابو حنیفہؒ کے بارے میں ابن معینؒ سے پوچھا گیا اور میں سُن رہا تھا۔ کہ ابن معینؒ نے اس کو یہ جواب دیا۔ میں نے ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے کسی کو نہیں سنا ہے۔ یہ شعبہ بن الحجاج ہے۔ جس نے ابو حنیفہؒ کو حدیث کی روایت اور بیان کرنے کے لئے لکھا اور ابو حنیفہؒ کو حدیث کی روایت کرنے کا امر دیا ہے۔ اور شعبہ شعبہ ہے۔ شعبہ جس کو حدیث کی روایت اور بیان کرنے کے لئے لکھے اور کہے۔

ابنِ معینؒ کی غرض شعبہؒ کے ذکر کرنے سے یہ ہے۔ کہ جس کو شعبہؒ نے حدیث کی روایت کے لئے کہا اور لکھا ہے۔ اس کی بڑی شان ہے۔ اس کو ضعیف کہنے کی ہمت کون کر سکتا ہے۔ امام احمدؒ نے فرمایا ہے۔ صرف شعبہؒ رجال میں امت

---

[1] کتاب الانتقاء ص ۱۲۷

ہے سنہ ۱۶۰ھ میں شعبہؒ کی وفات ہوئی ہے۔ اور سنہ ۲۳۳ھ میں ابنِ معینؒ کی وفات ہوئی ہے۔ تقریباً تیسری صدی کے وسط تک ابنِ معینؒ نے ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہتے اور بتلانے کا انکار کیا ہے۔ اور سب سے پہل دار قطنیؒ نے ابو حنیفہؒ کو ضعیف کہنے کا کیا ہے۔ دار قطنیؒ کی وفات سنہ ۳۸۵ھ میں ہوئی ہے۔ اور خطیبؒ نے یہاں سے اڑایا ہوگا۔ دار قطنیؒ کی طبعی مجبوریاں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور خطیبؒ کا حال بھی پڑھ لیا ہے۔ دار قطنیؒ ہو یا خطیبؒ ہو شعبہؒ اور ابنِ معینؒ کے مقابلہ کے یہ لوگ نہیں ہیں۔ ابنِ معینؒ اور شعبہؒ کے مقابلہ پر ان کا کہنا عبث ہے۔ بہر حال ابنِ معینؒ کے جس قول کا حکیم صاحب نے انکار کیا تھا اور اس قول کے کہنے پر شیخ الاسلام عینیؒ کو متعصب اور مفتری لکھا تھا ابنِ معینؒ کے اس قول کو حافظ ابن عبد البرؒ نے کتاب الانتقاء میں نقل کیا ہے۔ اب آپ فیصلہ کریں۔ کہ اس قول کے نقل کرنے میں شیخ الاسلام عینیؒ متعصب مفتری ہے یا اس قول کے انکار کرنے میں اور شیخ الاسلام کو متعصب مفتری کہنے میں حکیم صاحب سند جھوٹا اور افتراء پردازوں کا چودھری ہے اور اس کی پیٹھ ٹھونکنے والے کچھ اس سے بھی آگے ہوں گے۔ کہ اس کی دروغ بافیوں میں اس کی ایسی تحریر پر اس کی تحسین کرتے ہیں۔ یہ بھی عجیب فرقہ ہے۔ خدا کی پناہ اس کتاب پر تقریظ لکھنے والوں کے ہر ایک کے نام کے ساتھ شیخ الحدیث اور حاذ الحدیث اور کیا کچھ لکھا ہوا ہے۔ مگر حکیم صاحب کی اس صریح جھوٹ اور عناد کی بھی تصدیق کرتے ہیں۔ اور حکیم صاحب کے اس فریب کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ابنِ معینؒ نے ابو حنیفہؒ کو ثقہ نہیں کہا ہے۔ بلکہ لکھا ہے۔ لا بأس به لم یکن یتهم ولا بأس به وکان لا یکذب۔ ابو حنیفہؒ میں جرح و تعدیل کے اصول کے اعتبار سے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ متہم نہیں ہے۔ ابو حنیفہؒ جھوٹ بولتے نہیں تھے اور ابنِ معینؒ کے ان الفاظ سے یہ سمجھتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہؒ کے ثقاہت کے متعلق نہیں

Marfat.com

جھوٹ کے مقابلہ پر ابن معینؒ نے یہ الفاظ بولے ہیں۔ بات یہ ہے۔ کہ جو شخص محدثین کی زبان سے اور محدثین کے محاورہ سے جاہل اور بے علم ہے اور ان کے منصب سے بحث کرتا ہے۔ اور ان کے نام سے فریب کرتا ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے علم و فضل کے خلاف بولنے کی جرأت کرتا ہے۔ اس کی بے علمی اور اس فاسد زعم پر افسوس اور ملامت کے سوا اس کا دوسرا علاج کیا ہے۔ ذہن کے ان قلاشوں نے صرف ایک اور ایک دو روٹی کا سبق پایا ہے اہل حدیث بنتے تو ہیں۔ مگر نہیں جانتے ہیں کہ محدثین اس قسم کے الفاظ کے استعمال میں کیا بتلانا چاہتے ہیں۔ بخاری شریف باب متی یسجد من خلف الامام میں اور مسلم شریف باب متابعۃ الامام میں لکھتے ہیں۔ عبداللہ بن یزید فرماتے ہیں۔ حدثنی البراء وھو غیر کذوب براء بن عازب نے مجھ سے بیان کیا اور براء جھوٹ بولتے نہیں ہیں۔ براء بن عازب صحابی ہے۔ اس کے عدل و ثقاہت میں کسی بدبخت کو بھی شک نہیں ہے۔ اور عبداللہ بن یزید براء بن عازب کے عدل اور ثقاہت کو غیر کذوب کہکر ظاہر فرماتے ہیں۔ اور ترمذی کتاب العلل میں حدیث حسن کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ جس حدیث کے رواۃ ایسے ہیں جس میں کوئی بھی متہم بالکذب نہیں ہے۔ تو وہ حدیث حسن ہے ترمذیؒ ایسے راوی کو ثقہ اور اس کی روائت کو حسن بتلاتے ہیں جسکو کذب کا اتہام نہیں لگا ہے۔ محدثین جب کسی راوی اور روائت کو جملہ نقائص روائت سے منزہ اور براء بتلانا چاہتے ہیں۔ اور سامع کے ذہن میں اس راوی اور روائت کی عظمت اور قوت عدالت بٹھلانا مقصود ہوتا ہے۔ تو اس راوی اور روائت کے بارے میں عدل اور ثقاہت کی ضد کی نفی کرتے ہیں۔ محدثین اس کو بیان فرماتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح ابوحنیفہؒ کے بارے میں ابن معینؒ نے لم یکن یتہم وکان لا یکذب میں کذب اور تہمت کی نفی کرنے میں امام ابوحنیفہؒ کی ثقاہت کی عظمت اور قوت کو سائل اور سامع کے ذہن میں بٹھلانا چاہا ہے۔ ورنہ عبداللہ بن یزید کا براء بن عازب کے بارے

میں یہ کہنا کہ وہ جھوٹ بولتے نہیں ہیں۔ براء بن عازب صحابی کے عدل اور ثقاہت پر
بُرا داغ ہوگا۔ اگر وہ غیر کذوب میں ایک صحابی کو حدیث کی روائت میں غیر ثقہ بتلاتے ہیں اور
ترمذیؒ کے اس کہنے کی کہ جو راوی متہم بالکذب نہیں ہے۔ اس کی روائت حسن ہے۔ مراد یہ
ہوگی کہ جو راوی ثقہ نہیں ہے۔ اس کی روائت حسن ہے۔ استغفراللہ۔ اور نیز ہمیں محدثین کا
یہ محاورہ بھی معلوم ہے۔ کہ جس راوی کو یہ عادت ہے۔ کہ وہ حدیث میں کلمات کو اپنی جگہ سے
تبدیل کرتے ہیں ایسے راوی کو محدثین جھوٹے رواۃ[1] میں شمار کرتے ہیں۔ اور محدثین جس راوی
کو ہر قسم کے عیب اور نقص و خطاء سے پاک بیان کرنا چاہتے ہیں تو اس کے بارے میں
غیر کذوب کہتے اور بولتے ہیں۔ اسی طرح ابن معینؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی ثقاہت کے ساتھ
حدیث کی روائت کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کو روائت میں نقص و خطاء کے ہر عیب سے پاک بیان
کرنا چاہا تھا۔ اس لئے بھی ابن معینؒ نے لم یکن یتہم وکان لایکذب کی تعبیر کر دی۔

اب حکیم صاحب کا یہ دعویٰ بھی سمجھ لیجئے۔ کہ علامہ عینی نے ایک اور دھوکہ دیا ہے
جو اس طرح لکھا ہے کہ عبداللہ ابن مبارک، سفیان بن عیینہ، اعمش، سفیان ثوری
عبدالرزاق، حماد بن زید، وکیع بن جراح۔ آئمہ کبار نے ابو حنیفہؒ کی ثنا اور تعریف
فرمائی ہے۔ آپ اسی ترتیب سے ان حضرات آئمہ حدیث کی ابو حنیفہؒ کی تعریف و ثناء
پڑھیئے۔ عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں:۔

میں نے ابو حنیفہؒ جیسا فقیہہ دوسرا نہیں دیکھا۔ ابن مبارک فرماتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ
کے سامنے اور ابو حنیفہؒ کے حلقہ میں مسعر بن کدام کو میں نے ابو حنیفہؒ سے استفادہ کرتے
ہوئے دیکھا۔ ابن مبارک فرماتے ہیں میں نے علم فقہ میں اور فہم و بصیرت میں ابو حنیفہؒ
سے زیادہ دوسرا نہیں[2] دیکھا۔ ابن مبارک فرماتے ہیں۔ سفیان ثوری اور ابو حنیفہؒ جس پر
اتفاق کریں تو اس سے تمسک کرو۔ ابن مبارک ابو حنیفہؒ کی بھلائی ہی ذکر کرتے تھے

---

[1] بیان العلم ص۸۴ ج۲ اور علام الحدیث للعلامہ صبحی صالح ص۲۶۱۔ [2] تہذیب الاسماء للنووی ص۲۲ ج۴

اور ابو حنیفہؒ کی تعریف کرتے تھے۔ ابن مبارک کی مجلس میں کسی نے ابو حنیفہؒ کو طعن دیا تو آپ نے فرمایا خاموش رہو۔ اگر تم ابو حنیفہؒ کو دیکھتے لرأیت عقلا و نبلا[1]

ابن مبارک فرماتے ہیں:۔

اگر حق تعالیٰ ابو حنیفہؒ اور سفیانؒ ثوری سے میری اعانت نہ فرماتے تو میں بھی عام آدمیوں کی طرح[2] ہوتا۔

سفیانؒ بن عیینہ فرماتے ہیں:۔

ہمارے زمانہ میں زیادہ نماز پڑھنے والا مکہ معظمہ میں ابو حنیفہؒ کے سوا دوسرا[3] نہیں آیا۔

سفیانؒ بن عیینہ سے ایک سائل نے یہ مسئلہ پوچھا۔ میں نے اپنا سامان موسم کی میعاد پر بیچا ہے۔ اب میں حج کرنے جا رہا ہوں اور مشتری مجھ سے یہ کہتے ہیں کہ میعاد آنے سے قبل اس شرط پر رقم دیتا ہوں کہ آپ اس میں کچھ کمی کر دیں۔ سفیانؒ نے جواب میں کہا۔ فقیہہ ابو حنیفہؒ کہتے ہیں۔ اگر تم نے دراہم کے ساتھ سودا کیا تھا تو اب اس سے اشرفیاں لے لو۔ اور اگر اشرفیوں کے ساتھ سودا کیا تھا تو اب اس سے دراہم لے لو سفیانؒ بن عیینہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے سب سے پہلے امام ابو حنیفہؒ نے جامع کوفہ میں حدیث پڑھانے کے لئے بٹھایا۔ اور فرمایا ہذا اقعد الناس بحدیث عمرو[4] بن دینار فحدثہم۔

امام اعمشؒ حج کرنے تشریف لیجا رہے تھے۔ جب مقام حیرہ پہنچے تو علی بن مسہر نے فرمایا ابو حنیفہؒ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمارے لئے حج کے مناسک لکھ دیں۔ امام اعمشؒ سے کسی نے مسئلہ پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ کہ اس مسئلہ میں اور اس قسم کے دوسرے مسائل میں ابو حنیفہؒ خوب جواب دیتے ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ابو حنیفہؒ کو علم میں برکت بخشی گئی ہے[5]۔

سفیانؒ اور اعمشؒ کے ان مذکورہ واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ

---

[1] کتاب الانتقاء لابن عبد البر ۲ خطیب کی تاریخ ۳ تہذیب الاسماء للنووی ص ۲۲ ج ۲ ۴ کتاب الانتقاء ص ۱۳۸

[2] الانتقاء ص ۱۲۶

سفیانؒ اور اعمشؒ بھی امام ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرتے تھے۔ اس لئے کہ سائل کو مسئلہ کا جواب دیتے ہوئے ابو حنیفہؒ کا قول بتایا ہے۔ اور اعمشؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے حج کے مسائل لکھوائے ہیں۔ اور کسی کے قول پر عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں کہ سفیانؒ اور اعمشؒ نے بھی فقہ میں ابو حنیفہؒ کی تقلید کی ہے۔ اعمشؒ کی وفات ۱۴۸ھ میں اور سفیانؒ بن عیینہ کی ۱۹۸ھ میں وفات ہوئی ہے۔ یہ حضرات حفاظ اور حدیث کے امام اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کے مقلد اور عقیدتمند ہیں۔ اور ہمارے زمانہ کے غیر مقلد اہل حدیث فرقہ ابو حنیفہؒ کی فقہ کی راہنمائی کے انکار کرنے میں آئمہ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ حمیدیؒ کا وہ بیان کہ ابو حنیفہؒ نے حجام سے مناسک حج کی سنتیں لی ہیں کسقدر مشکوک ہوتا ہے۔ جبکہ اعمشؒ کا امام ابو حنیفہؒ سے حج کے مناسک اور مسائل کے لکھوانے کی استدعا کرنا پڑھتے ہیں۔

سفیانؒ ثوری کے بھائی فوت ہو گئے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ تعزیت کے لئے تشریف لے گئے سفیانؒ آپ کی تعظیم کے لئے اُٹھے۔ اور جہاں خود بیٹھے تھے وہاں امام ابو حنیفہؒ کو بٹھایا۔ جب لوگ چلے گئے تو سفیانؒ کے اصحاب نے پوچھا یہ آپ نے عجیب کام کیا سفیانؒ نے فرمایا۔ ابو حنیفہؒ علم میں اونچے ہیں۔ عمر میں بڑے ہیں ابو حنیفہؒ کی فقہ اور ورع کی وجہ سے مجھ پر ابو حنیفہؒ کا ادب اور احترام[۱] لازم تھا۔

ایک سائل نے امام ابو حنیفہؒ سے مسئلہ پوچھا اور آپ کا جواب لیکر اس نے سفیانؒ ثوری کو بتایا۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد سفیانؒ نے جواب دیا۔ مسئلہ تو یہی ہے۔ جو ابو حنیفہؒ نے بتایا ہے۔ ایک صاحب نے سفیانؒ سے کہا مجھے حج کے مسائل میں ابو حنیفہؒ نے ایسا ایسا فرمایا ہے۔ سفیانؒ نے فرمایا جواب تو یہی ہے۔ جو ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے۔ اور اس کے خلاف کون کہہ سکتا[۲] ہے۔

---

[۱] تہذیب الاسماء ص ۲۲ ج ۲ [۲] الانتقاء ص ۱۲۸۔

سفیان ثوریؒ سے جب کوئی دقیق مسئلہ پوچھا جاتا تھا۔ تو فرماتے تھے۔ میں اس مسئلہ کا
مدہ جواب نہیں دے سکتا تھا۔ ایسے مسائل جن پر ہم لوگ حسد کرتے ہیں ابو حنیفہؒ عمدہ جواب
یتے تھے۔ اور پھر ابو حنیفہؒ کے شاگردوں سے پوچھتے تھے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاد
یا قول ہے۔ اور اس جواب کو یاد کرتے تھے اور اس کے موافق جواب[1] دیتے تھے۔

سفیانؒ کے ان واقعات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کے علم کا امتیاز اوج پر
ا۔ اور سفیانؒ اس کو تسلیم کرتے ہیں اور یہ کہ سفیانؒ نے ابو حنیفہؒ کی فقہ کے مسائل کی
ویب فرمائی اور یہ کہ ابو حنیفہؒ کی وفات کا سفیانؒ ثوری کو رنج تھا۔ اور آپ ابو حنیفہؒ
قہ کے محتاج تھے۔ اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کو ابو حنیفہؒ کے تلامذہ سے دریافت کرتے اور
ں پر عمل کرتے تھے۔ تعجب ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرنے اور تقلید کرنے سے سفیانؒ
ی باہر نہیں ہوتے ہیں۔ اور غیر مقلد اس پر ناک چڑھاتے ہیں۔ اس کا معنیٰ تو یہ ہے۔ کہ یہ
حدیث فرقہ آئمہ حدیث کا مخالف گروہ ہے۔ سفیانؒ ثوری نے ۱۶۱ھ میں وفات پائی
ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ نعیم بن حمادؒ نے سفیانؒ کا نام لیکر ابو حنیفہؒ کی
فات کی خبر پر جو بات کہی تھی وہ جھوٹ تھا۔

عبدالرزاقؒ فرماتے ہیں میں نے ابو حنیفہؒ سے زیادہ صاحب حلم دوسرے کو نہیں
یکھا۔ میں نے ابو حنیفہؒ کو حرم شریف میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور آپ کے گرد حلقہ تھا۔ ایک
ل نے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ سائل نے کہا حسن نے اس مسئلہ میں
یسا ایسا فرمایا ہے۔ اور ابن مسعود نے ایسا فرمایا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ حسن سے غلطی
ہوئی ہے۔ اور ابن مسعود نے صحیح فرمایا۔ اس پر لوگ چیخ اٹھے۔ عبدالرزاق فرماتے ہیں
میں نے اس مسئلہ پر غور کیا۔ تو اس مسئلہ میں ابن مسعود کا وہی فتویٰ تھا جو ابو حنیفہؒ
نے فرمایا تھا[2]۔

---

[1] کتاب المناقب للموفق ص۳۶۸ ج اوّل [2] الانتقاء ص۱۳۵۔

حماد بن زید فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم ہے۔ میں ابو حنیفہؒ کو بہت پسند کرتا ہوں اس لئے کہ آپ ایوب سختیانی کو پسند کرتے ہیں۔ سلیمان بن حرب کہتے ہیں۔ حماد بن زید نے ابو حنیفہؒ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت[1] کی ہیں۔

وکیع بن الجراح فرماتے ہیں:

میں ابو حنیفہؒ سے زیادہ دوسرے فقیہہ کو نہیں ملا ہوں۔ اور ابو حنیفہؒ سے زیادہ اچھی نماز میں نے کسی دوسرے کی نہیں دیکھی۔ وکیع فرماتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ عظیم الامانت تھے اللہ کی رضاء کو ہر شئے پر مقدم رکھتے تھے۔ اور ہر شئے سے اللہ کی رضاء کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اگر اللہ کی راہ میں ابو حنیفہؒ پر تلواریں بھی چلتیں تو ان کو برداشت[2] کرتے۔

یہ وہ حضرات آئمہ کبار ہیں۔ جن کا نام لے کر شیخ الاسلام عینیؒ نے یہ لکھا ہے۔ کہ حضرات آئمہ کبار حدیث نے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف اور ثناء کی ہے۔ اور حکیم صاحب سند نے آئمہ کبار کی تعریف و ثناء کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ علامہ عینیؒ نے اس کہنے میں دھوکہ دیا ہے۔ آپ نے حافظ نوویؒ، حافظ ابن عبد البرؒ، خطیبؒ اور علامہ موفق کی کتابوں کے حوالہ سے پڑھ لیا ہے۔ کہ ان حضرات اہل علم نے آئمہ کبار حدیث سے امام ابو حنیفہؒ کی تعریف اور ثناء کو روایت کیا ہے۔ آپ خود فیصلہ کر لیجئے کہ شیخ الاسلام عینیؒ اس کہنے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ یا حکیم صاحب سند واس کا انکار کرنے میں ادا شیخ الاسلامؒ کو دھوکہ دہی کے الزام دیتے ہیں۔ جھوٹ بولنے اور فریب دینے میں شرم نہیں کرتے ہیں۔ ابو حنیفہؒ کے علم و فضل کی برتری کے معاند مخالف کو اللہ تعالیٰ یہ سزا دیتا ہے۔ کہ بات بات میں ذلیل ہوتا ہے۔ اور جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ذلت سے ہر ایک مسلمان کو بچائے۔ اور آپ نے یہ بھی پڑھ لیا ہے۔ کہ ان آئمہ کبار نے صرف ابو حنیفہؒ کی تعریف اور ثناء نہیں کی ہے۔ بلکہ ابو حنیفہؒ کی فقہ سے استفادہ

---

[1] الانتقاء ص۱۳۱ [2] تہذیب الاسماء ص۲۲۱ ج۲

Marfat.com

ے اور ابو حنیفہؒ کی فقہ پر عمل کرتے رہے۔ اور حج کے مناسک جیسے اعمال میں اس کی تقلید
۔ اور ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد بھی ابو حنیفہؒ کے اقوال کو ابو حنیفہؒ کے تلامذہ سے
ل اور افتاء کے لئے حاصل کرتے رہے۔ اور کیا عضب ہے۔ ان لوگوں پر کہ ابو حنیفہؒ
فقہ کو بدعتانہ رائے بتلاتے ہیں۔

ابن خلدونؒ کی رائے اور تبصرہ

ابن خلدونؒ اپنی تاریخ کے مقدمہ باب ششم فصل ششم۔ علم حدیث کے عنوان
ں امام ابو حنیفہؒ کے علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کی امامت و اجتہاد پر اور قلت بضاعت پر مختصر مگر
فید تبصرہ کیا ہے۔ میں اختصار کے ساتھ اس سے کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ
جھ لیں کہ امت مسلمہ میں جن صاحب علم و بصیرت نے امام ابو حنیفہؒ کا ترجمہ لکھا
ہے تو اس نے امام ابو حنیفہؒ کو علم و اجتہاد کی برتر بلندیوں میں ذکر کیا ہے۔ صرف
کلیم صاحب سند و ایسے صاحب ہیں۔ کہ علم و بصیرت میں امام ابو حنیفہؒ کے امتیاز
ور اوج سے خار کھاتے ہیں۔ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:۔

یہ امر بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ آئمہ مجتہدین سے بعض آئمہ سے بہت سی روائتیں منقول ہیں اور بعض سے بہت کم۔ چنانچہ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ کہ ان سے صرف سترہ حدیثیں مروی ہیں یا اس کے قریب قریب ..... بعض حاسدوں کی یہ خام خیالی ہے۔ کہ جس امام سے روایت کم مروی ہیں۔ وہ حدیث میں قلیل البضاعۃ ہوتا ہے۔ حالانکہ ایسا لغو تخیل کبار آئمہ کے متعلق قائم کرنا سخت گستاخی اور بے عقلی ہے۔ کیونکہ شریعت کا سرچشمہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہیں۔ اور جس کے پاس ذخیرہ حدیث کم ہو اس کے لئے لازمی اور ضروری ہے۔ کہ وہ علم حدیث حاصل کرے۔ اور روایات کا کافی ذخیرہ فراہم کرے اور اس راہ میں جہد و سعی عمل میں لائے تاکہ دین اصول صحیحہ کے تحت مرتب ہو اور شارع علیہ السلام سے احکام دین پورے پورے اخذ کئے جا سکیں پھر امام

Marfat.com

مجتہد سے ایسی کوتاہی کب متصور ہو سکتی ہے۔ کہ وہ علم حدیث میں قاصر و عاجز ہو۔ اور اس میں اس کے معلومات کوتاہ ہوں ..... اب رہا امام ابو حنیفہؒ کی روایت کے کم ہونے کا مسئلہ۔ تو اس کا راز یہ ہے۔ کہ انہوں نے تحمل روایت کی شرطیں سخت کر دی تھیں۔ حدیث نفسی کے خلاف عمل اگر معارض ہوتا تھا۔ تو اس حدیث کو ضعیف ٹھہرا کر رد کر دیا کرتے تھے۔ اور انہیں پابندیوں اور قیود سے ان کی روائیت کم ہو گئی جب آپ ہی کی صحیح مانی ہوئی حدیث کو مجتہدین نے صحیح مانا۔ اور جس کو آپ نے رد کیا مجتہدین نے بھی رد کیا۔ اور جسکو آپ نے قبول کیا مجتہدین نے بھی قبول کیا۔ تو اب آپ کو کبار مجتہدین میں شمار کرنے سے کس کو انکار ہو سکتا ہے۔ اور یوں انصاف کا خون کون کر سکتا ہے ..... اور جب یہ سارے واقعات و حقائق آپ کے سامنے آگئے تو اب کبھی آئمہ مجتہدین کے بارے میں نامناسب گمان دل میں نہ لائیے یہ تو درحقیقت وہ بزرگ ہیں۔ کہ ان کے متعلق برا خیال قائم کرنا انصاف کا سخت خون کرنا ہے۔ آہ غرض یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کی شانِ اجتہاد کے خلاف ابو حنیفہؒ کے بارے میں قلت حدیث کا گمان کرنا سراسر ظلم اور انصاف کا خون کرنا ہے۔

مگر حکیم صاحب ہیں کہ اس ظلم اور بے انصافی کو اپنے لئے خوبی سمجھتے ہیں۔

ابن خلدونؒ کی یہ بحث روائیت حدیث کی قلت اور علم حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کے بارے میں ہے۔ اور علم حدیث میں ابو حنیفہؒ کے اجتہاد پر وجوہات بیان فرمائے۔ اور علم حدیث میں ابو حنیفہؒ کے اجتہاد کے انکار کرنے کو ظلم اور انصاف کا خون کرنا بتلایا ہے۔

عبدالرحمٰن ابنِ خلدونؒ ۷۳۲ھ میں تونس کے مقام میں پیدا ہوئے۔ ا
۸۰۸ھ میں قاہرہ میں آپ نے وفات پائی ہے۔ ابنِ خلدون سے پہلے ایک ا
مبصر ابی الفتح محمد بن عبدالکریم شافعی شہرستانی متوفی ۵۴۸ھ نے ایک بحث

Marfat.com

سلہ میں جن الفاظ میں امام ابو حنیفہؒ کا ذکر کیا ہے۔ میں اس کو یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں
شہرستانی کہتے ہیں:۔

حسن بن محمد بن ابی طالبؒ۔ سعیدؒ بن جبیر۔ طلقؒ بن حبیب۔ عمروؒ بن مرۃ۔ محاربؒ
بن دثارؒ۔ مقاتلؒ بن سلیمان۔ زرؒ۔ عمروؒ بن ذر۔ حمادؒ بن ابی سلیمان۔ ابو حنیفہؒ۔
ابو یوسفؒ۔ محمدؒ بن الحسن۔ زیدؒ بن جعفر یہ سب آئمہ حدیث ہیں۔ اصحاب کبائر
کو گناہ کبیرہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے ہیں۔ اور یہ حکم نہیں دیتے ہیں۔ کہ اصحاب
کبائر ہمیشہ کے لئے جہنم میں ہوں گے۔ اور خوارج اور قدریہ ان کے خلاف یہ کہتے
ہیں۔ کہ اصحاب کبائر ہمیشہ جہنم میں ہوں گے۔

یہ شہرستانی ہے۔ اور شافعی ہے۔ صریح الفاظ میں امام ابو حنیفہؒ کو مقاتلؒ بن سلیمان
سعیدؒ بن جبیر۔ حمادؒ بن سلیمان کی طرح علم حدیث میں امام کہتے ہیں۔ مگر حکیم صاحب
کا دعویٰ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کو برائے نام بھی کسی نے محدث اور امام فی الحدیث
نہیں لکھا ہے۔ کیا کیا جائے۔ حکیم صاحب کو شہرستانی کی کتاب کے پڑھنے کا بھی اتفاق
نہیں ہوا ہے۔ ورنہ شہرستانی نے صریح الفاظ میں یہی لکھا ہے۔ جو میں نے نقل
کر دیا ہے۔

امام احمدؒ کا فتویٰ

حکیم صاحب سندھ اور غیر مقلدین کو یہ شکایت ہے۔ کہ
حنفی علماء عموماً اور دیوبند کے علماء خصوصاً اہلحدیث کو
بغوض جانتے ہیں۔ اس لئے حکیم صاحب نے اپنے حق میں اور حنفی علماء کے خلاف
"نتائج التقلید" کے صفحہ ۲۱۳ پر امام احمدؒ کا یہ فتویٰ نقل کر دیا ہے۔ کہ اہل حدیث کی برائی
زندیق اور گمراہ لوگوں کی عادت ہے۔

مگر حکیم صاحب بھی عجیب حکیم جی ہیں۔ امام احمدؒ کا یہ فتویٰ خود حکیم صاحب کے

سلہ کتاب الملل والنحل للشہرستانی صفحہ ۱۹۵ ج اول برحاشیہ کتاب الملل والنحل لابن حزم

خلاف پڑتا ہے۔ امام احمدؒ کے زمانہ میں اہل حدیث فرقہ کوئی نہیں تھا۔ جیسا کہ پہلے مفصل پڑھ چکے ہیں۔ امام احمدؒ نے ایسے آئمہ حدیث کی برائی کو زندقہ اور گمراہی بتلایا ہے۔ جنہوں نے علم حدیث کی روایت کے ساتھ ساتھ علم حدیث میں بصیرت اور تفقہ سے علم حدیث کے گہرے مقاصد اور عمیق معانی کو کھولا اور حدیث کے افہام و تفہیم کی حدود کو وسیع سے وسیع تر کر دیا ہے۔ اور دین محمدی صلعم کی فوق العادت ایسی خدمات انجام دی ہیں جن کے بعد اس قسم کی خدمات کی توفیق دوسروں کو میسر نہیں آئی ہے۔ جیسے فقہاء اربعہ امام اعظم ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ اور ان کے امثال حضرات گزرے ہیں۔ اور ان حضرات اہلحدیث کی جو بھی برائی کرتا ہے۔ وہ زندیق اور گمراہ ہے۔ جیسا کہ حکیم صاحب اور اس کے گروپ کی یہ خصوصی ڈیوٹی ہے۔ اور حکیم صاحب جیسے اہلحدیث کی مذمت خود آئمہ حدیث نے کی ہے۔ جیسا کہ ابن جوزیؒ نے اہلحدیث کی ردو قدح کو جھوٹ اور حیلہ جوئی کو غریب روایات کے بیان کرنے کو اور حدیث کے معانی نہ جاننے اور غلط فتاویٰ دینے۔ اہلحدیث کو ابلیس کی تلبیس لکھا ہے اور آپ نے پہلے پڑھ لیا۔ اور ابا سلیمان دارانی کہتے ہیں۔ ہم سفیانؒ ثوری کے پاس گئے۔ اور وہ مکہ میں ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ہمیں دیکھ کر فرمایا۔ میرے پاس کیوں آئے ہو۔ اللہ کی قسم تمہارے دیکھنے سے تمہارا نہ دیکھنا اچھا تھا۔ اور امیر المومنین فی الحدیث امام شعبہؒ فرماتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا جب میں کسی اہلحدیث کو اپنی طرف آتے دیکھتا تھا تو میں خوش ہوتا تھا۔ اور آج یہ حال ہے۔ کہ جب اہلحدیث میں کسی کو اپنی طرف آتا دیکھتا ہوں تو اس سے زیادہ کسی اور چیز کو برا نہیں جانتا ہوں۔ ابن ابی الحواریؒ کا بیان ہے۔ کہ ۱۸۵ھ میں ہم اہلحدیث کے طلبہ فضیلؒ بن عیاض سے ملنے کے لئے گئے اور ہمارے استمزاج کے جواب میں فضیلؒ نے فرمایا۔ خدا کی طرف سے تو خیریت ہے مگر تمہاری طرف سے اذیت ہی اذیت ہے۔

جامع بیان العلم والعلماء فہم اور تفقہ کے بغیر اکثار حدیث کا باب آئمہ حدیث کے
بورہ اور دوسرے اقوال سے جن کو ابن عبدالبرؒ نے مذکورہ ابواب میں ذکر کیا ہے۔
ابت ہوتا ہے کہ آئمہ حدیث کو حکیم جیسے قسم کے اہلحدیث سے اذیت ہی اذیت پہنچی
ے۔ اور اس قسم کے اہل حدیث کے نہ دیکھنے سے آئمہ حدیث خوش تھے۔ اور اس قسم
ے اہل حدیث کے آنے اور ملنے کو آئمہ حدیث بُرا جانتے تھے۔ پھر حکیم صاحب دیوبند
ے علماء کا کیوں گلہ کرتے ہیں۔ اور دارالعلوم سے اہل حدیث طلبہ کے اخراج کی شکایت
یوں ہے۔ آئمہ حدیث کی طرح اس قسم کے اہلحدیث کو دارالعلوم کے اکابر نے دیکھنا
ہیں چاہا۔ اور ان کی اذیت سے اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا ارادہ کیا۔

نتائج التقلید کے عجائبات

حکیم صاحب کے اس پلندے میں فقہ حنفی کی
مذمت اور عہدِ صحابہ اور تابعین میں فقہاء کا
نکار۔ اربابِ رائے کی مذمت اور امام ابوحنیفہؒ کو اربابِ رائے کا امام بتلانا قیاس
ور تقلید کا انکار و مذمت اور فقہ حنفی پر غلط اصول کا افتراء۔ نتائج التقلیدؒ کے وہ مضامین
ہیں۔ جن کو اہلِ علم قدیم سے جھٹلاتے چلے آرہے ہیں۔ اور اہلِ حدیث فرقہ کی بنیاد یہی
صور مکذوبہ ہیں۔ آئینہ صفحات میں انہیں عنوانات پر آپ پڑھتے چلئے۔ حکیم صاحب
نتائج التقلیدؒ کے باب ثانی۔ حنفی مذہب کی اعتقادی حیثیت اور تاریخی حقیقت
کے عنوانوں کے نیچے ص۹۴ سے فقہ حنفی کی مذمت شروع کرتے ہیں۔

فقہ حنفی کی مذمت

حکیم صاحب کہتے ہیں۔ بلا اختلاف تمام کے تمام مشاہیر
اسلام نے اپنی تحقیقی و تصانیف تاریخ و رجال اور
کتب سیر بلکہ شروع کتب حدیث تک میں حنفی مذہب کو مدنی حجازی مذہب مسلک
اہلحدیث کے مدّ مقابل اہل الرائے کے عراقی مذہب کے نام و عنوان سے ذکر کیا ہے۔
حکیم صاحب نے حنفی مذہب کی اعتقادی اور تاریخی حقیقت پر متعدد رسالے لکھے

Marfat.com

ہیں۔ اس لئے میں ہر ایک وجہ کے لکھنے کے بعد ہی اس کا جواب لکھوں گا۔

پہلی وجہ کا جواب

میں کسی ایک ایسے مورخ اور عالم کو نہیں جانتا۔ جس نے مدنی حجازی یعنی سنت نبوی کے مقابلہ پر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کو رکھا ہے۔ اور نہ کسی ایک ایسے محدث اور فقیہ امت کو جانتا ہوں جس نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کو سنت نبوی کا مدِ مقابل اور مخالف ثابت کیا ہے۔ امت کے محققین اہل علم نے امام ابو حنیفہؒ کی فقہ اور مذہب کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ آپ نے امام شعرانیؒ کے بیان میں پڑھ لیا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو حدیث پر قیاس کو مقدم کرنے کا الزام وہ شخص دیتا ہے۔ جو متعصب ہے۔ اور دین پر تہمت لگاتا ہے۔ اور اپنی بات میں جھوٹ بولنا چاہتا ہے۔ ابو حنیفہؒ نے فرمایا میں شدید ضرورت کے وقت قیاس کرتا ہوں۔ اور وہ شدید ضرورت یہ ہے۔ کہ مجھے کتاب اور سنت میں جب نص نہیں ملتی ہے۔ اور وہ شخص جھوٹ بولتا ہے جو کہتا ہے۔ کہ میں قیاس کو مقدم کرتا ہوں۔ اور شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔

میرا اور ہر سمجھدار منصف کا ابو حنیفہؒ کے بارے میں اعتقاد یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث کے مقابلہ میں رائے کی مذمت کرتے ہیں۔ اور لوگوں کے اس الزام سے پاک ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ دین میں مذموم رائے سے پاک اور بیزار ہیں۔ اور جو ایسا کہتا ہے وہ اپنی بیوقوفی اور ذلیل رائے سے ہدایت کے امام پر انکار کرنے والا جاہل[1] اور متعصب ہے

ابو عصمہؒ اور ابو حمزہؒ فرماتے ہیں:۔

ہم نے امام ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب حدیث موجود ہوتی ہے۔ تو سر آنکھوں پر۔ اور جب صحابہ کے آثار ملتے ہیں تو ان میں پسند کرتا ہوں۔ اور جب تابعین کے اقوال ملتے ہیں تو ہم سوچتے ہیں۔ اور ان کی مزاحمت[2] کرتے ہیں۔

---

[1] میزان کبریٰ صفحہ ۶۹ تا ۶۹ [2] الانتقاء لابن عبدالبر صفحہ ۱۴۵

Marfat.com

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

کہ یہ فقہاء اربعہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ۔ باہم ایک دوسرے کی تقلید نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ان میں سے کسی ایک نے اپنی تقلید پر کسی کو مجبور کیا ہے۔ بلکہ ان حضرات فقہاء نے کتاب و سنت کی اتباع کی طرف لوگوں کو بلایا اور لوگوں نے ان کی تقلید پر کسی منظم تحریک سے اتفاق نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہر شخص نے اپنی عقیدت اور حسن ظن سے جس امام کی تقلید کو چاہا اس[1] کی تقلید کی ہے۔

یحییٰؒ بن آدم فرماتے ہیں:۔

میں نے حسنؒ بن صالح کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔ ابو حنیفہؒ اپنے علم میں پختہ تھے سمجھدار اور عالم تھے۔ جب آپ کو حدیث ثابت ہو جاتی تو دوسری طرف قیاس کی طرف توجہ نہیں فرماتے[2] تھے

حسنؒ بن صالح فقیہہ عابد ہیں۔ ۱۹۹ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔ اسماعیلؒ بن حمادؒ بن ابی حنیفہؒ نے کوفہ میں ابو حنیفہؒ کے درس کے حلقہ میں فرمایا۔ یہ جو ہم سوچتے ہیں یہ رائے اور فقہ ہے۔ ہم اس پر کسی کو مجبور نہیں کرتے ہیں۔ اور نہ ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ لوگوں پر اس کو جبراً قبول کرنا واجب ہے۔ جس کے پاس اس سے اچھی فقہ اور رائے ہے تو وہ اس کو لائے[3]۔

یہ ہیں وہ آئمہ حدیث جنہوں نے ابو حنیفہؒ کی زبان سے ابو حنیفہؒ کی فقہ کو سنا اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کو جانا۔ اور ابو حنیفہؒ سے یہ سنا کہ ابو حنیفہؒ اس وقت اپنی فقہ کو مرتب فرماتے ہیں جب اس کے پاس حدیث ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اپنی فقہ کو اس حدیث سے مرتب کرتے ہیں جس میں حکم مذکور ہے۔ اور اس منطوق پر شارع کے حکم سے مسکوت کو قیاس کرتے ہیں۔ یہ ابو حنیفہؒ کی فقہ ہے۔ کہ منطوق سے مسکوت عنہ

---

[1] منہاج السنۃ لابن تیمیہ ص۹۱ ج ۲ [2] الانتقاء ص۱۲۸ [3] کتاب الانتقاء ص۱۴۰

تک شارع کا حکم پہنچاتی ہے۔ اور ان حضرات آئمہ حدیث کے مقابلہ پر جس نے بھی کہا کہ ابو حنیفہؒ کی فقہ سنت نبوی کے مقابلہ پر صرف رائے ہے۔ تو اس نے غلط کہا۔ اور ابو حنیفہؒ کی فقہ کو نہیں جانتا ہے۔ اور حافظ ابن تیمیہؒ کا بیان بڑا قیمتی ہے۔ کہ ان حضرات فقہاء اربعہ نے کتاب و سنت کا بلاوا دیا ہے۔ کتاب و سنت کی طرف یہ حضرات فقہا داعی ہیں۔ اپنی رائے اور قیاس کی طرف انہوں نے کسی کو دعوت نہیں دی ہے۔ ان حضرات نے صرف اپنے فکر و نظر میں کتاب و سنت کی نصوص میں مذکورہ حکم کو ان مسائل میں بیان فرمایا ہے۔ جن میں ان کو کتاب و سنت میں صاف اور صریح نص ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اس پر بھی اسقدر احتیاط کیا کہ اپنی تقلید پر کسی کو مجبور نہیں کیا ہے۔ لوگوں کو جس امام کے ساتھ حسن ظن تھا اور عقیدت تھی انہوں نے اس امام کی تقلید اپنی صوابدید پر کی ہے۔ اور اسماعیلؒ بن حماد کے بیان کو خوب سوچئے وہ ابو حنیفہؒ کے سامنے درس کے حلقہ میں اعلان فرماتے ہیں۔ کہ ابو حنیفہؒ اپنی فقہ اور قیاس کو دوسروں کی فقہ اور قیاس کے مقابلہ پر اچھا جانتے ہیں۔ اگر اس سے کسی کے پاس اچھی فقہ اور قیاس ہے۔ تو لاکر پیش کر دیں ابو حنیفہؒ کی فقہ حدیث کے مدِ مقابل نہیں ہے۔ بلکہ حدیث میں مذکورہ حکم کو اس مسئلہ میں بھی اطلاق کرتے ہیں جس میں حکم دیے سے حدیث خاموش ہے۔

حکیم صاحب نے تاریخ اور اہلِ علم کے نام پر ابو حنیفہؒ کی فقہ کے خلاف افتراء کیا اور جھوٹ تراشا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ کا اہل الرائے ارباب بصیرت کے عنوان سے ذکر کیا جانا بہت بڑی فضیلت اور بے پناہ خوبی ہے۔ صحابہ اور تابعین ہی ممتاز اور جلیل القدر ارباب فقہ و نظر صحابہ اور تابعین کو اہلِ علم آئمہ حدیث نے اہل رائے کے لقب سے ذکر کیا ہے۔ مگر حکیم صاحب بچارا اس کو نہیں جانتا۔

فقہ حنفی کی مذمت کی دوسری وجہ۔ حکیم صاحب کہتے ہیں شیخ عبد العزیز

ورراللہ مرقدہٗ المعروف شیخ جیلانی جو کہ اہل السنّت والجماعۃ کے مسلمہ و
ور بزرگ ہیں۔ اپنی تصنیفِ لطیف غنیۃ الطالبین میں اہلِ بدعت و گمراہ
رقوں کی تفصیل و فہرست بیان کرتے ہوئے حنفی مذہب کو اہل السنّت والجماعۃ سے
الج مرجیہ ایسے بدعتی و گمراہ فرقہ کی شاخ شمار کرتے ہیں۔

جواب حکیم صاحب سیّد السادات اہل اللہ کے قطب جیلانیؒ کے نام پر
فتراء کرنے سے بھی خدا کا خوف نہیں کھاتے ہیں۔ شیخ جیلانی قدس سرہٗ نے
غنیۃ الطالبین میں کہیں بھی اور قطعاً حنفی مذہب کو مرجیۂ فرقہ کی شاخ نہیں لکھا
ہے۔ اگر حکیم صاحب اور اس کی کتاب کی تصدیق کرنے والوں میں کسی میں کچھ حیا رہے۔ تو
نیۃ الطالبین کے اس مقام اور عبارت کی نشاندہی کر دے شیخ جیلانی قدس سرہٗ
ے بعض ایسے لوگوں کو جو فروع میں ابو حنیفہؒ کی تقلید کرتے ہیں۔ اور حنفیہ کہلاتے ہیں۔ مگر اصل
قائد میں مرجیٔ ہیں یا بعض مرجیہ بھی جو فروع میں حنفیہ کہلاتے ہیں۔ ایسے فرقہ کو مرجیہ کی شاخ
کھا ہے۔ اور شیخ جیلانی قدس سرہٗ کی مراد یہ ہے۔ کہ ایسا فرقہ جو اصول میں مرجیہ ہے
ور فروع میں حنفیہ ابو حنیفہؒ کا مقلد ہے ایسا گروہ ہے۔ کہ فروع میں حنفیہ ہونے۔ امام
و حنیفہؒ کے مقلد ہونے کی وجہ سے مرجیہ بدعتی فرقے سے باہر اور اہل السنّت والجماعۃ
یں داخل نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ فرقوں کی تقسیم و تفریق کی بنیاد فروع پر نہیں بلکہ
صول و عقائد پر ہے۔ اصل اور حقیقی حنفی وہ لوگ ہیں۔ جو اصول اور فروع دونوں
یں امام ابو حنیفہؒ کی راہ چلتے اور تقلید کرتے ہیں۔ اور حنفی مذہب امام ابو حنیفہؒ
کے ان اقیسہ اور اقوال کا نام ہے۔ جن پر ابو حنیفہؒ آخر وقت تک قائم رہے ہیں۔ اور ان
و بتاتے اور پڑھاتے رہے ہیں۔ اور ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ اور ان کے امثال کی
کتابوں میں محفوظ ہے۔ کسی مرجیٔ کا فروع میں ابو حنیفہؒ کی تقلید کرنا اور حنفی کہلانا
ابو حنیفہؒ کے قیاس اور اقوال و مذہب کو مرجیہ کی شاخ کیونکر بتا سکتا ہے۔ بہت سے

Marfat.com

ہندعلین فرقوں نے بھی فروع میں امام ابو حنیفہؒ کی راہ کو اختیار کیا اور تقلید کی ہے۔ ان کو فروع میں حنفی کہا گیا ہے۔ مگر ان کو حنفی بتلانے میں ایسی قید لگا دی گئی ہے۔ کہ عقائد کلامیہ میں ان کے مسلک کی وضاحت کرتی ہے۔ اور ان کا ایسا عقیدہ ظاہر کیا گیا ہے۔ جو اس ہندع فرقہ کا عقیدہ ہے۔ جس کی شاخ ان کو کہا گیا ہے۔ وزیر یمانیؒ کہتے ہیں۔ کہ اہل السنۃ اور اہلِ اعتزال دونوں فرقوں کو امام ابو حنیفہؒ کی تعظیم اور جلال پر اتفاق ہے اہل السنت کا احترام و اجلال تو اظہر من الشمس ہے۔ اور اہلِ اعتزال میں ابی علی اور اس کا بیٹا ابی ہاشم متقدمین میں اور ابو الحسین بصری اور زمخشری متاخرین میں ابو حنیفہ کی طرف انتساب اور فروع میں ابو حنیفہؒ کی تقلید میں فضیلت سمجھتے ہیں۔ اور اعتزاز کرتے ہیں اور کسی وقت بھی انہوں نے اس انتساب اور اس اتباع میں بڑائی نہیں کی[1]

بعض مرجئہ کی طرح اہلِ اعتزال کے پیشرو اہلِ علم کو بھی فروع میں ابو حنیفہؒ سے حسنِ ظن اور اتباع و تقلید میں عقیدت تھی۔ امام ابو حنیفہؒ کی تقلید اور اتباع میں کسی فرقہ کا ابو حنیفہؒ کے مذہب سے حسنِ ظن اور عقیدہ کا یہ معنی تو نہیں ہے۔ کہ ابو حنیفہ کا مذہب اس بدعتی فرقہ کی شاخ ہے۔ جیسا کہ عقلمند حکیم کہتے اور بتلانا چاہتے ہیں

اب آپ امام الاولیاء فقیہ العلماء شیخ جیلانی قدس سرہٗ نے اس بحث میں جتنا کچھ لکھا ہے۔ پڑھ لیجئے۔ اور اس کند ذہن اور دروغ گو حکیم کی ہدایت کے دعاء کیجئے۔ کہ ایسے قبیح فکر سے استغفار کرے۔ شیخ جیلانی قدس سرہٗ دس فرقہ کی تفصیل میں تہتر فرقوں کی تعداد کو ذکر کرتے ہیں۔ اور فرقہ مرجیئہ کی تفصیل میں بارہ فرقہ ذکر فرمائے ہیں۔ اور ہر فرقہ کے ذکر میں اس کا وہ عقیدہ اور منسوب ذکر فرمایا جس اصل اور جس کی نسبت نے اس فرقہ کو دوسرے فرقہ سے الگ کر دیا ہے مثلاً جہمیہ فرقہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے۔ یہ فرقہ جہم بن صفوان کی طرف

[1] الروض الباسم صفحہ ۱۵۹

ہے۔ اور یہ فرقہ کہتا ہے۔ کہ ایمان اللہ کی اور رسول کی اور جو کچھ رسول خدا کی طرف سے لایا
ہے پہنچاننے کا نام ہے اور بس۔ اور کہتا ہے۔ قرآن مخلوق ہے۔ اور اللہ نے کسی سے
کلام نہیں کیا۔ اور نہ اللہ کسی کو دکھائی دیتا ہے۔ الخ اور صالحیہ فرقہ کے تعارف میں لکھا
ہے۔ کہ اس فرقہ کو صالحیہ اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ حسن صالحی کے مذہب پر چلتے ہیں۔
اور یہ فرقہ کہتا ہے۔ ایمان معرفت ہے۔ اور کفر جہل ہے۔ اور جو کوئی کہے کہ خدا تین
میں تو وہ کافر نہیں ہے۔ الخ۔ اسی طرح ہر فرقہ کے تعارف میں اس کی خصوصیات مذکور
ہیں۔ اور مرجیہ بارہ فرقوں کی تفصیل میں ایک فرقہ حنفیہ بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس کے
بعد علم ظاہر اور علم باطن کے اہلِ علم کے اس مقتدا نے فرقہ مرجیہ کی وجہ تسمیہ بیان کرتے
ہوئے اس خصوصی علامت اور اصل کو بھی ظاہر فرمایا۔ جس سے یہ فرقہ پہچانا جاتا ہے۔
فرماتے ہیں۔ مرجیئہ کو مرجیئہ اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ وہ گمان کرتے ہیں۔ کہ جس آدمی
نے کلمہ توحید پڑھ لیا اور پھر اس کے بعد تمام گناہ کئے وہ ہرگز دوزخ میں نہ جائیگا
اور کہا ہے۔ کہ ایمان عمل اور احکام شرائع کے بغیر ایک قول ہے۔ ایمان صرف کلمہ
توحید اور ان کے ایمان ہیں اور فرشتوں اور پیغمبروں کے ایمان میں کوئی فرق بھی نہیں
ایک ہے۔ جس نے زبان سے اقرار کر لیا اور عمل نہ کیا وہ مومن ہے۔ اس کے بعد
مرجیہ کے ایک ایک فرقہ کا بیان فرماتے ہوئے مرجیئہ حنفیہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔
لیکن مرجیہ حنفیہ وہ بعض اصحاب مقلدین ابو حنیفہؒ یا تلامذہ ابو حنیفہؒ ہیں۔ ان کا
خیال ہے۔ کہ اللہ کی اور اس کے رسول کی معرفت اور اقرار کا اور جو رسول اللہ تعالیٰ
سے لیکر آیا ہے۔ اس کی معرفت اور اقرار کا نام ایمان ہے۔ جیسا کہ برہوتی نے اپنی
کتاب شجرہ میں ذکر کیا ہے۔

اس تمام تفصیل میں شیخ جیلانیؒ نے ابو حنیفہؒ کو مرجیؒ اور ابو حنیفہؒ کے
مذہب کو مرجیئہ کی شاخ نہیں لکھا ہے۔ بلکہ ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں خواہ وہ فروع میں

ابو حنیفہؒ کے مقلد ہوں یا تلامذہ ہوں جنکو جہم کے ساتھ اس اصل میں اتفاق ہے۔ کہ کلمہ توحید پڑھنے کے بعد تمام گناہوں کا مجرم بھی دوزخ میں نہیں جائیگا۔ مگر جہم کے خلاف امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ ایمان کی اس تعریف میں کہ ایمان معرفت اور اقرار کا نام ہے۔ اتفاق کرتے ہیں۔ اور جہم کا فرقہ جہمیہ مرجیہ زبان سے اقرار کرنے کو نہ شرط مانتے ہیں اور نہ شعلہ اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ اقرار باللسان اور معرفت بالقلب ایمان ہے۔ اور زبان سے اقرار کرنا شرط ہے۔ ابو حنیفہؒ کا اشعریؒ کا اور ماتریدیؒ کا یہ مذہب[1] ہے۔

ایسے فرقہ کو شیخ جیلانیؒ قدس سرہٗ نے مرجیہ کی شاخ کہا ہے۔ جسکو اصل عقیدہ میں جہم کے ساتھ اتفاق ہے۔ اور ایمان کی تعریف کے ایک فکر و نظر میں ابو حنیفہؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور جہم ایمان کی تعریف معرفت کرتے ہیں۔ مگر اس کی مراد معرفت لغوی شناختن ہے جو انکار و جحود کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ ایمان کی تعریف میں معرفت سے اعتقاد جازم یا صادر عن الدلیل علم ایمان کامل مراد لیتے ہیں۔ جو ہرگز انکار و جحود کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ فرقہ ابو حنیفہؒ کے اس قول اور فکر کو بھی جہم کے خلاف تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ اصل عقیدہ میں جہم کا پیرو ہے۔

آپ سوچئے کہ کچھ لوگ حنفی کہلاتے ہوئے بھی امام ابو حنیفہؒ کے خلاف اصل اور عقیدہ میں مرجیہ کی پیروی کرتے ہیں۔ اور شیخ جیلانیؒ قدس سرہٗ نے ان کو مرجیہ فرقہ کی شاخ لکھدیا۔ تو کون ہے۔ کہ اس سے یہ سمجھیگا کہ شیخ قدس سرہٗ نے ابو حنیفہؒ کے مذہب کو مرجیہ کی شاخ لکھا ہے۔

اور اس کے علاوہ شیخ قدس سرہٗ نے اس سے پہلے گمراہ فرقوں کی فصل میں فرمایا ہے اور ان گروہوں کا متفرق ہونا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ حضورؐ کے زمانہ میں اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں نہیں ہوا بلکہ یہ افتراق صحابہ کی وفات کے بعد

[1] عمدۃ القاری ص ۳ ج اول

ر تابعین کی وفات کے بعد اور مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ کی وفات کے بعد شہروں کے
ء اور فقہاء کی وفات کے بعد قرن بعد قرن سالہا سال گزرنے کے بعد فرقوں کا افتراق
ا۔ جب ان علماء اور فقہاء کی وفات سے علم قبض کیا گیا۔ مگر ان میں ایک تھوڑی جماعت
ں رہی اور وہی نجات پانے والا فرقہ ہے۔ جس سے خدا نے دین کو محفوظ رکھا۔ شیخؒ
ں سرہٗ کے اس بیان کے بعد آپ سوچئے کہ فرقوں کا افتراق اس وقت ہوا جب
و حنیفہؒ کا مذہب آپ کی حیات میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ اور ان کے
ثال کے ہاتھ مدون اور مرتب ہو چکا تھا۔ تو کیا جن فرقوں کے وجود سے بھی پہلے
مذہب مدون اور منظم ہو چکا تھا اس فرقہ کے مذہب کی وہ شاخ ہو سکتا ہے۔ جو
ں مذہب کی ترتیب اور تدوین کے بعد وہ فرقہ وجود میں یا ظہور میں آیا ہے۔ اور اسکے
وہ اس سے پہلے اوراق میں حافظ ابن تیمیہؒ اور شاہ ولی اللہؒ سے اور قاضی صاحبؒ
ے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ
ل السنت والجماعت کے علماء اور آئمہ ہیں۔ اور انہیں کے مذاہب میں اہل السنت
لجماعت کا مذہب محفوظ ہے۔

کیا حکیم صاحب ان آئمہ حدیث حضرات کو جھٹلانے کی جرأت کر سکتا ہے۔ کہ حنفی مذہب
دع فرقہ مرجیہ کی شاخ ہے۔

اس کے بعد حکیم صاحب نے حضرت شاہ ولی اللہؒ صاحب اور مولانا عبد الحیؒ
ے بھی کچھ نقل کیا ہے۔ مگر جب اصل کتابیں آپ کے سامنے ہوں گی اور آپ پڑھ
ینگے تو حکیم صاحب کی امید ان سے پوری نہیں ہوتی۔ بلکہ ان حضرات نے جو کچھ لکھا
ے۔ وہ حکیم صاحب کے ادعاء کے خلاف ہے۔ مگر حکیم صاحب کی منہ زوری ہے۔ ہر کسی
را اپنا مؤید بتلاتے ہیں۔

حنفی مذہب کے اصول۔ ابو حمزہؒ اور ابو عصمہؒ فرماتے ہیں۔ ہم نے امام

Marfat.com

ابو حنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے :۔

جب حدیث ثابت ہوتی ہے۔ تو اس پر عمل کرتا ہوں۔ اور جب صحابہ کے آثار ثابت ہوتے ہیں۔ تو ان سے باہر نہیں ہوتا ہوں۔ اور تابعین کے اقوال کو سوچتا[1] ہوں۔

حسنؒ بن صالح فرماتے ہیں :۔

ابو حنیفہؒ علم میں پختہ ہیں۔ جب آپ کو حدیث ثابت ہوتی ہے۔ تو دوسری طرف قیاس کی طرف توجہ نہیں فرماتے[2] ہیں۔

اور ابو مطیعؒ نے فرمایا کہ سفیان ثوریؒ۔ مقاتلؒ ابن حیان۔ حمادؒ بن سلمہ جعفر صادقؒ کو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ میں پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں۔ اور اس کے بعد سنت کو لیتا ہوں۔ اور اس کے بعد صحابہ کے آثار کو۔ اور صحابہ کے آثار میں ان آثار کو مقدم رکھتا ہوں جن پر صحابہ کو اتفاق ہے۔ اور جب ان میں سے کوئی رائے بھی میرے پاس نہیں ہوتی ہے۔ تو پھر قیاس کرتا ہوں۔ اور جب ان حضرات کو یہ معلوم ہوا تو انہوں نے کہا۔ ہم کو کسی نے غلط خبر پہنچائی تھی اور ہم نے غلطی میں کچھ کہا تھا۔ آپ ہمیں معاف کیجئے۔ اور ابو جعفر طیزاری نے فرمایا۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ کتاب اللہ اور سنت اور صحابہ کے آثار میں دلیل تلاش کرتا ہوں۔ اور اگر ان میں کوئی دلیل نہیں ملتی ہے۔ تو پھر علت جامعہ کی وجہ سے نص کے منطوق پر نص کے مسکوت عنہ کو قیاس کرتا ہوں۔ اور فرمایا۔ اللہ کی قسم ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ نے قیاس کو نص پر مقدم کر دیا ہے۔ وہ جھوٹا ہے۔ اور مجھ پر جھوٹ بولتا ہے۔ میں قیاس اس وقت کرتا ہوں جب نص نہیں ہوتی اور قیاس کی شدید ضرورت[3] ہوتی ہے۔

ان تمام حضرات علماء محدثین نے امام ابو حنیفہؒ سے براہِ راست امام ابو حنیفہ کی زبان سے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ فقہ حنفی کے اصول اللہ کی کتاب اور حضورؐ کی سنت

---

[1] کتاب الانتقاء ص ۱۴۴ [2] کتاب الانتقاء ص ۱۴۵ [3] میزان کبریٰ للشعرانی ص ۶۱

اجماع صحابہ یا صحابہ کے آثار کے بعد صحیح اور صحیح اصل پر قیاس کرنا ہے۔ اور جس نے
یا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نص پر یا صحابہ کے اجماع اور آثار پر قیاس کو
دم رکھتے ہیں وہ جھوٹا ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ پر افترا کرتے ہیں۔ آپ خوب سوچئے
ں کے بعد قیاس صحیح کئے بغیر چارہ کیا ہے صحابہ نے اور تابعین نے جب ان کو نص
میں ملی ہے۔ ضرورت کے وقت قیاس کیا ہے۔ اس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ مگر قیاس
تے ہیں شرط یہ ہے۔ کہ صحیح اصول پر قیاس کیا گیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہؒ نے رافضی کو جواب
یتے ہوئے کیا خوب لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

صحابہ نے قیاس کیا بھی ہے۔ اور قیاس کی مذمت بھی کی ہے۔ اور جس قسم قیاس کی
مذمت کی گئی ہے۔ وہ قیاس یہ ہے۔ کہ نص کے بالمقابل ہے۔ جیسا ان لوگوں کا یہ
قیاس جنہوں نے کہا انما البیع مثل الربٰی بیع ربا کی مانند ہے۔ اور ابلیس کا
قیاس کہ اس نے اللہ کے حکم سجدہ کے بالمقابل کہا تھا۔ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اور
ان مشرکین کا یہ قیاس جنہوں نے کہا تھا۔ جس کو تم مارتے ہو اس کو کھاتے ہو۔ اور جسکو
اللہ نے مارا ہے۔ اس کو نہیں کھاتے ہو۔ لیکن وہ قیاس جس میں اصل اور فرع
مقیس علیہ اور مقیس مناط حکم میں دونوں برابر ہیں۔ اور قیاس اس دلیل کا مقابل نہیں
ہے۔ جو قیاس سے راجح اور مقدم ہے۔ تو یہ ایسا قیاس ہے۔ جو منع نہیں کیا جائے گا
اور صحابہ تابعین میں معمول رہا ہے۔ یہ درست ہے۔ کہ بعض قیاس فاسد بھی ہیں۔ اور
علماء کے بعض قیاس باطل ہیں۔ اس لئے کہ ان کے بطلان پر نص موجود ہے۔ اور
بعض قیاس کے بطلان پر سلف کو اجماع ہے۔ لیکن اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ تمام
اقیسہ باطل ہیں۔ جیسا کہ اکثر حدیث کی روایات میں جھوٹ کا وجود پایا جاتا ہے۔ مگر
اس کا یہ معنیٰ نہیں۔ کہ حدیث کی تمام روایات جھوٹی ہیں۔ غیر محتاط محدثین کی روایات میں
تو ایسا ممکن ہے۔ مگر متقن اور محتاط محدثین کی روایات اس عیب سے پاک ہیں اسیطرح

Marfat.com

صحیح اصول پر قیاس صحیحہ اور دستور ہے۔ اور غلط اصول پر قیاس فاسد اور باطل ہے۔[1]

اس سے پہلے حافظؒ نے لکھا ہے:

فقہاء اربعہ امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ نے لوگوں کو کتاب وسنّت کی طرف بلایا ہے۔ اور ان حضرات فقہاء نے کسی کو بھی اپنی تقلید کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ لوگوں نے اپنے حُسنِ ظن اور عقیدت پر جس امام کی تقلید کو چاہا اس کی تقلید کی ہے۔[2]

ان حضرات علماء کی مراد یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نے اس وقت قیاس کیا ہے جب کہ مذکورہ دلائل کتاب وسنّت اور صحابہ کے آثار میں کوئی دلیل نہیں تھی۔ اور ایسی ضرورت کے وقت قیاس کرنا صحابہ اور تابعین کا بھی دستور تھا۔ اور یہ کہ امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کرنے میں بھی اس مفہوم اور معنی کی طرف لوگوں کو بلایا ہے۔ جو کتاب اور سنت میں منصوص ہے۔ اور جس واقعہ میں امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کیا ہے۔ اس میں علت جامعہ اور مناط حکم کے تساوی کی وجہ سے منصوص میں مذکورہ شرعی حکم کو اس مسکوت میں اس امید اور غالب ظن اکبر ظن پر ظاہر فرمایا۔ کہ اس مسکوت فیہ میں بھی اگر شارع کی نص آتی۔ تو وہ بھی یہی حکم ہوتا جو منصوص میں شارع کا حکم مذکور ہے۔ اور اس پر بھی احتیاط مزید احتیاط کہ امام ابو حنیفہؒ نے اپنے اس غالب ظن اور اکبر ظن کی تقلید پر کسی کو مجبور نہیں کیا ہے۔ اور فرمایا کہ اس مسکوت عنہ میں اگر اس فقہ اس معنی اور حکم سے جو کسی نص میں منصوص ہے۔ دوسری فقہ اور معنی یا حکم کسی دوسری نص کا بہتر معلوم ہوتا ہے۔ تو بیشک اس پر عمل کیجئے اور ہمیں بتلایئے۔

یہ ہیں فقہ حنفی کے محکم اصول۔ جن کے معلوم ہونے کے بعد کسی کے لئے قطعاً اس کہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ میں کتاب وسنّت اور صحابہ کے آثار کے نصوص یا کتاب وسنّت وصحابہ کے آثار میں مذکورہ حکم کے مفہوم اور معنی کے سو

---

[1] منہاج السنہ ص ۵۲ ج ۲ [2] منہاج السنہ ص ۹۱ ج ۲

رائے اور قیاس بھی داخل ہے۔ جسکا مفہوم اور حکم کتاب وسنّت اور صحابہ کے آثار
مذکور نہیں تھا۔ اور اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو وہ یا متعصب ضدی ہے۔ کہ امام ابو
رحؒ فہ کی ان تصریحات سے جی چراتا ہے۔ یا وہ حنفی فقہ کی اصول تدوین کو نہیں
تا ہے۔

شخصی تقلید اور

حافظ ابن تیمیہؒ کے اس گرانقدر بیان پر خوب غور کیجئے
اور اس کی گہرائی میں جاکر سوچئے۔ حافظ یہ فرماتے ہیں۔
گوں کو جس امام کے ساتھ چاروں اماموں میں عقیدت تھی اور حسن ظن تھا۔
س کا قول کتاب وسنّت کے زیادہ قریب ہے۔ اور جن امور میں کتاب وسنّت
صحابہ کے آثار میں تصریح نہیں ملی ہے۔ ان امور میں جس فقیہہ کی رائے اور قیاس
تاب وسنّت اور صحابہ کے آثار میں احکام کی زیادہ مشابہ اور موافق سمجھا ہے۔
س امام کی تقلید کیگئی ہے۔ اس کا معنی یہ ہے۔ کہ حافظ کے زمانہ سے پیشتر اہل علم
تقلید کا معمول تھا۔ اور شخصی تقلید کا معمول تھا اور اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ کسی
کے قول رائے اور قیاس کو کتاب وسنّت کے زیادہ قریب اور مشابہ معلوم کرنا
علم کا کام ہو سکتا ہے۔ بچارے عوام کتاب وسنّت میں احکام میں اور ان احکام
ساتھ کسی امام کی رائے اور قیاس کو زیادہ قریب اور مشابہ یا کم قریب اور مشابہ
کہاں جانتے ہیں۔ جیسے ابن خلکانؒ نے لکھا ہے۔ اور لیثؒ بن سعد امام
حنیفہؒ کی تقلید کرتے تھے۔ اور حافظ شمس الدین ذہبی اور حافظ ابن عبد البرؒ
لکھا ہے۔ کہ وکیعؒ بن جراح اور یحییٰؒ بن سعید القطان امام ابو حنیفہؒ کی تقلید
تے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دینا اور عمل کرنا تقلید ہے۔ اور ان دونوں
عبارات کا بھی معمول تھا۔ اور ابن خلکانؒ نے لکھا کہ ابن معینؒ نے فرمایا۔ فقہ تو ابو
حنیفہؒ کی ہے۔ میں نے ابو حنیفہؒ کی فقہ پر رائے اور قیاس پر لوگوں کو عمل کرتے

Marfat.com

پایا۔ اور نوویؒ نے لکھا ہے۔ کہ امام احمدؒ نے فرمایا۔ جس مسئلہ میں سنّت نہیں ہوتی
تو میں اس میں امام شافعیؒ کی رائے اور قیاس پر عمل کرونگا۔ فتویٰ دونگا۔ اور اسحاق
بن ابراہیمؒ سے ذہبیؒ نے نقل کیا ہے۔ کہ جس رائے پر امام مالکؒ۔ اوزاعیؒ۔ سفیان
ثوریؒ کو اتفاق ہو تو وہ رائے سنّت ہے۔ اور سنّت کی طرح اس کی اتباع ضروری
ہے۔ اور حافظ نوویؒ امام شافعیؒ کے ترجمہ میں کہتے ہیں۔ کہ جب عراق میں امام شافعی
کی شہرت ہوگئی تو عراق کے اہل حدیث اور اہلِ فقہ جوق در جوق امام شافعیؒ کی خدمت
میں حاضر آئے ہیں۔ اور عراق کے اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ میں بہت لوگ ان مذاہب
سے ہٹ گئے جن پر پہلے تھے۔ اور امام شافعیؒ کے مذہب کی تقلید اور پیروی
جیسے ابو ثورؒ اور بہت سے دوسرے آئمہ یہ تمام آئمہ محدثین ہیں جنہوں نے ان فقہاء اربعہ
سے کسی ایک شخص امام کی تقلید کی ہے۔ اور جب امام شافعیؒ کو عراق کے اہل حدیث
اہلِ فقہ نے زیادہ پسند فرمایا تو دوسروں کی تقلید سے ہٹ کر امام شافعیؒ کی شخصی تقلید
کی ہے۔ اہلحدیث اور اہلِ فقہ کے ان مختصر واقعات سے صرف ان کی تقلید نہیں بلکہ
ان کی شخصی تقلید اور تقلید کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور یہی حافظ ابن تیمیہؒ
نے فرمایا ہے۔ کہ اہلِ علم کو جس امام کی شخصیّت سے عقیدت تھی اور حسنِ ظن تھا اس
ایک اور مشخص امام کی تقلید کی ہے۔ اور یہی شخصی تقلید ہے۔ جو اہلحدیث اور اہل
فقہ علماء نے حافظ ابن تیمیہؒ کے عہد سے بہت پہلے امام ابو حنیفہؒ۔ امام مالکؒ
امام شافعیؒ کے زمانہ میں اس کی بنیاد ڈالی ہے۔ اور اس دور کے بعد امت مسلمہ
کے لئے اس سے زیادہ اور اس جیسا سعادتمند دوسرا دور نہیں آیا ہے۔ اور
ان اہلِ علم کے بعد ان سے زیادہ یا ان جیسے علماء کو علم و فضل حدیث و فقہ زہد و تقویٰ
خوفِ خشیہ خلوص للّٰہیت میں مسلمانوں نے دوسروں کو دیکھا ہے۔ ان کا طریقہ مسلمانوں
کے لئے آئین اور دستور کی حیثیّت سے چلا آرہا ہے۔ تو ان حضرات آئمہ دین

د میں جب اہلحدیث اور اہلِ فقہ علماء کو تقلید اور شخصی تقلید کی ضرورت کا احساس
ا ہے۔ تو مابعد زمانوں میں اس کے التزام کی ضرورت کا انکار کیونکر مستحسن ہو سکتا ہے
فظ ابنِ تیمیہؒ نے ۷۲۸ھ ۲۰ ذیقعدہ میں وفات پائی ہے۔ آپ سے پہلے کی طرح
پ کے بعد اہلِ بصیرت نے بھی شخصی تقلید کے فوائد اور التزام پر روشنی ڈالی ہے۔
س لئے میں مختصراً یہاں کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔

تقلید کی وجوہ اور فوائد

حضرت شاہ ولی اللہؒ لکھتے ہیں:۔

تقلید کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم واجب ہے۔ اور دوسری قسم حرام ہے۔ جو تقلید واجب ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جو شخص کتاب اور سنّت کو خود براہ راست نہیں جانتا ہے۔ یا اگر کچھ جانتا ہے۔ مگر اس میں اسقدر بصیرت نہیں ہے۔ کہ قرآن و حدیث سے مسائل کی تلاش اور استخراج خود کر سکتا ہے۔ ایسے شخص کا یہ فرض ہے۔ کہ کسی عالم سے مسئلہ پوچھے کہ رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں کیا حکم فرمایا ہے۔ اور جو عالم اس مسئلہ میں بتادے تو اس کی اتباع اور پیروی کرے۔ اور اس عالم نے جو بتا دیا ہے۔ خواہ وہ صریح نص سے لیا گیا ہے۔ یا اس نے نص سے استنباط کیا ہے۔ یا اس عالم نے نص میں حکم صریح پر قیاس کیا ہے۔ ان تمام صورتوں میں اس عالم کا بتانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی طرف راجع ہیں۔ خواہ استنباط کے طور پر ہیں یا قیاس کے طور پر یا نص کے معنی التزامی سے سمجھا گیا ہے۔ مگر ماخذ حدیث یا منصوص حکم ہے۔ اس قسم کی تقلید کی صحت پر قرن بعد قرن امت کو اتفاق ہے۔ بلکہ ساری امتیں اپنی شریعتوں میں اس قسم کی تقلید کی صحت پر اتفاق کرتی ہیں۔ اور اس قسم کا مقلد جہاں تک اسکے امکان میں ہے۔ کسی امام کی تقلید میں سنّت کا متلاشی ہے۔

اور جو تقلید حرام ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس امام کی وہ تقلید کرتا اور اس کے قول پر

Marfat.com

عمل کرتا ہے۔ اس کے اس قول کے خلاف صریح اور صحیح حدیث موجود ہے۔ مگر وہ اس امام کے اس قول کو نہیں چھوڑتا ہے اور سمجھتا ہے۔ کہ میری تقلید میں اللہ نے مجھے اس امام کے قول کے ماننے کا حکم دیا ہے۔ ایسی تقلید کے حرام ہونے میں کچھ شک نہیں ہے۔ اور ایسے مقلد کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کافر کہتے ہیں ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ ایک دین پر اور ہم انہیں کے قدموں پر[1] چلتے ہیں۔

غرض یہ ہے۔ کہ نص کے مخالف اور مقابلہ پر کسی امام کے قول کی تقلید حرام ہے۔ اور امام کے ایسے قول کی تقلید کہ وہ نص سے لیا گیا ہے۔ خواہ وہ قول استنباط میں لیا گیا۔ دلالت سے لیا گیا ہے یا قیاس میں لیا گیا ہے۔ نص کی تقلید ہے۔ اور نص کے حکم کی پیروی ہے۔ اور اس کی صحت پر صرف امت محمدیہ کو نہیں بلکہ شرائع میں تمام امم کو اتفاق ہے۔ اس لئے کہ ایسی تقلید میں اس امام نے اجتہادی بصیرت میں جو نص کا مفہوم اخذ کیا تھا مقلد نے اس نص کے مفہوم اور حکم کی اس امام کی اجتہادی بصیرت میں تقلید کی ہے۔ اور اس مقلد نے ایسا نہیں کیا ہے۔ کہ اس مجتہد کے مجتہدانہ قول کو نص کے بالمقابل اور خلافِ تقلید اور اتباع کا درجہ دیدیا ہے۔ اور فقہا مجتہدین کے جو مقلدین بھی ہیں۔ وہ تمام کے تمام اپنے اماموں کی اس قسم کی تقلید کرتے ہیں۔ اور اپنے اماموں کو خطا سے معصوم نہیں سمجھتے ہیں۔ اور نہ ان کے اقوال کو کتاب و سنّت پر مقدم جانتے ہیں۔ بلکہ اس کو صریح ظلم یقین کرتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں۔ کہ جس نے بھی ایسی تقلید کی صحت اور استحسان کے خلاف اس کو حرام اور بدعت کہا ہے وہ امت کے اہلحدیث اور اہلِ فقہ کا مخالف غیر مقلدین کا گروہ ہے۔

شاہ ولی اللہؒ حجۃ اللہ البالغہ میں باب حکایت الناس قبل المائۃ الرابعہ و بعدہا میں کہتے ہیں:۔

---

[1] عقد الجید للشاہ ولی اللہ

کہ چوتھی صدی کے لوگ کسی ایک امام کی تقلید پر متفق نہیں تھے۔ اور نہ کسی ایک امام کی فقہ کی پابندی پر ان کو اتفاق تھا۔ ان میں محدثین اہلِ علم کا یہ حال تھا۔ کہ حدیث اور آثار کے بعد ان کے پاس تابعین کے اقوال موجود ہوتے تھے۔ ان پر عمل کرتے تھے اور اگر کسی کا دل مطمئن نہیں ہوتا تھا۔ کہ ان اقوال میں تعارض تھا۔ اور ترجیح کی وجہ ظاہر نہیں تھی۔ تو گذشتہ فقہاء میں کسی ایک کے قول پر عمل کرتے تھے۔ اور اگر فقہاء کے دو قول ملتے تھے تو ان میں جو زیادہ قابلِ اعتماد قول ہوتا تھا اس کو اختیار کرتے اور اس پر عمل کرتے تھے۔ اور اس عہد میں کسی مجتہد کے سوا قضاء اور افتاء کی خدمت کسی دوسرے کو نہیں ملتی تھی۔ لیکن ان کے بعد دوسرے قسم کے لوگ آئے جو امراء و سلاطین کے دھن دوزی کے شکار ہو گئے اور اعزاز و رتبہ کے حاصل کرنے میں علم پر توجہ کی اور اس کا جو انجام ہونا تھا۔ بادشاہوں کے دربار میں انہوں نے اس کو دیکھ لیا نزاعات اور اختلافات میں ان کو دلچسپی رہی اور امام مالکؒ امام احمدؒ کے باہمی اختلافات میں تساہل کیا۔ اور امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے اختلافی مسائل کو مجالس اور بادشاہوں کے درباروں میں پہنچایا۔ اور اختلافات اور مجادلوں میں مشغول رہے۔ اور جب کوئی صاحب فتویٰ دیتے تھے تو اس کے فتویٰ کی مزاحمت کی جاتی تھی اور اس پر اعتراض کیا جاتا تھا اور رد کیا جاتا تھا۔ اور یہ بحث اسوقت ختم ہوتی تھی جب کسی ایک کی تائید میں متقدمین میں کسی صاحبِ علم و فقہ کا صریح قول مل جاتا تھا۔ اس طرح پر لوگوں میں تقلید پر اطمینان ہوتا گیا۔ اور تقلید پر اطمینان پیدا ہونے کا ایک سبب یہ ہے۔ کہ اکثر قاضی ظالم تھے۔ اکثر قضاۃ نے اپنے ظلم میں دین اور علم کی امانت کو ضائع کیا تھا۔ تو ان کے فیصلے اس وقت تک مقبول نہیں سمجھے جاتے تھے جبتک تمام لوگوں کو ان فیصلوں میں اشتباہ نہ رہے اور اس قسم کے فیصلہ کا پہلے سے بھی کوئی مجتہد قائل ہو۔ اور نیز تقلید کی پختگی کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حکام جاہل تھے اور

Marfat.com

لوگ ایسے لوگوں سے فتویٰ لیتے تھے، جن کو نہ حدیث کا علم تھا اور نہ وہ مسائل کی تخریج کا طریقہ جانتے تھے۔ جیسا کہ اکثر متاخرین کی ظاہری حالت تم دیکھتے ہو۔ اس زمانہ میں غیر مجتہد کو بھی لوگ فقیہہ کہنے لگے۔ اور یہ مذاہب اربعہ جو مدون ہو چکے ہیں۔ اور تحریر میں آچکے ہیں تمام امت یا وہ لوگ جو اس امت میں قابلِ اعتبار ہیں۔ سب اس زمانہ میں ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہیں۔ اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ خاص کر اس زمانہ میں جن میں لوگ نہایت ہی پست ہمت ہو گئے ہیں۔ اور ان کے قلوب خواہش نفسانی سے بھر گئے اور ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرنے لگا۔ الخ۔

حضرت شاہ صاحب کی غرض یہ ہے۔ کہ چوتھی صدی سے پہلے تقلید شخصی پر اتفاق نہیں تھا۔ تابعین کے اقوال میں کسی ایک قول کو لوگ لیا کرتے تھے۔ اور اگر تابعین کے اقوال میں کچھ تعارض ہوتا تھا تو جس قول کو کوئی فقیہہ پسند کرتے تھے وہ قول لیا جاتا تھا۔ اور اس وقت کے فقہاء کے اقوال متعدد ہوتے تھے۔ تو ان میں اپنے صوابدید پر زیادہ قابلِ اعتماد قول لیا جاتا تھا۔ لیکن جب اختلافات اور نزاعات امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں زیرِ بحث لایا گیا اور مجادلوں کی دھ بندیاں ہو گئیں اور کسی مفتی کا فتویٰ جبتک اس کے ساتھ کسی سابق فقیہہ کا قول نہ ہو مشتبہ اور ناقابلِ اعتبار سمجھا جاتا تھا۔ اور قضاۃ کا ظلم معروف تھا۔ ان کے فیصلو سے لوگ مطمئن نہیں تھے۔ انہوں نے امانت کو ضائع کر دیا تھا۔ ان کی دیانت مشکوک تھی۔ اگر ان کے فیصلہ کی تائید میں کسی امام کا فیصلہ ظاہر ہو جاتا تھا تب وہ فیصلہ صحیح فیصلہ سمجھا جاتا تھا اور حکام جاہل تھے۔ اور مفتی بے علم تھے۔ نہ ان کے پاس حدیث قابلِ تعریف علم تھا اور نہ وہ استخراج کا طریقہ جانتے تھے۔ اور جاہل اور ظالم امراء پاس دھن دوزی کا نسخہ تھا۔ اور اہلِ فتویٰ اس کو نوش فرماتے تھے۔ اور اہل علم

Marfat.com

ست کی بلندی نہیں رہی تھی۔ پستی پر جا رہے تھے۔ نفسانی خواہشات ھوٰی کے شکار
رہے تھے۔ اور ان امور نے اہلِ علم اور اہلِ فتوٰی میں خود پسندی انصاف اور
یانت فروشی۔ ریا اور تملق بے علمی اور چاپلوسی کے عیوب پیدا کر دیئے تھے۔ ان سے
لوں کا اعتماد اٹھ گیا تھا۔ اربابِ ھوٰی کے دروازے کھل گئے۔ اور ان کے ایجنٹس
ن سے باتیں کرتے تھے۔ جن سے توقع پوری ہوتی تھی اور اجتہاد بازار کا سودا بن چکا
تھا۔ جس کو ضرورت محسوس ہوئی اس نے خریدا۔ اور مجتہد بنا ہے۔ اہلِ علم و بصیرت اور
ہل علم و دیانت و تقوٰی نے ان سب سے منہ موڑا۔ اور جن کے علم و فہم و اجتہاد و فقہ
قوٰی و دیانت پر امت مسلمہ کو اس وقت سے لیکر آج تک اتفاق ہے۔ اور ان کے
اہب میں امام ابو حنیفہؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ کے مذاہب مدون
ور تحریر میں ضبط ہو چکے ہیں۔ ان کی تقلید کے جائز ہونے اور درست ہونے پر اتفاق
ر لیا ہے۔ اور اربابِ ھوٰی ہر رخ پر چلنے والوں کی راہ کو دین میں روک لیا۔ ورنہ ہر
س و ناکس کے قول اور اجتہاد سے دین میں جو اختلاف اور تفرقہ پڑتا ہے۔ اس
فتنہ سے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو بچائے۔ یہود اور نصاریٰ کو دین کے اس اختلاف
ور تفرقہ نے ہمیشہ کے لئے ذلیل کیا ہے۔

آپ اپنے زمانہ میں دیکھئے۔ ایسے اربابِ ھوٰی ہیں جن سے آپ جس قسم کا فیصلہ
ور فتوٰی چاہتے ہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ مگر ایسے اہل تقوٰی و بصیرت اہل علم بھی
ہیں جنہوں نے ایسے لوگوں سے نفرت کی۔ اور علم و تقوٰی کے ان مضبوط مراکز سے لگے
جا رہے ہیں۔ دین اور علم کے ان مضبوط اور مسلم مراکز سے صرف وہ لوگ ہٹتے ہیں۔
جنکو ہر راہ کی آوارگی اچھی لگتی ہے۔ اور خواہش کے وقت ہر راہ پر چلتے ہیں۔

ابن خلدونؒ اپنی تاریخ کے مقدمہ علم فقہ کے عنوان میں امام ابو حنیفہؒ
امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ۔ امام احمدؒ کے تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں:۔

Marfat.com

امام احمدؒ کے بعد تمام شہروں میں تقلید کا دائرہ انہیں چار مذاہب میں محصور اور محدود رہا اور دوسرے مذاہب کے مقلد مٹ گئے اور یہیں سے اختلاف طرق اور مذاہب کا باب بند ہو گیا اور اجتہاد کی راہ بھی مسدود ہو گئی۔ کیونکہ اگر اجتہاد کا دروازہ پھر بھی کھلا رہتا تو سخت خطرہ تھا کہ نااہل بھی اجتہاد کا دعویٰ کر بیٹھیں۔ اور مجتہد ہونے کا دم بھریں اس لئے لوگوں نے انہیں مجتہدین میں سے کسی کی تقلید کو جائز رکھا۔ بلکہ یہاں تک بھی روا نہ رکھا کہ ایک کی تقلید اختیار کر کے پھر کسی دوسرے امام مجتہد کی تقلید کی جائے اور یوں دین کا ایک کھیل بنایا جائے۔ اب فقہ کا ماحصل یہ ہے کہ بیان کرنے کو تو سب ہی مسلک آئمہ کے مذاہب بیان کئے جائیں لیکن ہر مقلد صرف ایک ہی امام کی اقتدا کرے۔

ابن خلدونؒ کی غرض یہ ہے کہ امام احمدؒ کی وفات ۲۴۱ھ کے بعد ان فقہاء اربعہ کے علاوہ پہلے اگر کسی مجتہد فقیہہ کی تقلید کی جاتی تھی تو ان کے مقلد جو اس وقت تھے ان کی وفات کے بعد دوسرے مقلدان مذاہب کو نہیں ملے ہیں۔ اس لئے وہ مذاہب بھی ختم ہو گئے۔ اور صرف یہ چار مذاہب باقی رہے اور شام بغداد۔ عراق میں امام احمدؒ کے مقلد اب تک ملتے ہیں۔ مغرب اندلس میں امام مالکؒ کا مذہب پھیلا۔ امام شافعیؒ کے مقلد زیادہ تر مصری ہیں اور عراق۔ خراسان ماوراء النہر تک پھیل گئے تھے اور امام ابو حنیفہؒ کے مقلد عراق۔ ہند۔ چین۔ ماوراء النہر بلاد عجم میں بکثرت پھیلے پڑے ہیں۔ امام احمدؒ کے اجتہاد اور فقہ کے بعد اجتہاد اور مذہب کا نااہل مجتہدین کے مذاہب کے لئے دروازہ بند ہو گیا۔ اور فقہاء اربعہ کی تقلید کے انحصار نے دین قیم کے حصار کو ارباب ہوی کے عیارانہ فریبوں سے محفوظ کر لیا۔ اور ہر ایک امام کی تقلید پر التزام کی پابندی رکھی گئی اور ہوی و ہوس کے وقتی اقدامات سے دین کو کھیل بنانے سے محفوظ کیا گیا۔ آج اگر کوئی شخص ان فقہاء اربعہ کے مذاہب کے سوا دین کے اس محفوظ حصار میں نئے فرقہ اور مذہب سے نقب زنی کرتا ہے۔ تو وہ سلف کے

بے پناہ اہتمام میں جو نااہلوں کے غل وغش سے اس دین کو پاک اور محفوظ کرنے
لئے فقہاء اربعہ کی تقلید کے انحصار میں فرمایا تھا شک ڈالنا اور اس کی شکست
یخت کا ارادہ کرتا ہے۔ اور ھوی کی آوارگیوں میں دین کا شکار کھیلتا ہے۔
فنا اللہ من ذلک۔

امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔

سیدی علی الخواصؒ فرماتے ہیں۔ ایک مذہب کی ایک امام کی تقلید واجب ہے۔ جبتک
کہ آپ شریعت کے چشمہ تک نہیں پہنچتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ایک امام کی تقلید اس لئے
واجب ہے۔ کہ گمراہی میں پڑ جانے کا خطرہ ہے۔ اور آج کل اس تقلید پر لوگوں کا عمل
ہے۔ اور آپ جب چشمہ شریعت کے شہود تک پہنچ جائیں تو اس وقت کسی خاص ایک
مذہب کی پابندی تم پر لازم نہیں۔ اس وقت آپ تمام مذاہب کو یکساں اور ایک مقام
پر دیکھیں گے۔ اور امام شعرانیؒ فرماتے ہیں۔ آئمہ مجتہدین امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ سے
امام ابو حنیفہؒ کی بڑی تعظیم ثابت ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کے
حق میں ان آئمہ مجتہدین کے سوا کسی دوسرے کی بات کی طرف التفات نہ کرو۔ میں نے
سیدی علی الخواصؒ سے بار بار سنا ہے۔ کہ آئمہ مجتہدین کی اتباع کرنے والوں پر لازم ہے۔
کہ ان کے اماموں نے جس کی تعریف اور تعظیم کی ہے۔ وہ بھی اس کی تعظیم کریں۔ اسلئے
کہ ان اماموں کی تقلید کرنے والوں پر اپنے اماموں کی تقلید میں ابو حنیفہؒ کی تعظیم اور
تعریف واجب[1] ہے۔

غرض یہ۔ کہ بڑے بڑے آئمہ حدیث نے آئمہ مجتہدین کی تقلید کی ہے۔ اور اہل
علم نے ایک امام کے مذہب کی تقلید کے التزام کو پسند فرمایا ہے۔ اور دین میں مہلک
خطرات سے بچنے کا یہ سبب ہے۔ کہ ایک امام کی تقلید کی پابندی کی جائے۔ ورنہ

[1] میزان کبریٰ للشعرانی صفحہ

(نسانی کمزوریاں خواہش اور ھوئی کی مجبوریوں میں اس کو گمراہی میں ڈالدیں گی۔ جس قسم کی تقلید کی جارہی ہے۔ اور سلف سے چلی آتی ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کی زبان میں آپ نے اس کو پڑھ لیا ہے۔ اس کے جواز استحسان میں کسی وقت بھی اہلِ علم کو شبہ نہیں ہوا ہے۔ اور اس کی ضرورت پر بعد کے زمانوں میں جب دین کے خلاف فتنوں کا طوفان اٹھا۔ اور نااہلوں کو بھی دین میں اقتدار کی ہوس پیدا ہوئی۔ اہلِ علم نے اس کی ضرورت پر مختلف پیرایہ میں بصیرت افروز بحثیں کی ہیں۔ جو اپنی اپنی جگہ مذکور ہیں۔ اور جس کی تقلید کتاب و سنت کی نصوص کے خلاف اور مقابلہ پر کی جائے تو اس کے حرام ہونے میں اور اس تقلید کی مذمت میں بھی اہلِ علم کو اتفاق ہے۔ اور ہر ایک مبصر عالم نے ایسی تقلید کی مذمت کی ہے۔ جو کتاب و سنت کے خلاف اور بالمقابل کسی کے حلال بنانے اور حرام بنانے میں کی گئی ہے۔ یا کیجائے۔ لیکن جن لوگوں نے تقلید کی ان دو قسموں کو عوام کے سامنے بیان کرنا نہیں چاہا۔ تو انہوں نے ان علماء کے نام پر تقلید کے حرام بتلانے میں عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے میں ان علماء سے کچھ اختصار کے ساتھ نقل کرنا چاہتا ہوں۔ جن کے نام اور دلائل سے عوام کو فریب دیا جارہا ہے۔

تقلید کی مذمت اور اس کا جواب

حافظ ابن عبدالبرؒ نے تقلید کی مذمت پر خوب بحث کی ہے۔ میں ان میں سے ایک دلیل کو نقل کرتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ ان دلائل سے کس قسم کی تقلید کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ یہود اور نصاریٰ نے رب کو چھوڑ کر اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنایا۔ حضرت حذیفہؓ نے اس آیت کی تفسیر میں یہ فرمایا ہے۔ کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی بندگی نہیں کی۔ مگر انہوں نے کچھ ان پر حرام کر دیا اور کچھ حلال کر دیا۔ اور لوگوں نے اس میں ان کی اتباع اور تقلید کی۔ ابی البختری فرماتے ہیں۔ کہ ان کے علماء اور درویش اگر ان کو یہ حکم دیتے

Marfat.com

وہ اللہ کو چھوڑ کر ان کی بندگی کریں تو وہ ان کا یہ کہنا نہ مانتے لیکن انہوں نے ان کو حکم دیا
اللہ کے حلال کو حرام کر دیا اور اللہ کے حرام کو حلال کر دیا۔ اور حضرت حذیفہ سے یہ کہا گیا
کیا یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کی بندگی کی تو آپ نے فرمایا نہیں۔
لیکن انہوں نے ان کے لئے حرام کو حلال کر دیا۔ اور انہوں نے ان کو حلال سمجھا۔ اور جو حلال
تھا اس کو حرام کر دیا۔ اور انہوں نے اس کو حرام سمجھا۔ اور عدیؓ بن حاتم فرماتے ہیں:۔

میں رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میرے گلہ میں صلیب
پڑی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا۔ عدی اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینک۔ اور
اس وقت حضورؐ سورۃ براءۃ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ جب حضور اس آیت پر پہنچے
کہ یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور درویشوں کو خدا کو چھوڑ کر خدا ٹھہرا لیا۔ تو میں نے
حضورؐ سے عرض کیا۔ ہم نے ان لوگوں کو کبھی خدا نہیں بنایا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کیا ایسا نہیں
ہے۔ کہ خدا نے جس چیز کو حرام کر دیا۔ یہ لوگ تمہارے لئے اس کو حلال کرتے ہیں۔ اور
تم حلال سمجھنے لگتے ہو۔ اور خدا نے جو چیز حلال کر دی ہے۔ یہ لوگ تمہارے لئے اس کو
حرام کر دیتے ہیں۔ اور تم حرام سمجھنے لگتے ہو۔ میں نے کہا بیشک واقعہ تو ایسا ہی ہے۔
حضورؐ نے فرمایا یہی ان کی پرستش ہے[1]۔

حضورؐ کے ارشاد اور حضرت حذیفہ کے مذکورہ اثر میں تصریح ہے۔ کہ اللہ کے حلال
کو حرام کر دینا اور اس کو حرام سمجھنا اور اللہ کے حرام کو حلال کر دینا اور اس کو حلال سمجھنا
مذموم تقلید ہے لیکن فقہاء اربعہ کے اجتہاد اور فقہ میں اللہ کے حلال کی حرمت اور اللہ
کے حرام کی حلت نہیں ہے۔ اور نہ ان کے مقلدین ان کی ایسی تقلید کرتے ہیں۔ ایسی
تقلید کی حرمت اور مذمت پر ان علماء سے پہلے فقہاء اربعہ کو اتفاق ہے۔
حافظ ابن عبد البرؒ اس بحث کے بعد کہتے ہیں۔ کہ تقلید کی یہ مذمت ایسے

[1] جامع بیان العلم ص ۱۰۹ ج ۲

علماء کے لئے ہے۔ جو حجت کے مواقع جانتے ہیں۔ اور اپنے فہم و بصیرت سے اخذ
کرنا بھی جانتے ہیں۔

لیکن عوام تو علماء کی تقلید پر مجبور ہیں۔ عوام تو حجت کے مواقع نہ جانتے ہیں۔
اور نہ ظاہر کر سکتے ہیں۔ اور نہ ان کے پاس اسقدر فہم ہے۔ کہ ان کو اس کے علم تک
پہنچا دے۔ علم کے درجات ہیں۔ جبتک اس کا اسفل درجہ حاصل نہ کیا جائے۔ اسکے
اعلیٰ درجہ تک نہیں پہنچا جاتا ہے۔ اور عوام اور طلب حجت کے درمیان یہی حائل
ہے۔ علماء کو اتفاق ہے۔ کہ عوام پر اپنے علماء کی تقلید واجب ہے۔ اور آیت
فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ میں عوام ہی مراد ہیں۔ علماء کو
اتفاق ہے۔ کہ اس اندھے پر قبلہ میں تمیز کرنے والے قابل وثوق کی تقلید لازم ہے۔
جبکہ اس پر قبلہ مشتبہ ہو گیا ہے۔ اسی طرح جس کے پاس نہ علم ہے اور نہ بصیرت جس
سے وہ دین کو معلوم کرے۔ تو اس پر علماء کی تقلید لازم ہے۔[1]

حافظ کی غرض یہ ہے۔ کہ صاحب علم و اجتہاد کے لئے تقلید مذموم ہے۔ لیکن عوام تو
پر اہل علم کی تقلید لازم ہے۔ اور عوام وہ ہیں جو ارباب اجتہاد نہیں ہیں۔ اگرچہ وہ اہل
بھی ہوں۔ لیکن ارباب بصیرت نہیں ہیں۔ حجت کے مواقع نہیں جانتے ہیں۔ اور ارباب
فہم نہیں ہیں۔ حجت کے مواقع تک نہیں پہنچتے۔

حافظ کی یہ بحث ہمارے حال اور تعامل کے خلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ ہم
کتابوں کے سرسری ورق گردانی سے ارباب اجتہاد اور ارباب فہم و بصیرت نہیں
ہو سکے ہیں۔ اور حافظ نے امت مسلمہ پر یہ بڑا احسان فرمایا ہے۔ کہ جن دلائل سے
تقلید کی مذمت کی جاتی ہے۔ ان دلائل کی مراد صرف اسقدر ہے۔ کہ ایک مجتہد
تقلید دوسرے مجتہد کے لئے مذموم ہے۔ اور غیر مجتہدین عوام کے لئے اہل اجت

[1] جامع بیان العلم ص ۱۱۵۔

ور اہلِ علم کی تقلید کے بغیر دوسرا چارہ نہیں ہے۔ تقلید کی مذمت پر حافظ ابنِ حزم نے بھی بحث کی۔ میں اسکا جواب حضرت شاہ ولی اللہؒ سے نقل کرتا ہوں۔ ابنِ حزم کے دلائل بھی وہی ہیں۔ جو ابنِ عبدالبر نے ذکر کئے ہیں۔ مگر فرق ہے تو صرف اسقدر ہے۔ ابنِ حزم نے اپنے مزاج کے مطابق ان میں تیزی اور تلخی پیدا کردی ہے۔ حضرت شاہ صاحب ابنِ حزم کے دلائل کے جواب میں کہتے ہیں:۔

کہ ابنِ حزم کے لکھنے کے مطابق صرف تین شخصوں کے لئے تقلید کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ ایک وہ شخص ہے۔ کہ کسی قدر مجتہد ہے۔ اور اس پر صاف صاف ظاہر ہوگیا ہے۔ کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسا حکم فرمایا ہے۔ یا اس سے منع فرمایا ہے۔ اور حدیث منسوخ بھی نہیں ہے۔ علماء نے اس کو اختیار بھی کیا ہے۔ ایسی صورت میں جس نے حدیث کے مخالف اور مقابلہ پر قیاس اور استنباط کیا ہے۔ اس سے استدلال کرنا اور اس کی تقلید کرنا حرام ہے۔ اور نفاق خفی اس کا سبب ہے۔

دوسرا وہ شخص ہے۔ کہ خود عامی ہے۔ اور کسی فقیہہ مجتہد کی وہ تقلید کرتا ہے۔ اور اس اعتقاد و یقین پر اس کی تقلید کرتا ہے۔ کہ اس سے خطا ہونا ناممکن ہے۔ اور اور اگر اس کے خلاف دلیل پایۂ ثبوت تک بھی پہنچ جائے۔ تب بھی اس کی تقلید کو نہیں چھوڑتا ہے۔ تو ایسی تقلید کے حرام ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

اور تیسرا وہ شخص ہے۔ کہ کوئی شخص مثلاً کسی شافعی فقیہہ سے اگر وہ حنفی ہے۔ یا حنفی فقیہہ سے اگر وہ شافعی ہے فتویٰ دریافت کرنا جائز نہیں سمجھتا ہے۔ اور یہ بھی جائز نہیں سمجھتا کہ کسی حنفی یا شافعی امام کی اقتداء کرے تو ایسی تقلید بھی حرام ہے۔ کیونکہ ایسا خیال قرونِ اولیٰ کے اجماع اور صحابہ تابعین کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن جو شخص متبع سنّت ہے۔ اور کتاب و سنّت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام جانتا ہے۔ لیکن وہ سنّت کو نہیں جانتا تھا۔ اور نہ وہ مختلف حدیثوں کو جمع کرنے کا طریقہ جانتا تھا

Marfat.com

اور نہ ہی وہ سنّت سے کوئی امر مستنبط کر سکتا ہے۔ تو اس نے کسی ایسے عالم کی تقلید اور پیروی کی ہے۔ اور یہ سمجھ کر کی ہے۔ کہ وہ اپنے قول میں درست ہے۔ اور سنت کا تبع ہے۔ اور خواہ وہ کسی ایک مجتہد فقیہہ کی ایسی پیروی اور تقلید کرتا ہے۔ یا کبھی کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھتا ہے۔ تو ایسے مقلد کو کوئی کیسے برا کہہ سکتا ہے۔ اور ایسی تقلید کو کوئی کس طرح برا کہہ سکتا ہے۔ ہم کسی فقیہہ پر ایمان نہیں لائے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو فقہ کی وحی کی ہے۔ اور اللہ نے اس کی اطاعت کو ہم پر فرض کر دیا ہے۔ اور یا بالکل وہ معصوم ہے۔ ہم اگر کسی فقیہہ کی تقلید کرتے ہیں تو یہ سمجھ کر اس کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ وہ کتاب اور سنت کا عالم ہے۔ اور اس کا قول یا تو کتاب و سنت کا صریح حکم ہے یا اس نے کسی طریق استنباط سے کتاب و سنّت سے مستنبط کیا ہے۔ یا اس نے قرائن سے یہ معلوم کر لیا ہے۔ کہ شارع نے فلاں صورت میں جو حکم دیا ہے۔ اس کی علّت یہ ہے۔ اور اس علت کی معرفت کا اس کو خوب علم اور یقین ہے۔ اس واسطے اس نے منصوص پر غیر منصوص کو قیاس کر لیا۔ گویا وہ فقیہہ یہ کہتا ہے۔ کہ میرا ظن غالب یہ ہے۔ کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ فرماتے ہیں۔ کہ جہاں جہاں یہ علّت پائی جائے گی وہاں یہ حکم دیا جائیگا۔ اور جس کا قیاس کیا گیا ہے۔ وہ اس عموم میں داخل ہے۔ تو اس فقیہہ کا یہ کہنا رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہے۔ اور گویا وہ حضورؐ کا ارشاد ہے۔ اور اگر یہ اعتقاد نہ ہوتا تو کوئی مومن کسی مجتہد کی پیروی اور تقلید نہ کرتا۔

ایسے مقلد کی تقلید کو ابن حزم کے دلائل حرام اور غیر معروف[1] تقلید نہیں ثابت کرتے۔

غرض یہ کہ ان فقہاء کی تقلید میں بھی ان کے مقلدین نے سنّت کی اتباع کا قصد کیا ہے۔ اور ان کے مقلدین ان سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ کہ ان فقہاء نے متبعین صوفی کی بدعات سے اپنی اجتہادی بصیرت میں دین کے نظام کو محفوظ کرنے

[1] عقد الجید اور حجۃ اللہ البالغہ باب حکایت الناس الخ

کور رسمی فرمائی ہے۔ جیسے کہ ابو مقاتل حفص بن مسلم نے ایک سائل کو امام ابو
یفہؒ کے بارے میں جواب دیتے ہوئے کہا:۔

اگر ابو حنیفہؒ قرآن کو مخلوق بتاتے تو میں ابو حنیفہؒ کے ساتھ کبھی نہ رہتا۔ اور
کہا ابو حنیفہؒ دنیا میں اپنے وقت میں فقہ میں علم میں حدیث میں ورع میں امام تھے۔
ابو حنیفہؒ بارہا آزمائے گئے ہیں۔ ابو حنیفہؒ اہل سنت اور اہل بدعت کے پہچاننے
کیلئے معیار تھے۔ ابو حنیفہؒ کا علم و عمل کو پسند کرنے والے اور اس پر چلنے والے اہلسنت
سمجھے جاتے تھے۔ اور ابو حنیفہؒ کے علم و عمل کے مخالف چلنے والے اہلِ بدعت[1] سمجھے
جاتے تھے۔

خلاصہ یہ ہے۔ کہ مذموم تقلید وہی ہے۔ جو ما انزل اللہ کے مقابلہ پر اور من دون
ہ میں داخل اور ولا یعقلون ولا یہتدون میں شامل قول کی تقلید کی جاتی ہے۔ یہ ایک
لی ہوئی حقیقت ہے۔ کہ صحابہ میں جیسے اجتہاد رائج تھا ویسا ہی تقلید کا رواج تھا۔
تہدین صحابہ بتلایا کرتے تھے اور غیر مجتہدین صحابہ ان کی تقلید کرتے تھے۔ اور کسی
نے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ علم کے دو ہی مراتب ہیں۔ یا تو
ئی شخص خود فہمیدہ اور سمجھدار ہے۔ یا وہ دوسرے فہمیدہ اور سمجھداروں کا
ا مانتا ہے۔ قرآن شریف نے علم و ہدائیت کے یہ دو ہی مراتب قائم رکھے ہیں
رشاد ہے (اور کہیں گے کاش ہم سنتے یا عقل سے سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں[2] سے نہ ہوتے)
ین ہم نے دین نہ اپنی عقل سے سمجھا اور نہ عقل والوں سے دین کو سنا۔ اس لئے ہم
دوزخ میں آگئے ہیں۔ اور عقل والے وہ اہلِ علم ہیں جنہوں نے دین کے مسائل میں
جت کے مواقع کو پہچانا اور عقل و فہم سے ان کے علم تک پہنچے ہیں۔ اگر ان سے
دین کو سنا جائے۔ اور ان کی اتباع اور پیروی کی جائے تو دین میں جرم سے

---

[1] کتاب الانتقاء صفحہ ۱۶۷ [2] سورۃ ملک

بچتے ہیں اور دوزخیوں میں شمار نہیں ہوتے ہیں۔ دین میں عقل والے فقہار ہیں۔ دین کے مزاج کو فقہار ہی جانتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں لکھا ہے۔ اور دین کے بارے میں فقہار ہی کے قول اور اجتہاد پر اعتبار اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اور انہیں کی تقلید کرنی چاہیئے حفاظِ حدیث جنہوں نے فقہار کے اقوال اور اجتہاد کا صحیح مقام پہچانا تھا۔ ان میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے۔ کہ حدیث کے ان اماموں نے شوق اور رغبت سے ان فقہار میں کسی نہ کسی کی تقلید کی ہے۔ اب آپ حافظ ابن قیمؒ کا فکر و نظر پڑھیئے۔ جس کی حیثیت ایک ضابطہ کی حیثیت ہے۔ کہ امت کے فقہار نے اپنے وظائف کو کیسے ادا کیا ہے۔ اور امت مسلمہ پر ان کا کیا حق ہے۔

امّت مسلمہ کے فقہاء

حافظ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:۔

تبلیغ اور دعوت الی اللہ مومنین متبعین کا مرغوب شعار تھا۔ کلمات نبوت کی نقل اور معانی سنّت کی تبلیغ کی دو ہی صورتیں ہیں۔ اس لئے اہلِ علم کی بھی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم وہ محدثین ہیں۔ جنہوں نے دین کے خزانوں کی حفاظت کی ہے۔ اور دین کے چشموں کو تکدر سے پاک اور صاف رکھا ہے۔ اللہ کو جن حضرات کی بہتری منظور تھی۔ ان کو دین کے پاک چشموں پر پہنچا دیا ہے۔ اور علمار کی دوسری قسم اسلام کے فقہار ہیں۔ جن کے اخوال پر اللہ کی مخلوق میں فتاویٰ کا دار و مدار ہے۔ اور فقہار کا یہ گروہ احکام دین کے استنباط کے لئے مخصوص ہے۔ اور انہیں فقہار نے حلال اور حرام کے قواعد کو بڑے اہتمام سے منضبط کیا ہے۔ فقہار کا یہ گروہ اللہ کی زمین میں آسمان کے ستاروں کی مثال ہے۔ اور تاریکیوں میں جو پریشان پھرتے ہیں۔ وہ زمین کے ان ستاروں یعنی فقہار سے روشنی پاتے ہیں۔ اور انسان جس طرح اپنی حیات میں کھانے اور پینے کا محتاج ہے۔ اس سے زیادہ دین میں وہ فقہار کا محتاج ہے۔ اور قرآن شریف کی اس آیت نے یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ

Marfat.com

مِنکُم میں ماں باپ سے زیادہ فقہاء کی اطاعت کو فرض کر دیا ہے۔ اس لئے کہ ابن عباسؓ اور مجاہدؒ کی ایک روائت میں جابر بن عبداللہ۔ حسن بصری۔ ابو العالیہ۔ عطاء بن ابی رباح ضحاک کی روائت میں قرآن شریف کی اس آئیت میں اولی الامر سے مراد علماء ہیں اور دوسرے حضرات صحابہ اور تابعین نے اولی الامر سے امراء مراد لئے ہیں۔ مگر بات یہ ہے۔ کہ امراء کی اطاعت اس وقت ضروری ہے۔ جب وہ علم کا کتاب اور سنت کا تقاضا پورا کرتے ہوں۔ امراء کی اطاعت علماء کی اطاعت کی تابع ہے۔ اور سب سے پہلے اس منصب شریف فقہ اور فتوی پر سید المرسلین۔ امام المتقین۔ خاتم النبیین صلعم اللہ کی وحی پر امین اور اللہ اور اس کی مخلوق کے درمیان سفیر رہے۔ حضورؐ کے فتاوی اور فقہ جوامع الکلم اور فصل الخطاب کا نمونہ اور مصداق ہے۔ حضورؐ کی فقہ اور فتاوی کی اتباع اور تحکیم و تحاکم میں ان پر عمل کرنے کا وجوب کتاب کا دوسرا حصہ ہے۔ حضورؐ کے بعد حضورؐ کے صحابہ جن کے قلوب نرم تھے ان کا علم گہرا تھا تکلف ان میں بہت ہی کم تھا۔ ان کا بیان خوبصورت اور ان کا ایمان سب سے زیادہ سچا تھا۔ ان کی نصیحت سب کے لئے تھی۔ امت میں ان کا وسیلہ سب سے زیادہ اللہ کے قریب تھا۔ اس فقہ اور فتوی کے منصب پر حضرات صحابہ قائم رہے بعض صحابہ فتاوی میں مکثر تھے۔ اور بعض مقل تھے۔ اور بعض متوسط تھے۔ اور مکثرین صحابہ سات ہیں۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت علیؓ۔ عبداللہ بن مسعودؓ۔ حضرت عائشہؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت مسروق کا بیان ہے۔ میں نے صحابہ کی صحبت کی خوشبو سونگھی ہے۔ صحابہ کا علم ان چھ حضرات صحابہ کو پہنچا ہے۔ حضرت علی۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ حضرت ابو الدرداءؓ۔ حضرت ابی بن کعبؓ۔ پھر میں نے ان چھ حضرات صحابہ کی خوشبو سونگھی ہے۔ تو ان چھ حضرات صحابہ کا علم حضرت علیؓ۔ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو پہنچا ہے۔

Marfat.com

اور مسروق نے فرمایا۔ میں صحابہ کی صحبت میں رہا۔ صحابہ کی مثال ایک کنوئیں یا تالاب کی ہے۔ پانی کا ایسا اخاذہ بھی ہوتا ہے۔ جس سے ایک سوار سیراب ہوتا ہے۔ اور ایسا بھی ہوتا ہے۔ جس سے دو اور دس سوار سیراب ہوتے ہیں۔ اور پانی کا ایسا تالاب بھی ہوتا ہے۔ جس پر اگر روئے زمین کے آدمی اتریں تو وہ سب سیراب ہو جائیں گے۔ اور عبداللہ ابن مسعودؓ علم کے ایسے تالاب ہیں۔ جس سے روئے زمین کے لوگ سیراب ہوتے ہیں۔ زبید بن وہب کہتے ہیں۔ میں حضرت عمرؓ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ابن مسعودؓ تشریف لائے۔ اور حضرت عمرؓ سے کوئی بات چیت کی۔ اور جب واپس تشریف لے گئے۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ یہ علم کا بھرا ہوا تھیلا ہے۔ امام اعمشؒ حضرت ابراہیم سے نقل کرتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کسی معاملہ میں اختلاف کرتے تھے۔ یا اتفاق لیکن ابراہیم حضرت ابن مسعودؓ کے قول کو زیادہ پسند کرتے تھے۔ اس لئے کہ ابن مسعودؓ زیادہ باریک بین تھے۔ حضرت علیؓ کے احکام اور فتاویٰ پھیل گئے۔ مگر شیعوں کو خدا غارت کرے انہوں نے حضرت کا علم ان پر جھوٹ باندھ کر مشکوک اور فاسد کر دیا اس لئے ارباب حدیث ان کی ایسی حدیث یا فتاویٰ کو صحیح خیال کرتے ہیں۔ جو اہل بیت یا اصحاب ابن مسعودؓ کے ذریعہ اور توسط سے پہنچتے ہیں۔ حضرت علیؓ کو خود اس کی شکایت تھی۔ کہ آپ کے علم کا حامل اور پھیلانے والا کوئی نہیں ہے۔ صحابہ کے بعد دین۔ فقہ۔ علم حدیث ابن مسعودؓ۔ زید بن ثابتؓ۔ ابن عمرؓ۔ ابن عباسؓ کے اصحاب سے امت میں پھیلا ہے۔ اہل مدینہ میں زید بن ثابتؓ اور ابن عمرؓ کے تلامذہ سے علم پھیلا۔ اور اہل مکہ میں ابن عباسؓ کے تلامذہ سے علم پھیلا۔ اور اہل عراق کا علم ابن مسعودؓ کے تلامذہ سے لیا گیا ہے۔ کوفہ میں ارباب فتویٰ و فقہ علقمہ اسود اسود بن یزید۔ عمرو بن شرجیل ہمدانی۔ مسروق وغیرہ حضرات حضرت علی اور حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ اور اکابر تابعین ہیں۔ صحابہ کے سامنے اور موجودگی میں یہ

Marfat.com

حضرات فتاویٰ دیا کرتے تھے۔ اور یہ اکابر صحابہ ان کے فتاویٰ کو جائز رکھتے تھے۔
اس طبقہ کے بعد ابراہیم نخعیؒ۔ عامر الشعبیؒ۔ سعید بن جبیرؒ۔ قاسم بن عبدالرحمٰن بن مسعود
وغیرہ حضرات کا دور ہے۔ اور علم و افتاء کے منصب پر یہ حضرات فائز رہے ہیں۔
اور ان حضرات کے بعد حمادؒ بن سلیمان۔ مسعرؒ بن کدام اور سلیمان المعتمر وغیرہ حضرات
افتاء کے منصب پر قائم رہے۔ اور ان حضرات کے بعد ابن ابی لیلیٰؒ۔ شریک القاضیؒ۔
قاسمؒ بن معن۔ سفیان ثوریؒ۔ ابو حنیفہؒ حضرات فقہاء افتاء کے منصب پر قائم رہے
ہیں۔ اور ان حضرات فقہاء کے بعد حفصؒ بن غیاث۔ وکیعؒ بن الجراح اصحاب ابی
حنیفہؒ حضرات فقہاء اس منصب افتاء پر فائق رہے ہیں۔ الخ[1]

حافظ نے اس بحث کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ اور بہت ہی مفید نکات لکھے ہیں۔
میں نے طول کے خوف سے اس تحریر کے مناسب اس کا اختصار لیا ہے۔ اگر آپ ضرورت
سمجھتے ہیں۔ تو ان صفحات کو ضرور پڑھیئے۔ آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ حافظ ابن قیمؒ نے کس
شان سے محدثین پر فقہاء کی فضیلت اور برتری کو ظاہر فرمایا ہے۔ اس میں شک نہیں ہے
کہ محدثین نے علم حدیث کی روایت کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ اور امت پر بہت بڑا
احسان فرمایا ہے۔ لیکن حدیث کے معانی اور دین کے احکام کے استنباط و استخراج کی توفیق
اللہ تبارک و تعالیٰ نے فقہاء کو بخشی ہے۔ اور جیسا کہ قرآن کی فقہ اور مراد کو رسول مقبول
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ظاہر اور بیان فرمایا ہے۔ اسی طرح حضورؐ سے صحابہ کے توسل اور
صحابہ سے تابعین کے توسل سے ان فقہاء نے دین کی فقہ کو میراث میں حاصل کیا ہے۔ اور
دین کی فقہ اور احکام کا استنباط اور فتاویٰ کا منصب رسول اللہ صلعم سے مسلسل فقہاء کو
پہنچا ہے۔ اور جہل و ظلمات کی تاریکیوں میں ان فقہاء نے امت کی رہنمائی کی ہے۔ اور
کریں گے۔ اور اللہ کے دین کی رونق ان فقہاء کی خدمات اور وظائف سے ہے۔ جیسے کہ

---

[1] اعلام الموقعین ص ۹ تا ۲۸

آسمان کے تارے خشکی اور پانی میں رات کی اندھیریوں میں مسافر کی رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح دین کا مسافر فقہاء کی رہنمائی کے بغیر دین میں آگے نہیں بڑھتا۔ اور امت پر ماں اور باپ سے زیادہ اللہ تعالیٰ نے فقہاء کی اطاعت کو فرض کر دیا ہے۔ اور امت کے ان سادات فقہاء کی جماعت میں امام ابو حنیفہؒ کی ذاتِ گرامی بھی داخل ہے۔ حافظ ابنِ قیمؒ کی تحریر میں ان واقعات۔ حقوق اور وظائف معلوم کر لینے کے بعد فقہاء کے فتاویٰ اجتہادی اقوال و آراء کی تقلید کے استحسان یا ضرورت التزام میں کسی کو کیا شبہ باقی رہ سکتا ہے۔ بعض پر خود غلط لوگوں کو فہم و بصیرت میں ان کے صوبی دھوکہ دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے۔ کہ اللہ کی کتاب اور سنت کے معانی ان کے فہم سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ کیا ضرورت ہے۔ کہ نصوص کے معانی میں ہم فقہاء کی تقلید کے محتاج ہوں۔ چونکہ دین کے احکام کے بارے میں یہ فریب اور بڑی غلطی ہے۔ اس لئے میں حافظ ابنِ قیمؒ سے فقہ اور فہم کی دریافت کی حدود کے متعلق کچھ نقل کرنا چاہتا ہوں

فقہ اور فہم میں فرق ہے

حافظ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:۔

حدیث اور کتاب میں فقہ خاص ہے۔ اور فہم عام ہے۔ متکلم کی مراد کو اس کے کلام سے سمجھ لینے کا نام فقہ ہے۔ اور لفظ کے وضع سے لغت میں جو معنی مفہوم ہوتا ہے۔ فقہ اس پر قدر زائد ہے۔ اور متکلم کے کلام سے اس کی مراد سمجھنے میں لوگوں کے مراتب متفاوت ہیں۔ اور اس تفاوت کی وجہ سے فقہ اور علم میں لوگوں کے مراتب متفاوت ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کے فہم اور فقہ کا رتبہ بہت اعلیٰ تھا۔ اس لئے وہ کسی امر کے اذن اور اباحت پر وقت سے استدلال کرتے تھے۔ چونکہ وہ امر ایسے وقت کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ زمانہ وحی کا ہے۔ اور رب نے اس امر کے کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ اس لئے وہ امر مباح اور جائز ہے۔ صحابہ کا یہ استدلال ایسی مراد پر استدلال ہے۔ کہ اس امر کو مباح سمجھا گیا۔ کیونکہ حق تعالیٰ باطل پر ثابت نہیں

رکھتا ہے۔ اور اس کی دوسری مثال یہ ہے۔ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرمانا۔ کہ آپ کو اللہ کبھی رسوا نہ کریگا۔ اس لئے کہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں۔ لوگوں کے بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کا حق ادا کرتے ہیں۔ اور حق بجانب امور میں ہمیشہ آپ مدد کرتے ہیں۔ اور جس کی یہ شان ہے۔ اس کو اللہ عزیز رحیم اور احکم الحاکمین کبھی رسوا اور شیطان کو اس پر مسلط نہیں کرے گا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا یہ استدلال حضورؐ کی نبوت پر حضورؐ کی بعثت کے ظہور سے پیشتر ہے۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے یوں سمجھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و حکمت محسنین کے اجر کو ضائع نہیں کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے مذکورہ شمائل معالی اور فضائل کو سامنے رکھ کر حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے حضورؐ کی صحتِ نبوت پر استدلال کیا ہے۔ اور اللہ کی مراد کو سمجھا ہے۔ صحابہ کرام سب سے زیادہ حضورؐ کی مراد کو جانتے تھے۔ آپ کی اتباع کرتے تھے۔ اور حضورؐ کی مراد اور مقصود کی معرفت کے گرد رہتے تھے۔ متکلم کی مراد کا علم کبھی عموم لفظ سے ہوتا ہے۔ اور کبھی متکلم کی مراد کا علم عموم علت سے ہوتا ہے۔ اربابِ الفاظ صرف عموم لفظ سے متکلم کی مراد کو سمجھتے ہیں۔ اور اربابِ معانی فہم و تدبر سے اور عموم علت سے بھی متکلم کی مراد کو سمجھ لیتے ہیں۔[1]

حافظ ابنِ قیمؒ کی مراد یہ ہے۔ کہ کتاب و سنت میں اللہ کی اور اللہ کے رسول کی مراد کو سمجھ لینا فقہ ہے۔ کتاب کی آیت اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ کے امر میں پانچوں نمازیں انکے اوقات۔ ان کی رکعات کی تعداد۔ جہر و اخفاء کے احکام کو مراد لینا اس کی فقہ ہے۔ اور ربٰو کی حدیث میں قدر مع الجنس یا طعم ثمنیت یا اقتیات و ادخار کی مراد اس کی فقہ ہے۔ جس کی دوسری نص میں کتاب اور سنّت میں منصوص نہیں ہے اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا حضورؐ کے مذکورہ شمائل اور محاسن سے حضورؐ کی نبوت

[1] اعلام الموقعین ص ۴۶۴ ج اول

پر استدلال بلکہ اس سے استفسار یقین کرتا کہ حضورؐ کو فرمایا۔ آپ کو بشارت ہو۔ آپ
اللہ کے رسولؐ برحق ہیں۔

کسی نص میں منصوص نہیں ہے۔ اور نیز کسی ایسے امر کو صحابہ کا مباح بتلانا۔ جو
زمانہ وحی میں کیا جارہا تھا کسی نص میں منصوص نہیں تھا۔ مگر یہ صحابہ کی فقہ ہے۔ اگر
حکیم صاحب سنبھلی اور اس کا گروپ کسی نص کے وجود کے بغیر دوسرے اسباب سے
جیسے کہ حافظ ابن قیمؒ کے کلام میں مذکور ہوئے ہیں متکلم کی مراد کا یہ کہکر انکار کرتے
ہیں۔ کہ یہ رائے ہے۔ اور کتاب وسنّت کے کسی نص میں مذکور نہیں ہے۔ تو ان کیلئے
یہی گمراہی کافی ہے۔ کہ عموم علت سے صحابہ کے استدلال کا انکار کرتے ہیں۔

قرآن شریف میں اس کی مثال یہ ہے۔ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً
زنا کے قریب بھی مت بھٹکو۔ کیونکہ یہ فحش ہے۔ آیت میں درحقیقت فحش پر ولا تقربو
وارد ہے۔ اگر زنا میں فحش کی شان نہ ہوتی تو وہ حرام نہ کیا جاتا۔ اور اس علت کے
عموم اور کلیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جہاں جہاں اور جن جن افعال میں فحش پایا جائے
ہے۔ وہ حرام قرار دیئے جائینگے۔ اگرچہ اس خاص موقع اور خاص کام کی حرمت
کے لئے کوئی نص موجود نہیں ہے۔ مگر اس میں فحش پایا گیا ہے۔ اور اس کے فحش
ہونے کا تقاضا یہ ہے۔ کہ وہ حرام ہے۔ اور یہ فقیہہ کا وظیفہ ہے۔ کہ اس علت
عموم سے استفادہ کرتا ہے۔ اور اس کی روشنی میں شرعی احکام کو دریافت کر
ہے۔ محدثین نے ایسے اہل فقہ ارباب بصیرت کی ہمیشہ اور بڑی قدر کی ہے
بغداد شریف میں جب ابن معینؒ کو امام احمدؒ کا یہ واقعہ ناگوار گزرا کہ امام
شافعیؒ کے تشریف لانے کے بعد امام احمدؒ نے محدثین کا حلقہ چھوڑا اور امام شافعی
کے حلقہ میں جاکر بیٹھ گئے۔ اور امام شافعیؒ جب سوار چلتے ہیں۔ تو امام احمدؒ سوار

لہ فتح الباری صہ ۳۰۲ ج ۲ کتاب التعبیر

ے ساتھ ساتھ جاتے ہیں۔ تو امام احمدؒ نے ابن معینؒ کو یہ کہلا بھیجا:۔
اگر آپ حدیث کی فقہ چاہتے ہیں۔ تو امام شافعیؒ کی سواری[1] کی دُم پکڑ لو۔
یہ ہے فقہاء کی شان۔ جسکو غیر مقلدین یا جانتے نہیں ہیں۔ یا اس سے جی چُراتے ہیں
فقہاء کو کتاب وسنّت کے حزب مخالف بتلاتے ہیں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے
ں۔ اور اصحاب رائے کا طعنہ دیتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے ہیں۔ کہ صحابہ اور تابعین
باب اجتہاد اور اصحاب تفوق صحابہ اور تابعین اصحاب رائے کہلاتے تھے اور
لاتے ہیں۔ اور امت مسلمہ نے انہیں اصحاب رائے سے دین کو لیا ہے۔ اور انہیں
حاب رائے کے فتاوی پر ہمیشہ امت مسلمہ نے اتفاق کیا۔ اور جس نے بھی ان اصحاب
ئے اور فقہ کی مخالفت کی ہے۔ علماءِ حق نے ان کو کبھی برحق نہیں سمجھا۔

اصحاب رائے کون حضرات ہیں

کتاب وسنّت میں صریح طور پر جن مسائل اور فروعی احکام کا
د نہیں ملتا ہے اور اجماع امت بھی ان مسائل کے لئے دلیل راہ نہیں ہے۔ تو ایسے
ت صحابہ اور تابعین اور ان کے بعد امت کے فقہاء نے کتاب وسنّت کی روشنی
ں جن غامض اور دقیق مسائل کا انکشاف کیا ہے۔ اور کتاب وسنّت اور اجماع سے
ل واد راک نے عالم کے نئے نئے حوادث میں جن مسائل کا ایک نظام مرتب کیا
ے۔ اس کا نام فقہ یا قیاس ہے۔ اور اہل حق نے عقل واد راک کے اس عمیق فکر واجتہاد
ہمیشہ تسلیم کیا ہے۔ صحابہ تابعین سے لے کر ارباب بصیرت کے اخیر تک یہی دستور
ہے۔ کہ جو مسائل کتاب وسنّت میں بیان ہو چکے ہیں وہ وہاں سے لئے جاویں۔
رنہ اجماع سے استفادہ کیا جائے۔ اور بدرجہ مجبوری انہیں سرچشموں سے فقہ
یاس۔ اجتہاد کی نہریں نکال کر امت مسلمہ کو سیراب کیا جائے۔ اور جو حضرات صحابہ

[1] نوالی التاسیس بمعالی محمد بن ادریس ص۵۷

اور تابعین حدیث کی روائت میں برابر تھے وہ بھی حدیث کے معانی کو اور دین کے مسائل کو ان صحابہ اور تابعین سے حاصل کرتے تھے جو اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے اور ارباب فقہ اور اصحاب رائے کہلاتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کوئی ایسا واقعہ پیش آتا تھا جس میں اہل الرائے اور اہل فقہ کی مشاورت کو حضرت ابوبکرؓ ضروری جانتے تھے۔ تو مہاجرین اور انصار میں اصحاب رائے و فقہ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ۔ حضرت علیؓ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ۔ حضرت معاذؓ حضرت ابی بن کعبؓ۔ حضرت زید بن ثابتؓ۔ کو بلاتے تھے۔ اور یہ تمام حضرات صحابہ صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اور صرف انہیں حضرات سے فتویٰ لیا تھا۔ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بعد حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بھی انہیں اصحاب رائے و فقہ حضرات صحابہ کو حضرت عمرؓ مشورہ کے لئے بلاتے تھے۔ اور انہیں پر فتویٰ کا مدار[1] تھا۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کا مذکورہ دستور یہ ظاہر اور ثابت کرتا ہے۔ کہ حدیث کی روائت تو سارے صحابہ کرتے تھے۔ مگر جس واقعہ میں ان حضرات خلفاء راشدین کو کتاب و سنت میں کسی واقعہ کے لئے حکم نہیں ملتا تھا۔ تو صحابہ کے ارباب رائے کو یہ حضرات خلفاء بلاتے تھے۔ اور ان سے رائے لیا کرتے تھے اور اس رائے پر عمل کیا جاتا تھا۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ اصحاب رائے اور ارباب فقہ ہونا اس درجہ حسن خوبی اور فضیلت ہے۔ جس نے صحابہ میں حضرت عمرؓ حضرت علیؓ۔ حضرت عثمانؓ اور دوسرے حضرات کو اپنے اقران و امثال پر اصحاب رائے کے لقب سے ممتاز کر دیا تھا۔ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے حضرت عمرؓ۔ حضرت معاذؓ۔ حضرت ابوالدرداءؓ۔ حضرت ابوہریرہؓ۔ حضرت عبداللہؓ

[1] کنز العمال ص ۱۳۴ ج ۳ حدیث نمبر ۲۳۹۴

Marfat.com

بن مسعودؓ کے اسماءِ گرامی لکھے ہیں۔ کہ ان حضرات نے کتاب وسنّت کے بعد رائے دینے
ں دوسروں کو ہدایت کی ہے۔ اور خود بھی رائے دیا کرتے تھے۔ اور اس رائے پر دوسروں
عمل کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ اور یہ حضرات صحابہ اصحاب[1] رائے تھے۔

اگر یہ لوگ امام **ابو حنیفہ**ؒ اور آپ کے اصحاب کو اصحاب رائے کا طعنہ دینا چاہتے
ہیں۔ تو اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ غیر مقلدین گروپ حضرات صحابہ کو بھی اصحاب رائے کے
لقب اور امتیاز سے مطعون سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ **حافظ ابن عبدالبر** کہتے ہیں:۔

میں نے بقدر کفائیت ایسے صحابہ کا ذکر کیا ہے۔ جنہوں نے ایسے وقت اجتہاد رائے اور قیاس
کیا ہے۔ جب کہ اصول میں حکم نہیں ملتا تھا۔ اور تابعین جنہوں نے اجتہاد اور رائے سے فتاویٰ
دیئے ہیں۔ اور انہوں نے اصول پر قیاس کیا ہے جب ان کو نص نہیں ملی ہے۔ اہلِ مدینہ میں
سعید بن المسیبؒ سلیمانؒ بن یسار۔ قاسمؒ بن محمد۔ سالمؒ بن عبداللہ بن عمر۔ ابانؒ بن عثمان
ابن شہابؒ۔ امام مالکؒ اور دوسرے اصحاب اور اہلِ مکہ میں عطاؒ مجاہدؒ۔ عکرمہؒ۔ عمرو
بن دینارؒ۔ ابن جریجؒ۔ امام شافعیؒ۔ اور اہلِ کوفہ میں علقمہؒ اسودؒ شریح القاضیؒ۔ مسروق
ابراہیم نخعیؒ۔ ابو حنیفہؒ۔ ثوریؒ۔ ابن المبارکؒ اور تمام کوفہ کے فقہاء۔ اہلِ بصرہ۔ اہلِ مصر
اہلِ بغداد۔ یہ تمام حضرات فقہاء مدینہ میں مکہ میں کوفہ میں بصرہ میں مصر میں بغداد میں جن
کے اسماء گرامی مذکور ہیں۔ اجتہاد اور رائے سے فتاویٰ دیتے تھے۔ اور کتاب وسنت
میں حکم نہ ملنے پر قیاس[2] کرتے تھے۔

اگر امام **ابو حنیفہ**ؒ اور آپ کے اصحاب ارباب رائے ہیں۔ تو یہ حضرات صحابہ اور تابعین
بڑے بڑے شہروں کے فقہاء ارباب فقہ اور اجتہاد و رائے کے لقب سے اہلِ علم اور آئمہ
حدیث میں معروف ہیں۔ اور ان کے لئے اہلِ علم اور حفاظِ حدیث نے ارباب رائے ہونا حسن
وفضیلت اور علم وبصیرت میں امتیاز سمجھا ہے۔ اور حقیقت بھی یہ ہے لیکن ذہن ودماغ کے

---

[1] جامع بیان العلم باب اجتہاد ص ۵۵ [2] جامع بیان العلم ص ۶۷ ج ۲

Marfat.com

قلاش اگر اس کو ابو حنیفہؒ کے لئے عیب جانتے ہیں۔ تو یہ ان کی بے بصیرتی ہے۔ ورنہ اہلِ علم اس کو حسن اور امتیاز سمجھتے ہیں۔ ابن قتیبہؒ نے کتاب المعارف میں اصحاب رائے کے عنوان کے تحت امام اوزاعیؒ سفیان ثوریؒ۔ امام مالکؒ جیسے فقہاء کا ذکر کیا۔ محمد بن الحارثؒ الخشنی قضاۃ قرطبہ میں اصحاب الرائے کے نام سے امام مالکؒ کے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں۔ ابوالولید الباجی اور ابوالولید القرضی اندلس کے علماء کی تاریخ میں امام مالکؒ سے ایک نقل کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

امام مالکؒ کے اہل الرائے اصحاب نے امام مالکؒ سے اس طرح نقل نہیں کیا ہے۔[1]

اہلِ علم نے ان تمام حضرات امام مالکؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام ثوریؒ اور اصحاب امام مالکؒ کو اصحاب رائے لکھا ہے۔ اور اُن کی مراد یہ ہے۔ کہ علماء محدثین کو روایت حدیث کے بعد فقہ اور فہم و بصیرت کی ایسی توفیق بخشی گئی ہے۔ کہ کتاب و سنت کے بعد کتاب و سنّت کی روشنی میں کتاب و سنّت کے امثال و اشباہ میں عقل و ادراک سے احکام کو دریافت کرتے ہیں۔ اور ٹھیک اس معنی میں امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کو اس عہد میں اور اس کے بعد ارباب رائے و بصیرت کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔ کہ حدیث کی روایت میں امام ابو حنیفہؒ کی طرح دوسرے حضرات کی بھی کمی نہیں تھی۔ مگر فقہ اجتہاد میں امام ابو حنیفہؒ کا کوئی دوسرا ہمسر اور برابر کا نہیں ہے۔ ان مذکورہ حقائق کے معلوم کر لینے کے بعد آپ سمجھتے ہیں۔ کہ نتائج التقلید کے مؤلف حکیم صاحب سند کا یہ کہنا کہ صحابہ اہل حدیث تھے۔ تابعین اہلحدیث تھے۔ امام مالکؒ اہل حدیث تھے امام ابو حنیفہؒ کے استاد و شاگرد اہل حدیث تھے کس قدر دھوکہ ہے۔ اس لئے کہ اگر ان کے اہل حدیث ہونے کا معنی یہ ہے۔ کہ وہ ارباب رائے اور فقہ نہیں تھے۔ تو یہ سراسر غلط ہے۔ ان تمام مذکورہ حضرات آئمہ حدیث ایسے کہنے والے کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اگر ان حضرات کے اہلحدیث

[1] نصب الرایہ کا مقدمہ ص ۲۱ محمد زاہد بن الحسن کوثری۔

Marfat.com

ونے کا یہ معنیٰ ہے۔ کہ انہوں نے حدیث کو روائت کیا ہے۔ تو بیشک یہ صحیح ہے۔ کہ ان حضرات صحابہ اور تابعین اور ان کے محدثین نے امت مسلمہ کو حدیث کی روائت سے مشکور فرمایا ہے۔ مگر صرف حدیث کی روائت اتنی بڑی فضیلت نہیں ہے۔ جس سے آگے دوسرے فضائل س پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اور ان حضرات صحابہ اور تابعین کی طرح جنکو ابوبکرؓ اور عمرؓ نے شوریٰ کے لئے منتخب کیا ہے۔ اور امت نے ان کی آراء کو سنت کے بعد تقدیم کا حق دیا تھا۔ دوسرے حضرات بھی حدیث کی روائت کرنے والے تھے۔ بلکہ صحابہ اور تابعین کے علم و اجتہاد رائے اور بصیرت کی گہرائی اور عمق نے ان کو اسقدر اونچا کر دیا ہے۔ کہ امت مسلمہ کی گردنیں ان کے سامنے جھکتی ہیں۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ حدیث کی روائتیں بقی بن مخلد کی مسند میں پانچ ہزار تین صد سے زیادہ حضرت ابی ہریرہ سے مروی[1] ہے۔ مگر حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت عبداللہؓ بن مسعود۔ حضرت معاذؓ حضرات کا مقام دین کے نظام اور فقہ میں بہت اونچا ہے اور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلفاء راشدین کی سنّت کو اپنی سنّت کا مقام اور درجہ دیا ہے۔[2]

بات یہ ہے۔ کہ یہ اہل حدیث فرقہ نام کے اہل حدیث ہیں۔ اور صحابہ اور تابعین کو اپنے جیسے اہل حدیث بنانے کی ناکام آرزو رکھتے ہیں۔ اور اپنے اہلحدیث فرقائی مذہب کو صحابہ اور تابعین سے جوڑنا چاہتے ہیں۔ صحابہ اور تابعین روائت حدیث کے ساتھ ساتھ ارباب فقہ و اجتہاد و رائے ہیں۔ اور ان میں غیر مجتہدین نے مجتہدین صحابہ اور تابعین کی مجتہدانہ رائے کی تقلید کی ہے۔

اگر اہلحدیث فرقہ کا مذہب صحیح معنوں میں کسی سے جوڑنا ہے۔ تو وہ صرف ابراہیم ابن سیار نظام ہے۔ مجتہدانہ رائے اور قیاس کا انکار سب سے پہلے اس رأس المعتزلہ

---

[1] اصابہ فی تمیز الصحابہ [2] ابوداؤد باب التزام السنۃ۔

نے کیا تھا۔ اور آج اہلحدیث فرقہ امت کے فقہاء کے اجتہاد اور قیاس میں عیب نکال
ہے۔ اور اس سے پہلے نظام بھی حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت ابنِ مسعودؓ
کی رائے اور اجتہاد میں کیڑے نکالتا تھا۔

صریح غلطی

آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ اہلِ علم نے ان حضرات محدثین کی مدح اور مزید
تفوق میں ان کو ارباب رائے کہا ہے۔ جن کو حدیث کی روایت کے ساتھ
حق تعالیٰ نے دین کے گہرے اور عمیق معانی اور احکام کی دریافت کرنے کا سلیقہ بخشا تھا۔ اور
بعض اہلِ علم کی تحریروں میں ایسی کوتاہی ہے۔ اور اس قسم کا تساہل پایا جاتا ہے۔ جس سے
بعض زیادہ بولنے والوں اور کم سوچنے والوں کو اس قسم کا دھوکہ ہو جاتا ہے۔ کہ ارباب رائے
ان حضرات فقہاء کو کہا گیا ہے۔ جنہوں نے قیاس کو حدیث پر مقدم رکھا ہے۔ ان میں شہرستانی
کی کتاب "الملل والنحل" ہے۔ اور اس میں سے یہاں اس کا قول نقل کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ آپ
یہ خوب سمجھ لیں۔ کہ جس بات کی نسبت کو امام ابوحنیفہؒ نے خود جھٹلایا تھا اور امت مسلمہ
کے اہلِ علم نے ابوحنیفہؒ کی طرف اس الزام کا شدید انکار کیا ہے۔ مگر لوگ ہیں کہ اس کذب
کو آج بھی امام ابوحنیفہؒ کے نام پر قائم اور تازہ رکھنا چاہتے ہیں۔ شہرستانی کہتے ہیں

> اُمت کے ائمہ مجتہدین کی صرف دو قسمیں ہیں۔ اصحاب الحدیث۔ اور اصحاب الرائے
> اصحابِ حدیث وہ اہلِ حجاز۔ امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام سفیان ثوریؒ۔ امام احمدؒ۔ اور
> داؤد بن علی اصفہانیؒ کے اصحاب ہیں۔ اور ان کو اصحابِ حدیث اس لئے کہا جاتا ہے۔
> کہ ان کو احادیث کی تحصیل اور اخبار کی روایت کا زیادہ اہتمام رہا ہے۔ اور جبتک ان کو
> حدیث ملتی تھی یا اثر ملتا تھا۔ تو قیاس کی طرف خواہ جلی ہو یا خفی رجوع نہیں کرتے تھے اور
> احکام کو نصوص پر بنا کرتے تھے۔ اور اصحاب رائے وہ اہلِ عراق ابوحنیفہؒ کے اصحاب
> ہیں۔ اور ان کو اصحاب رائے اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ انہوں نے استنباط احکام
> اور وجہ قیاس کے حاصل کرنے میں زیادہ اہتمام کیا تھا۔ اور کبھی خبر واحد پر قیاس کو

Marfat.com

مقدم رکھتے ہیں۔[1]

شہرستانیؒ امت کے ائمہ مجتہدین کو اصحابِ حدیث اور اصحاب رائے پر تقسیم کرتے ہ۔ اور جن حضرات کو اصحابِ حدیث کی فہرست میں لکھا ہے۔ ان حضرات کے ائمہ۔ اور ت داؤں کو حافظ ابنِ عبدالبرؒ ابنِ فتیبہ نے اور ابوالولیدؒ نے ان اصحاب کو ارباب ئے دفقہ کی فہرست میں لکھا ہے۔ اور اصحابِ حدیث کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ اصحاب حدیث اس وقت قیاس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ جب ان کے پاس حدیث اور اثر یں ہوتا ہے۔ لیکن ہم کسی ارباب رائے اور فقہ کو بھی نہیں جانتے ہیں۔ جس نے حدیث اور ر کے ہوتے ہوئے قیاس کی طرف رجوع کیا ہے۔ پھر اصحابِ حدیث اور اصحاب رائے میں فرق ہوا۔ اصحاب رائے بھی اصحابِ حدیث کی طرح اس وقت قیاس کی طرف رجوع کرتے ں۔ جب ان کو حدیث ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور نہ ان کو کوئی اثر پہنچا ہے۔ اور شہرستانیؒ حاب رائے کی مثال اصحاب ابوحنیفہؒ کو لکھا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ یہ حضرات اخبار آحاد ریسا اوقات قیاس کو مقدم رکھتے ہیں۔ اس میں شہرستانیؒ نے سراسر تسامح کیا ہے۔ ان رکورہ علماء نے امام ابوحنیفہ کی طرح امام مالکؒ۔ امام شافعیؒ۔ امام احمدؒ۔ امام وریؒ۔ امام اوزاعیؒ کو ان ارباب رائے دفقہ کی فہرست میں لکھا ہے۔ کہ اصول ی عدم موجودگی میں قیاس کی طرف توجہ کرتے ہیں۔ اور نیز آپ نے پہلے پڑھ لیا ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ ہم نے ابوحنیفہؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وکبھی یہ کہتا ہے۔ کہ میں قیاس کو حدیث پر مقدم کرتا ہوں وہ مجھ پر جھوٹ بولتا اور افتراء باندھتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ شہرستانیؒ نے ارباب رائے کے تعارف۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب کو ایسے ارباب رائے کے شمار کرنے میں جو قیاس کو حدیث اور اثر پر مقدم کرتے ہیں صریح تسامح کیا ہے۔ اس کے علاوہ حافظ ابنِ قیمؒ کہتے ہیں۔

[1] کتاب الملل والنحل شہرستانی صفحہ ۲۰۶ ج ۲ بر کتاب الملل لابنِ حزم

امام ابو حنیفہؒ کے اصحاب کو اتفاق ہے۔ کہ رائے اور قیاس سے ضعیف حدیث بھی اولیٰ ہے۔ اور اسی اصل پر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے قہقہہ کی حدیث کو اس کے ضعف کے باوجود بھی رائے اور قیاس پر مقدم کیا ہے۔ اور سفر میں نبیذ تمر کے ساتھ وضوء کی حدیث کو اگرچہ وہ ضعیف ہے۔ رائے اور قیاس پر مقدم کیا ہے۔ اور دس دراہم سے کم کی چوری میں قطع سارق کے منع کرنے کی حدیث ضعیف ہے۔ مگر امام ابو حنیفہؒ نے اس کو رائے اور قیاس پر مقدم کیا ہے۔ اور حیض کی اکثر مدت کو دس دن مقرر کرنے میں اور اقامت جمعہ کے لئے مصر کے شرط کرنے میں امام ابو حنیفہؒ نے رائے اور قیاس پر ضعیف حدیث کو مقدم کیا ہے۔ اور آثار کے مسائل میں آثار غیر مرفوعہ کے مقابلہ پر قیاس محض کو امام ابو حنیفہؒ نے ترک کر دیا ہے۔ رائے اور قیاس پر حدیث اور آثار کو مقدم رکھنا امام ابو حنیفہؒ اور امام احمدؒ کا قول ہے[1]۔

حافظ ابن قیمؒ رائے اور قیاس کے مقابلہ میں حدیث و آثار کی تقدیم پر امام ابو حنیفہؒ کے اتفاق کو روایت کرتے ہیں۔ اور فقہ حنفی کے ان مسائل کو ذکر کرتے ہیں، جو میں امام ابو حنیفہؒ نے قیاس کو ترک کر دیا ہے۔ اور حدیث پر عمل کیا ہے۔ اور قیاس کے مقابلہ پر حدیث کی تقدیم کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد لکھا ہے۔ اور حافظ خوارزمیؒ کہتے ہیں۔ **خطیبؒ** اور اس کے امثال کا یہ کہنا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ اخبار کو چھوڑ کر رائے اور قیاس پر عمل کرتے ہیں۔ ہوی کا غلبہ ہے۔ اور فقہ حنفی سے ناواقف ہونا ہے۔ اس کی تفصیل ہے۔ کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ نماز میں قہقہہ ناقض وضوء نہ ہو۔ جیسا کہ غیر صلوٰۃ میں ناقض وضوء نہیں ہے۔ لیکن ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ نماز میں قہقہہ ناقض وضوء ہے۔ لحدیث الاعمیٰ اور قیاس کا تقاضا یہ ہے۔ کہ نبیذ تمر کے ساتھ وضوء کرنا جائز نہ ہو لیکن ابن مسعودؓ کی حدیث لیلۃ الجن کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے۔ کہ نبیذ تمر سے وضوء کرنا جائز ہے۔ اور آٹھ صفحات

[1] اعلام الموقعین ص۸۰ جلد اوّل

Marfat.com

یل کے بعد حافظ خوارزمیؒ کہتے ہیں:۔

کہ اس تفصیل کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ خطیب وغیرہ کا یہ کہنا۔ کہ امام ابو حنیفہؒ اخبار کو چھوڑ کر قیاس اور رائے پر عمل کرتے ہیں بہت بہت اور افتراء ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب اس التزام سے پاک ہیں۔ ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب اس وقت قیاس پر توجہ اور رجوع کرتے ہیں۔ جب کوئی حدیث ان کو ثابت نہیں ہوتی ہے۔ اور اس طرح تمام مجتہدین نے کیا ہے۔ اور کرتے آرہے ہیں۔[1]

غرض یہ کہ شہرستانیؒ نے اس کہنے میں غلطی کی ہے۔ اور غیر مقلدین اہل حدیث فرقہ قیاس حدیث پر تقدیم کے الزام میں امام ابو حنیفہؒ کے خلاف صریح افتراء کرتے ہیں۔ اور دانستہ وٹ بولتے ہیں۔ امت مسلمہ کے تمام آئمہ مجتہدین نے ایسی ضرورت کے وقت جب کتاب نت میں کسی واقعہ کے لئے حکم نہیں ملتا تھا۔ اجتہاد اور قیاس میں اس واقعہ کے لئے رعی حکم کو دریافت کیا ہے۔ اور اس پر عمل کیا ہے۔ اس عمل میں اصحاب حدیث اور حاب رائے مجتہدین میں ہرگز فرق نہیں تھا۔ قیاس کے انکار کرنے والے اصحابہ اور بعین میں ہرگز کوئی اصحاب حدیث نہیں ہے۔

یاس کا انکار کس نے کیا ہے

سب سے پہلے قیاس اور رائے کا انکار نظام نے کیا ہے۔ اور ابن زم متوفی ۴۵۵ھ اس خیال کے بڑے علمبردار گزرے ہیں۔ اندلس میں اس نے بڑے زور ور سے اس خیال کے جمانے کی کوشش کی ہے۔ لیکن فقہاء کے خلاف اس کا لہجہ بڑا تلخ ور قابل نفرت اور نالائق برداشت تھا۔ اور اس کے مسلک میں تفقہ اور اجتہاد کی روح ی نہیں تھی۔ اس لئے اس کے مذہب کو فروغ حاصل نہیں ہوا۔ اور ہمارے یہ کرم فرما غیر مقلدین اہل حدیث فرقہ بھی ابن حزم کی نقل اتارتے ہیں۔ مگر اس خیال کا اصل موسس

[1] جامع مسانید امام اعظم ص ۴۳-۵۳

ابراہیم نظام گزرے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں:۔

ابراہیم معتزلہ کا رئیس تھا۔ زندقہ کے ساتھ متہم تھا۔ فسق میں مشہور تھا۔ اور اس کے عقائد خبیث ہیں۔ ابوبکرؓ۔ عمرؓ۔ علیؓ۔ ابنِ مسعودؓ میں یہ عیب نکالتا تھا۔ کہ ان حضرات صحابہ نے رائے کی مذمت بھی کی ہے۔ اور رائے سے فتویٰ بھی دیتے تھے۔ معتصم کے زمانہ میں ۲۱۸ھ سے ۲۲۷ھ تک نظام نے وفات[1] پائی ہے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں:۔

اگلے اور پچھلے زمانہ میں پرانے اور نئے اہلِ علم کو واقعات نازلہ میں اجتہاد اور قیاس کرنے اور جائز سمجھنے پر اتفاق تھا۔ اور ابراہیم نظام نے سب سے پہلے سلف کے اس اتفاق کی مخالفت کی اور اجتہاد و قیاس کا انکار کیا۔ اور جعفر بن حرب اور جعفر بن مبشر اور محمد بن عبداللہ اسکافی معتزلہ کے آئمہ نے اجتہاد اور قیاس کے انکار کرنے میں نظام کی تقلید کی۔ اور اہل السنت میں داؤد بن علی نے کچھ اس کی طرف رُخ کیا۔ لیکن داؤد نے ایک اور دلیل کو ثابت کیا۔ کہ وہ قیاس کی ایک قسم ہے۔ عنقریب ہم اسکو ذکر کریں گے۔ جمہور علماء نے نظام کی طرف کچھ التفات نہیں کیا۔ ابوالھذیل اور بشر بن المعتمر نے معتزلہ کے رؤسا نے بھی اجتہاد اور قیاس کے انکار کرنے میں نظام کی مخالفت کی ہے۔ اور اہل السنّت والجماعۃ کے تمام اہلِ علم کو اجتہاد اور قیاس پر اتفاق ہے۔ ان میں اختلاف ہے تو صرف اسقدر ہے۔ کہ بعض نے یہ فرمایا کہ جب واقعہ پیش آجائے تو اجتہاد اور قیاس کرنا چاہیئے۔ اور بعض نے یہ فرمایا ہے۔ کہ واقعہ پیش آنے سے پہلے بھی واقعہ فرض کیا جائے اور اجتہاد و قیاس میں اس کا جواب دُرست[2] ہے۔

آج جو بھی اجتہاد اور قیاس کے احکام اور فتاویٰ کا انکار کرتے ہیں وہ اہلسنت والجماعت کے خلاف ابراہیم فاسق اور خبیث العقائد مبتدع کی پیروی اور اتباع کرتے ہیں۔ اور صحیح

---

[1] لسان المیزان صـ۶۷ ج اول [2] جامع بیان العلم صـ۶۲

Marfat.com

ہل السنّت والجماعۃ کے دینی نظام سے دور ہو رہے ہیں۔ صحابہ نے تابعین اور اہل سنّت
آئمہ نے جب دین میں رائے کو استعمال کیا ہے۔ تو اس کے استحسان اور شرعی دلیل ہونے
کسی ایسے شخص کو انکار نہ ہونا چاہیئے۔ جو صحابہ کی راہ چلنا اور اہل سنّت میں شامل رہنا
ہتا ہے۔ حکیم صاحب نے رائے کی مذمت میں تقلید کی مذمت میں صفحات سیاہ کئے ہیں
راسی سے فقہاء کو طعنہ دینا اور تقلید کو بدنام کرنا چاہا ہے۔ مگر یہ نہیں جانا ہے۔ کہ وہ
ی رائے اور تقلید ہے۔ جس کی مذمت کی گئی ہے۔ اور اہل علم کو اس سے طعنہ دیا
سکتا ہے۔ ہم اہل علم کی زبان سے آپ کو یہ بتلانا چاہتے ہیں۔ کہ جس رائے کی صحابہ
اہل علم نے مذمت کی ہے۔ اس قسم کی رائے کو فقہاء نے اپنی فقہ اور قیاس میں ہرگز
یں لیا ہے۔ بلکہ اس سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔

ری رائے اور مذموم تقلید

جس رائے نے دین کی حقیقت کو بدل دیا۔
دین کے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا

ے۔ اس کے مذموم ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اور جس نے سنت کے مقابلہ پر دین میں
ئے دی ہے۔ یا وہ رائے ایسے کی رائے ہے۔ جو سنّت سے جاہل ہے۔ اور اس
اہل کو بھی دین میں رائے دینے کی بیماری ہے۔ ایسی آراء کی مذمت صحابہ۔ تابعین اور
نہارنے کی ہے۔ اور کسی مسلمان کو بھی ایسی رائے کی مذمت میں شبہ نہیں ہے۔ چنانچہ
صدقۃ بن ابی عبداللہ اور محمد بن ابراہیم التیمی اور عمرو بن حرث فرماتے
یں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

اصحاب رائے سنن کے دشمن ہوتے ہیں۔ ان کو سنن کی یاد کرنے کی توفیق نہیں
ہوتی ہے۔ اور جب ان سے پوچھا جاتا ہے۔ تو اس کہتے ہیں ان کو شرم آتی ہے کہ
ہم نہیں جانتے ہیں۔ اور رائے سے سنن کا معارضہ اور مقابلہ کرتے ہیں۔ تم ایسی رائے
دہندوں سے اور ایسی رائے سے بچو (اعلام الموقعین صفحہ ۶۲ ج اول فتح الباری صفحہ ۲۴۷ ج ۱۳)

Marfat.com

ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں۔ کہ ان مذکورہ آثار کی اسانید بہت ہی صحیح ہیں۔

حضرت عمرؓ کے ان آثار میں اس رائے کی مذمت مذکور ہے۔ کہ نص کی موجودگی میں اور نص کے بالمقابل قائم کی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ کی غرض یہ ہے۔ کہ جو لوگ سنن سے جاہل ہیں۔ سنن کے یاد کرنے کی ان کو توفیق نہیں ہے۔ اور سنن کے مقابلہ پر جاہلانہ رائے دیتے ہیں ایسے ناتراش جاہل سنن کے دشمن ہیں۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں:۔

کہ حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے جس رائے کی مذمت روایت کی جاتی ہے۔ ان کی مراد وہ رائے ہے۔ جو اصل سے کتاب و سنّت سے ملتی جلتی اور مشابہ نہیں ہے۔ اور جو رائے کتاب و سنّت سے مشابہ ہے۔ اور نص کی عدم موجودگی میں قائم کی جاتی ہے۔ تو ایسی رائے کو ہم نے حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرات صحابہ ایسا اجتہاد رائے کرتے تھے۔[1]

اور حضرت حذیفہؓ سے اتخذوا احبارھم الخ کی تفسیر دریافت کی گئی۔ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

کہ ان کے احبار اور رہبان ان کے لئے اللہ کے حرام کو حلال اور اللہ کے حلال کو حرام کرتے تھے۔ اور وہ ان کے حلال کو حلال اور ان کے حرام کو حرام سمجھتے تھے۔[2]

جس رائے نے دین کے حرام اور حلال کو بدل ڈالا ہے۔ اور سنن کا مقابلہ کیا ہے صحابہ نے ایسی رائے کی مذمت فرمائی ہے۔ اور ایسے ارباب رائے سنن کے دشمن ہیں۔ اور ایسی رائے کی تقلید حرام ہے۔ اور اسی طرح جعفر صادقؒ نے فرمایا ہے:۔

امت میں سب سے بڑا فتنہ یہ ہے۔ کہ لوگ دین کے امور کو اپنی رائے پر قیاس کریں گے اور اللہ نے جس کو حلال کیا ہے۔ اس کو حرام کر دیں گے۔ اور جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اس کو حلال کر دیں گے۔[3]

---

[1] سنن کبریٰ ص ۱۱۷ ج ۱۰ [2] سنن کبریٰ ص ۱۱۶ ج ۱۰ [3] میزان کبریٰ للشعرانی ص ۵۴ ج اول۔

اور حضرت مسروق اور حضرت مجالد فرماتے ہیں:۔

عبداللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ میں تمہیں یہ سمجھاتا ہوں۔ کہ تمہارے فقہاء اٹھ جائیں گے پھر ان کے بعد تم ان کے جانشین نہ پاؤ گے۔ اور ایسے لوگ آجائینگے۔ کہ اپنی رائے سے امور کو قیاس کرینگے۔ اور اسلام میں اس طرح شگاف پڑتے رہیں گے۔ اور اسلام گرتا چلا جائیگا۔ اور تم میں بہتر اور علماء اٹھ جائینگے اور لوگ جہلاء کو بڑے بنا دیں گے۔ جو دین کو رائے سے قیاس کریں گے۔[1]

ابن مسعودؓ کے اس اثر سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ فقہاء اور علماء کی رائے مذموم نہیں ہے۔ بلکہ جن جہلاء کو فقہاء اور علماء کی جگہ دیدی گئی ہے۔ جنکو فقہاء اور علماء کا مقام دیا گیا۔ ایسے جہلاء بے علموں کی رائے اور قیاس مذموم ہے۔ اور مسلمانوں کے لئے ایسے جہلاء جو نام کے علماء ہیں۔ اور علماء کے منصب پر بیٹھتے ہیں۔ اور اہل علم کے مقام سے بولتے ہیں۔ مگر درحقیقت وہ جہلاء ہیں۔ اور اپنی رائے اور ھویٰ کو دین بنانا چاہتے ہیں۔ ان مذکورہ آثار میں ایسے قیاس کی مذمت مذکور ہے۔ جو رائے سے کیا گیا ہے۔ اور رائے سے قیاس کرنے کے معنی حافظ ابن قیمؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ نے یہ بیان فرمایا ہے۔ کہ رائے سے قیاس کرنے کا معنی یہ ہے۔ کہ وہ ایسا قیاس کرتا ہے۔ جس نے اس کو سنّت سے باہر کر دیا ہے۔ سنّت کے حرام کو حلال کر دیا اور سنّت کے حلال کو حرام کر دیا ہے۔ اگر کتاب و سنّت پر اس نے قیاس نہیں کیا ہے۔ تو وہ قیاس بالرائے ہے۔ اور مذموم ہے۔ اور جس نے فروع کو اصل کی طرف لوٹا دیا۔ فروع کے لئے اصل سے حکم کو حاصل کر لیا تو ایسا قیاس رائے سے قیاس نہیں ہے۔ اصول پر قیاس کرنا اور کسی واقعہ کے لئے اس کی نظیر سے حکم حاصل کرنا ایسا قیاس ہے۔ جس سے سلف میں کسی نے اختلاف نہیں کیا ہے۔ اور ایسے قیاس کا انکار جاہل یا متجاہل کرتا ہے جو احکام میں سلف کا مخالف ہے۔[2]

---

[1] اعلام الموقعین ص۶۵ ج اول۔ جامع بیان العلم ص۱۳۵ ج ۲ [2] جامع بیان العلم ص۷۷ ج ۲ اعلام الموقعین ص۶۰ ج اول

حافظ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:۔

مذموم رائے وہ بدعتیں ہیں۔ جو سنن کے مخالف ہیں۔ جیسے جہم اور اہلِ کلام کا اعتقاد جنہوں نے سنن کے مسترد کرنے کے لئے آراء کو قائم کیا۔ اور قیاسات کئے ہیں۔ عذاب قبر میں متواتر احادیث شفاعت میں احادیث کو اور حوض اور میزان میں احادیث کو اپنی آراء اور قیاسات سے رد کیا۔ اور جمہور اہلِ علم نے کہا ہے۔ کہ مذموم رائے وہ ہے۔ کہ فروع اور نوازل بعض کو بعض پر قیاس میں لوٹاتے ہیں۔ اور فروع و نوازل کو اصول کی طرف اور علل کی طرف نہیں لوٹاتے۔ اصول اور علل سے فروع اور نوازل کے لئے شارع کا حکم حاصل نہیں کرتے ہیں۔[1]

اور حافظؒ فرماتے ہیں۔ سہل بن حنیف کے اس فرمانے کا۔ لوگو۔ دین میں اپنی آراء مت سمجھو۔ مقصد یہ ہے۔ کہ دین کے بارے صرف رائے پر عمل مت کیجو۔ جبتک وہ رائے دین کے کسی اصل کی طرف کتاب و سنّت کی طرف مستند نہیں ہے۔ اور اس کی مثل یہ ہے۔ جیسے حضرت علیؓ نے فرمایا:۔

اگر صرف رائے سے دین بنتا۔ تو خف کا اسفل اس کے اعلیٰ سے مسح کے لئے اولیٰ ہوتا۔[2]

حافظ ابنِ حجرؒ بخاری شریف کے اس ترجمہ الباب باب ما یذکر من ذم الرای و تکلف القیاس کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

بخاریؒ اس میں اشارہ کرتے ہیں۔ کہ بعض رائے مذموم ہے۔ اور بعض رائے مذموم نہیں ہے۔ اور وہ رائے جو مذموم نہیں ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ جب کتاب اور سنت اور اجماع نہیں ہے۔ اور انہیں میں سے رائے قائم کی گئی ہے۔ اور جب کتاب سنّت اور اجماع نہیں ہے۔ تو قیاس کو اپنے اوضاع پر استعمال کرنا چاہیئے۔ اور

---

[1] جامع بیان العلم ص ۱۳۸ ج ۲۔ و فتح الباری ص ۲۴۷ ج ۱۳ [2] فتح الباری ص ۲۴۶ ج ۱۳

علت جامعہ کے اثبات میں تکلف[1] نہ کرنا چاہیئے۔

غرض یہ کہ صحابہ کے آثار آئمہ حدیث کے اقوال اور بخاریؒ کے ارشادات میں جس مذموم رائے کا بیان ہُوا ہے۔ یہ وہ رائے ہے۔ کہ کتاب سنت میں حکم ہوتے ہوئے ایسے حکم دینے کے لئے قائم کی گئی ہے۔ کہ وہ حکم کتاب اور سنّت کا مخالف ہے۔ اور وہ حکم دین کے حلال اور حرام کو تبدیل کرتا ہے۔ اور وہ رائے اہلِ علم فقہاء کی رائے نہیں بلکہ برخود غلط جاہلوں کی رائے ہے۔ اور ایسی رائے ہے۔ کہ کتاب اور سنت کی کسی نص کی طرف مستند نہیں ہے۔ اور وہ رائے صرف ھویٰ ہے۔ جس کے بارے میں حضورؐ کا یہ ارشاد ہے۔ تم میں سے کوئی ایماندار بھی نہیں بنتا۔ جبتک اس کی ھویٰ میرے لائے ہُوئے کے تابع نہ ہو۔ اور اسی طرح مذموم تقلید وہ ہے۔ جو ما انزل اللہ کے خلاف ہے۔ کتاب وسنّت کے خلاف اور اتباع شیطان کے احکام میں جو تقلید کی جاتی ہے۔ وہ مذموم ہے۔ اور شارع نے ایسی تقلید سے مسلمانوں کو منع فرمایا ہے۔ قرآن شریف نے جب کفار کی نامعقول باتوں پر ان سے دلیل کا مطالبہ کیا تو ان کے پاس صرف ایک ہی جواب تھا۔ اور وہ یہ کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک راہ پر پایا اور ہم انہیں کے قدموں پر ہیں راہ پائے ہوئے۔

اور جب رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا۔ اور جو میں لادوں تمکو ایسا دین جو ہدائیت ہی ہدائیت ہے۔ تو انہوں نے کہا انا بما ارسلتم بہ کافرون[2]۔ ہم تمہارا لایا ہُوا نہیں مانیں گے۔

اس آئیت نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ ایسے مقلدین مذمت کے قابل ہیں۔ جنہوں نے انبیاء کے دین اور ہدائیت کی مخالفت اور انکار کا پختہ فیصلہ اپنے آباؤ اجداد کی راہ پر چلنے کی آڑ لیکر کیا ہے۔ اور قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ کہ جب کوئی ان کو کہے۔ کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو اللہ نے نازل فرمایا ہے۔ تو کہتے ہیں ہرگز نہیں۔ ہم تو تابعداری کریں گے

---

[1] فتح الباری صفحہ ۲۴۰ ج ۱۳ [2] سورۃ زخرف۔

جس پر ہم نے اپنے باپ[1] دادوں کو دیکھا۔ اس آیت نے صاف صاف یہ بتلا دیا ہے، کہ مذموم تقلید وہ ہے۔ جو ما انزل اللہ کے خلاف اپنے باپ دادوں کی راہ کی کیجاتی ہے۔ اور قرآن شریف نے ایسے مقلدین پر جو اعتراض کیا ہے۔ وہ اعتراض یہ نہیں ہے۔ کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کی تقلید کی ہے۔ بلکہ ان پر قرآن شریف کا اعتراض یہ ہے۔ کہ اگرچہ ان کے باپ دادا نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ۔[2]

وہ ایسے باپ دادوں کی تقلید کرتے ہیں۔ کہ وہ جاہل ہیں۔ دین کے معاملہ میں غور و فکر کے قابل نہیں ہیں۔ اور نہ ان میں ہدایت ہے۔ اور نہ ہدایت کو جانتے ہیں۔ ایسے غیر عاقل اور غیر متہدین باپ دادوں کی اتباع اور تقلید سے قرآن شریف منع کرتا ہے۔ اور قرآن شریف نے سورۃ لقمان میں کفار کے مذکورہ جواب کے جواب میں ارشاد فرمایا ولو کان الشیطان یدعوھم الی عذاب السعیر۔ بھلا اور جو شیطان بلاتا ہو ان کو دوزخ کے عذاب کی طرف۔ تو بھی یعنی اگر تمہارے باپ دادوں کو شیطان دوزخ کی طرف لئے جارہا ہو تب بھی تم ان کے پیچھے چلو گے۔ اس آیت نے پہلی آیت سے بھی زیادہ صراحت سے ظاہر کر دیا ہے۔ کہ آباء اور اجداد کی تقلید پر قرآن شریف کو اعتراض نہیں ہے۔ بلکہ ایسے آباء و اجداد کی اتباع اور تقلید کی قرآن شریف مذمت کرتا ہے۔ کہ ان کا متبوع شیطان ہے۔ شیطان کی تابعداری کرنے والے آباء کی تقلید اور اتباع سے قرآن شریف منع کرتا ہے

فقہاء مجتہدین کی تقلید محمود ہے

لیکن جن فقہاء اور مجتہدین نے کتاب و سنّت کو خود سمجھا ہے۔ اور دوسروں کو سمجھانا چاہا ہے۔ ان کے پاس کتاب اور سنّت کی دی ہوئی ہدایت ہے۔ اور ان کو صرف کتاب و سنّت کی اتباع کا پورا پورا التزام ہے۔ فقہاء اور مجتہدین نے کتاب و سنّت کے حکم کے خلاف ہرگز اقدام نہیں کیا ہے۔ فقہاء کی تقلید ما انزل اللہ کتاب اور سنّت کی اتباع ہے

[1] سورۃ بقرہ [2] سورۃ بقرہ

Marfat.com

ی تقلید کے مستحسن ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ اور یہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔

حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں:۔

حافظ ابنِ عبدالبر نے فرمایا۔ امت میں کسی عالم کو یہ حق نہیں ہے۔ کہ حضورؐ سے ثابت حدیث کو کسی معاملہ میں رد کرے۔ مگر یا تو اس حدیث کو اس نے منسوخ کہا۔ یا اس کا معارض اثر یا اجماع وغیرہ ہے۔ یا اس حدیث کی سند میں اس نے طعن کیا ہے اور اگر ان امور کے بغیر اس نے حدیث کو رد کیا ہے۔ تو اس کی عدالت بھی گر جاتی ہے۔ چہ جائیکہ لوگ اس کو امام بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے علماء امت کے فقہاء کو اس سے بچایا ہے۔[1]

جن فقہاء کی تقلید کی گئی ہے۔ اور کی جارہی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس عیب سے پاک رکھا ہے۔ کہ اپنی رائے سے سنن کا معارضہ کرتے ہیں۔ یا اپنی رائے کو سنن کے مقابلہ پر لاتے ہیں۔ اور ان فقہاء کے مقلدین کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس مذمت سے دور رکھا ہے۔ کہ انہوں نے غیر عالمین اور غیر متبحرین کی تقلید کی ہے۔ اور فقہاء کے ایسے اقوال کی تقلید کی ہے۔ جو صرف رائے اور شیطان کی اتباع میں دوزخ کی طرف پہنچانے والے اقوال ہیں۔ بلکہ فقہاء مجتہدین کے مقلدین نے ان حضرات اہلِ علم اور اہلِ فقہ کی تقلید کی ہے۔ جنہوں نے دین کی ہدایات کو سمجھا ہے۔ اور دین کی ہدایات کو پایا ہے۔ اور کتاب وسنّت کے معانی کو دریافت کیا ہے۔ اور اللہ کی راہ پر چلنے والے ایسے مخلص بندے ہیں جن کی راہ کی اتباع کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں مامور فرمایا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ اولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ یہ وہ لوگ تھے۔ جن کو اللہ نے ہدایت کی۔ سو ان کے طریقہ پر چلو۔ اور قرآن شریف میں ارشاد ہے۔ واتبع سبیل من اناب الی۔ جو میری طرف رجوع ہوا۔ اس کی راہ چل۔ اصحابِ ہدایت کا طریقہ

---

[1] فتح الباری ص۲۴۷ ج۱۳۔ جامع بیان العلم ص۱۴۸ ج۲

Marfat.com

اقتدار اور تقلید کا قابل طریقہ ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کی آیت من اناب الی میں ابوبکرؓ مراد ہیں۔ ابن جریجؒ فرماتے ہیں۔ اس میں صرف رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام مراد ہیں۔ اور غالب اکثریت اہل علم کا کہنا یہ ہے۔ کہ آیت کا عموم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور تمام مخلص خدام دین مؤمنین کی اتباع کو جامع اور شامل ہے۔

اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ فقہاء مجتہدین اللہ کے مخلص بندے اور دین کے خدام اور اللہ کی طرف رجوع ہیں۔ ان کی اتباع اور تقلید کیجئے۔ منیبین الی اللہ کی اتباع اور تقلید پر ہم کو اللہ تعالیٰ نے مامور فرمایا ہے۔ پھر ان کی تقلید کو شرک اور حرام بتلانا اور مذموم کہنا کسی بدطینت کی مجرمانہ جرأت ہو سکتی ہے۔ اور جب یہ بھی معلوم ہے۔ کہ صحابہ اور تابعین کی طرح فقہاء مجتہدین نے بھی ایسی رائے کی مذمت فرمائی ہے۔ جو صرف رائے اور کتاب وسنت سے غیر منتبط رائے ہے۔ تو کیونکر یہ گمان کیا جاتا ہے۔ کہ ان حضرات فقہاء نے دین میں صرف رائے دی ہے۔ اور ہر عہد کے اہل علم نے صرف رائے میں ان کی تقلید کی ہے۔

فقہاء مجتہدین نے رائے کی مذمت فرمائی ہے۔

امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں۔ لوگ کی آراء سے بچو۔ ایک مرتبہ ایک شخص کوفہ میں آپ کے پاس ایسے وقت آیا۔ جب آپ کے سامنے حدیث پڑھی جاتی تھی۔ اور کہا ان حدیثوں سے ہمیں چھوڑ دو۔ امام ابو حنیفہؒ نے اس کو ڈانٹا۔ اور فرمایا۔ اگر یہ حدیث نہ ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی قرآن شریف کو نہ سمجھتا امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ سلف کے آثار کی اقتداء تم پر لازم ہے۔ اور لوگوں کی رائے خواہ تمہیں کتنی بھی اچھی لگے اسے بچو۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا بدعات وغیرہ سے بچتے رہو تم پر لازم ہے۔ کہ عہد اول صحابہ کے آثار کی اقتداء کرو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا جب تک لوگ حدیث پڑھتے

ن میں اصلاح اور بہتری رہیگی۔ اور جب حدیث کے بغیر علم کو طلب کریں گے تو بگڑ جائینگے
م ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ کسی کو بھی ایسی بات کہنی جائز نہیں ہے۔ جبتک اس کو یہ معلوم نہ ہو
سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اس کو قبول کرتی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ جس مسئلہ کو کتاب
نّت میں صریح نہیں پاتے تھے تو دوسرے علماء کو بلا کر ان کو سناتے تھے۔ اور جب
ار کو اس پر اتفاق ہوتا تھا تو اس پر عمل کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ جب کسی حکم کو کتاب
نّت سے مستنبط کرتے تھے تو اس کو نہیں لکھتے تھے جب اس زمانہ کے علماء کو اس حکم
حت پر اتفاق ہوتا تھا۔ تو امام ابو یوسفؒ کو اس کے لکھنے کا حکم فرماتے تھے۔ ایک
ص کوفہ میں دانیال کی کتاب لیکر آیا۔ قریب تھا کہ امام ابو حنیفہؒ اس کو قتل کردے اور
یا۔ کیا قرآن شریف اور حدیث کے علاوہ بھی کوئی کتاب ہے۔

جب امام ابو حنیفہؒ کا سنّت کی اتباع اور التزام میں یہ حال ہے۔ تو اس کے
لق یہ کہنا کہ ابو حنیفہؒ دین میں رائے دیا کرتے تھے سراسر حماقت اور افتراء ہے
م مالکؒ فرماتے ہیں۔ لوگوں کی رائے سے بچو۔ مگر جس رائے پر اتفاق ہو۔ کتاب
سنّت کی اتباع کرو۔ اگر تم کتاب وسنّت کو نہیں جانتے اور سمجھتے ہو تو اپنے علماء
ے پوچھو۔ اور فرمایا علماء سے جدال مت کرو۔ اس لئے کہ دین میں جدال کرنا نفاق کا
ن یا ہے۔ ابن القاسم فرماتے ہیں۔ کہ یہ پورا نفاق ہے۔ اس لئے کہ باطل کو لے کر
ماء سے حق میں جدال کرنا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدال کرنے کے برابر
رمان ہے۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں۔ آئمہ کی اتباع کرو اور ان سے مجادلہ مت کرو۔
ر ہمارا یہ حال ہو۔ کہ جو بھی زیادہ جدال کرنے والا مل جائے تو ہم اس کی اتباع کرتے
یں۔ تو ہم ڈرتے ہیں۔ کہ ہم ایسی چیز کو رد کر دینگے جسکو جبرائیل لے کر آئے تھے امام مالکؒ
ب کسی حکم کو مستنبط کرتے تھے تو اپنے اصحاب سے یہ فرماتے تھے اس کو سوچ لو اسلئے کہ
دین ہے۔ اور اس صاحب روضہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا دوسرا کوئی نہیں ہے۔ مگر

Marfat.com

اس کا قول لیا بھی جاتا ہے۔ اور اس کا قول رد بھی کیا جاتا ہے۔ امام شافعیؒ نے ا
احمدؒ کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ صرف ضرورت کے وقت قیاس کیا جائے گا۔ امام شا
نے فرمایا۔ کتاب وسنّت سے احکام کا اخذ اور استنباط ارباب عقل وفہم کا کام ہے۔ ا
شافعیؒ سے کہا گیا۔ علم کلام میں توحید کی بحث اور دلائل ہیں۔ اور آپ اس کو ناپسند فرما
ہیں۔ امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے امام مالکؒ سے توحید کے بارے میں سوال کیا۔
امام مالکؒ نے فرمایا توحید یہ ہے۔ اور صرف اسقدر ہے۔ جس سے آدمی اسلام میں دا
ہوتا ہے۔ اور اس کے مال اور خون کی عصمت ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ توحید اشہ
اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا کلمہ ہے۔ امام شافعیؒ نے
جب کسی مسئلہ میں حدیث ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کو چھوڑنا ہمارے لئے حلال نہیں۔ ا
شافعیؒ نے فرمایا جب حدیث ثابت ہوتی ہے۔ تو اس کے ہوتے ہوئے کسی کا قول حج
نہیں ہے۔ امام شافعیؒ نے فرمایا۔ حدیث کے مخالف رائے ہو یا قیاس ہو۔ اس
کوئی حقیقت نہیں ہے۔ امام شافعیؒ رائے کا انکار کرتے ہیں۔ اور ضرورت کے وق
قیاس کرتے تھے۔ امام شافعیؒ حدیث صحابہ اور تابعین کے اقوال سے آگے نہیں بڑھ
تھے۔ امام احمدؒ سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تھا۔ تو آپ جواب دیتے ہوئے فرما
تھے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی کسی کو کلام ہے۔ امام احمدؒ رائے سے ا
رہتے تھے امام احمدؒ سے کسی نے پوچھا۔ کہ ہم اپنے عہد میں کس عالم کی تقلید کریں۔ جوا
میں فرمایا میری تقلید مت کیجئو۔ امام مالکؒ۔ امام اوزاعیؒ۔ امام نخعیؒ کی بھی تق
مت کیجئو۔ اور جہاں سے انہوں نے احکام لئے وہاں سے تم بھی احکام کو حاصل کرو
امام احمدؒ کا یہ کہنا ایسے شخص کے حق میں ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کتاب وسنّت سے استنبا
احکام پر قادر ہے۔ ورنہ علماء نے صاف صاف لکھا ہے۔ کہ جو بھی کتاب وسنت
مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا ہے۔ اس کے لئے کسی مجتہد کی تقلید واجب ہے۔ تا

Marfat.com

ن میں گمراہ نہ ہوں۔ امام شعرانیؒ یہ لکھ کر فرماتے ہیں۔ میں نے ان آئمہ مجتہدین سے جتنا
نقل کر دیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آئمہ مجتہدین اولیاء شریعہ کے گرد گھومتے ہیں۔
ردین میں رائے دینے سے پاک ہیں۔ اور ان سب کے مذاہب کتاب و سنّت پر
ن ہوتے ہیں۔ اور ان کے کل اقوال کتاب و سنّت سے بنے ہوئے کپڑے کی مانند ہیں
ران میں جس کے مذہب کی تقلید کو تم چاہتے ہو اس کی تقلید میں تمہارے لئے
ئی عذر نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ سب کے سب جنّت تک پہنچنے کے راستے ہیں۔
در یہ سب کے سب اللہ کی طرف سے ہدائیت پر قائم اور چلے آئے ہیں۔ اور جو بھی
ن میں سے کسی کے قول میں طعن کرتا ہے۔ تو وہ جاہل ہے۔ اس مذہب کی دلیل کو نہیں
نتا یا اس امام کے قوت مدارک کو نہیں جانتا۔ خصوصاً امام ابو حنیفہؒ جس کی کثرت
رع علم عبادت اور قوت مدارک و استنباط پر سلف و خلف نے اتفاق کیا ہے۔ حاشا
امام ابو حنیفہؒ نے دین میں ایسی رائے نہیں دی ہے۔ جس کے لئے کتاب و سنّت
کے ظاہر نے شہادت نہیں دی اور جس نے امام ابو حنیفہؒ کی طرف ایسی رائے کی
سبت کی ہے۔ تو اس کے درمیان اور ابو حنیفہؒ کے درمیان اس دن فیصلہ ہوگا جس
ں بچے بوڑھے ہوں گے۔ میں نے سیدی علی الخواصؒ کو اس شخص شافعیؒ کے
رے میں یہ سنا ہے۔ جس نے یہ کہا۔ کہ یہ حدیث ابو حنیفہؒ پر رد کرتی ہے۔ اللہ تیری
زبان کو کاٹ لے تجھ جیسا یہ لفظ امام ابو حنیفہؒ کے حق میں بولتا ہے۔ ابو حنیفہؒ
کے ادب کا طریقہ اس طرح پر ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ کو اس حدیث پر اطلاع نہیں ہوئی۔
امام ابو حنیفہؒ کے مدارک دقیق ہیں۔ ان پر اکابر اولیاء اہل کشف[1] اطلاع پاتے ہیں۔
امت کے مذکورہ فقہاء مجتہدین کو ایسی رائے کے دین ہونے میں اتفاق ہے
جو کتاب و سنّت سے ماخوذ ہے۔ اور ضرورت کے وقت کتاب و سنّت کی روشنی میں

[1] میزان کبریٰ للشعرانی ص ۵۵ تا ۵۹

Marfat.com

قائم کی گئی ہے۔ اور کتاب وسنّت سے اس قسم کا اخذ اور استنباط ایسے اہلِ علم مجتہدین کا
کام ہے۔ جو صحیح فکر و عقل کی دولت کی سرفرازی کے ساتھ کتاب وسنّت کی نصوص پر بینہ
ہیں اور اخذ و استنباط کے وقت کتاب وسنّت کی نصوص پر نگاہ رکھتے اور استفادہ کرتے
ہیں۔ اور جن اہلِ علم میں کتاب وسنّت کے ظاہر نصوص سے آگے گہرے اور عمیق معانی تک
بڑھنے کی ہمت اور اہلیت نہیں ہے۔ ان کے لئے تقلید کے سوا اور کوئی چارہ نہیں
ہے۔ اور نیز اہلِ علم نے ایسی مذکورہ رائے کے انکار کرنے والے کو کتاب وسنّت
کے گہرے معانی کے اور فقہاء مجتہدین کے علم و اجتہاد کے مدارک کا نہ پہچاننے والا بتایا
ہے۔ اور جب ان حضرات فقہاء نے بھی رائے کی مذمت فرمائی ہے۔ اور دین میں
رائے سے بچنے سے احتراز کیا اور دوسروں کو بھی ہدایت فرمائی۔ کہ دین میں رائے سے
نہ بولا کریں۔ اور ان حضرات نے خود بھی رائے دی اور قیاس کیا ہے۔ تو اس کا معنی
یہ ہے۔ کہ دین میں ایک قسم کی رائے مذموم ہے۔ جس کی تفصیل آپ پڑھ چکے ہیں۔ اور دوسری
قسم کی رائے محمود ہے۔ جس کی مثالیں صحابہ تابعین اور ان مذکورہ حضرات فقہاء سے ثابت
ہیں۔ کہ ان حضرات نے کتاب وسنّت میں بصیرت کے ساتھ ساتھ دین کے نظام میں
رائے اور عقل کو استعمال کیا ہے۔

اہلِ فقہ کی قدر و احترام

چنانچہ عبید اللہ رضؓ بن عبد اللہ فرماتے ہیں:۔
میں نے ابن عباس رضؓ سے سنّت کا زیادہ عالم اور
رائے میں زیادہ محترم اور قابلِ قدر اور اجتہاد میں زیادہ واضح اور مشہور کسی دوسرے
کو نہیں دیکھا ہے۔ اور حضرت عمر رضؓ دین کے الجھے ہوئے مسائل میں ابن عباس رضؓ کو بلایا
کرتے تھے۔ قاسم بن محمد فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباس رضؓ کے فتویٰ سے زیادہ مشابہ
کسی دوسرے کا فتویٰ نہیں دیکھا۔ عبد اللہ بن صفوان فرماتے ہیں۔ میں مکہ میں ابن
عباس رضؓ کے مکان پر گزرا۔ میں نے وہاں فقہ پڑھنے والے طلبہ کو دیکھا۔ اور عبید اللہ بن

Marfat.com

ابن عباسؓ کے مکان پر گزرا۔ وہاں کھانا کھلایا جاتا تھا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا یہ ابن عباسؓ کے دو بیٹے ہیں۔ ایک لوگوں کو فقہ پڑھاتے ہیں۔ اور دوسرا لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں عطاء فرماتے ہیں۔ لوگ فقہ پڑھنے کے لئے ابن عباسؓ کے پاس آتے ہیں۔[1]

ابن عباسؓ کے ان حالات اور واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ ابن عباسؓ سے فقہ پوچھتے ہیں۔ اور ابنِ عباسؓ اور اس کے بیٹے فقہ پڑھایا تے تھے۔ تعجب ہے۔ کہ غیر مقلدین فقہ کے نام سے بھی بدکتے ہیں۔

طاؤس فرماتے ہیں:۔

میں نے ستر صحابہ کو دیکھا۔ جب ان میں اختلاف پڑتا تھا تو وہ حضرات ابنِ عباسؓ کے قول پر اتفاق کرتے تھے۔ اور بغویؒ نے ذکر کیا ہے۔ حضرت طاؤس فرماتے ہیں میں نے پچھتر صحابہ کو دیکھا۔ جب کسی معاملہ میں ابن عباسؓ کی رائے کی مخالفت کرتے تھے۔ تو اپنے اٹھنے سے پہلے یہ کہکر اٹھتے تھے۔ کہ بات یہی ہے۔ جو آپ نے فرمائی ہے عطاء فرماتے ہیں۔ میں نے ابن عباسؓ کی مجلس سے زیادہ اکرم اور افقہ دوسری مجلس نہیں دیکھی ہے۔[2]

ان واقعات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابنِ عباسؓ کی رائے اور فقہ میں دوسرے صحابہ بھی آپ کے ساتھ اتفاق کرتے تھے۔ اور اس رائے کی تقلید کرتے تھے۔ اور یہ کہ صحابہ میں فقہ پڑھانے کے لئے مجلسیں ہوا کرتی تھیں۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

حضرت علیؓ ہم سب میں اچھا فیصلہ کرتے ہیں۔ امیر معاویہؓ کو جب ضرورت پیش آتی تھی تو حضرت علیؓ کو لکھ کر مسائل دریافت کرتے تھے۔ اور جب امیر معاویہؓ کو حضرت علیؓ کی شہادت کی خبر ہو گئی تو آپ نے فرمایا ابن ابی طالب کی شہادت سے[3] فقہ اور علم چلا گیا

---

[1] استیعاب ترجمہ ابنِ عباسؓ [2] اصابہ فی تمیز الصحابہ۔ [3] استیعاب۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں:۔

اگر حضرت معاذؓ نہ ہوتے تو عمرؓ مارا گیا ہوتا[1]

یہ وہ اربابِ فقہ صحابہ ہیں۔ جنہوں نے دین کے نظام میں عقل اور قیاس کو استعمال کیا ہے۔ اور ان کی یہ شان ہے۔ کہ حضرت عمرؓ جیسے صاحبِ فکر و نظر نے ان کی رائے اور قیاس سے استفادہ فرمایا ہے۔ اور ان کی رائے اور قیاس کی تعریف فرمائی اور ان سے خوش رہے ہیں۔ اور فرمایا یا اللہ ان مشکلات سے پناہ مانگتا ہوں جن کے حل کرنے کے لئے حضرت علیؓ موجود نہ ہوں۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ اسقدر شدید احساس حضرت عمرؓ کو ان حضرات صحابہ کی فقہ آراء کی ضرورت کا احساس ہے۔ ورنہ سنّت کی تلاش اور دستیابی حضرت علیؓ حضرت معاذؓ حضرت ابنِ عباسؓ کے علاوہ دوسرے صحابہ سے بھی ہو سکتی تھی۔ مگر ان فقہ اور فہم نے ان کو زیادہ ممتاز کر دیا تھا۔ مثلاً جب حضرت عمرؓ نے صحابہ بدریین کی موجودگی میں ابنِ عباسؓ سے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ کی تفسیر کو دریافت فرمایا۔ تو ابنِ عباسؓ نے جواب میں کہا۔ اس سورۃ میں رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے۔ اگرچہ اس سورت کے الفاظ میں کہیں بھی وفات کی خبر مذکور نہیں ہے۔ مگر ابنِ عباس کے خاص فہم اور فقہ نے اس کو سمجھا ہے۔ اسی طرح جب آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ اتری تو حضرت عمرؓ روئے۔ حضورؐ نے اس کا سبب دریافت فرمایا تو حضرت عمرؓ نے کہا۔ ہمارا دین ابتک بڑھ رہا تھا اور جب کامل کر دیا گیا تو ہر کمال کے بعد نقص آتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا تو نے ٹھیک سمجھا ہے۔ اور سچ کہا ہے۔ اگرچہ یہ معنی الفاظ میں مذکور نہیں ہے۔ مگر ایسے معنی کا ادراک جو الفاظ میں مذکور نہیں ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی فقہ اور فہم میں وہ مفہو

[1] اصابہ فی تمیز الصحابہ۔

Marfat.com

ے۔ اسی طرح مجتہدین کی عقل اور فہم پر ایسے نصوص سے وارد ہوتے ہیں۔ جو الفاظ
ں مذکور نہیں ہوتے ہیں۔ اور دوسروں کو ان معانی کا ادراک نہیں ہوتا ہے۔ مگر وہ
انی صحیح اور درست ہوتے ہیں۔ اور اربابِ فہم فقہ ان معانی کو قبول کرتے اور تسلیم
تے ہیں اور یہی فقہاء مجتہدین کی رائے اور بصیرت ہے۔ جسکو امت نے قابلِ تقلید
ھا ہے۔ اور محمود کہا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے مذموم آراء کی قسمیں لکھنے کے بعد محمود
ئے کا ذکر کیا۔ میں مختصراً اس کو یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔

محمود رائے اچھی رائے

محمود رائے کی پہلی قسم ان حضرات کی رائے ہے۔ جو
امت میں سب سے زیادہ فقیہہ تھے۔ اور جن کے
ب امت میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور صالح تھے۔ اور جنکا علم سب سے زیادہ گہرا
ھا۔ جن کی فطرت سب سے زیادہ کامل تھی۔ اور جن کا ادراک سب سے زیادہ مکمل اور اونچا
ھا۔ اور جن کے اذھان سب سے زیادہ صاف اور روشن تھے جنہوں نے تنزیل کا مشاہدہ
یا۔ اور تاویل کو جانا پہچانا۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقاصد کو خوب سمجھا۔ یہ حضرات
صحابہ ہیں۔ جن کے علوم اور آراء کی اور ان کے مقصد و ارادوں کی نسبت حضورؐ کی سنت کے
ساتھ ایسی ہے جیسے کہ صحابہ کو حضورؐ کی صحبت کے ساتھ نسبت ہے۔ اور صحابہ اور ان کے بعد
کے حضرات میں امتیاز اور فضیلت اسی نسبت صحبت سے قائم ہوتی ہے۔ حضرات صحابہ کے
بعد حضرات کی رائے کی نسبت صحابہ کی آراء کے ساتھ ایسی ہے۔ جیسے کہ صحابہ اور بعد کے
حضرات میں حضورؐ کی صحابیت کے فضل و شرف سے قدر و منزلت کا اندازہ ہے۔ امام شافعیؒ
فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں تورات میں انجیل میں صحابہ کی تعریف فرمائی ہے
اور حضورؐ نے صحابہ کی ایسی فضیلت پر شہادت دی ہے۔ جو صحابہ کے بعد دوسروں کو نصیب نہیں
ہوئی۔ حضورؐ کے قصد اور ارادہ سے صحابہ واقف تھے۔ صحابہ ہم تک حضورؐ کے سنن پہنچاتے
ہیں۔ اور حضورؐ کے سنن کچھ ہم جانتے ہیں اور کچھ نہیں جانتے لیکن صحابہ کے سامنے

حضورؐ کے سنن کا مکمل نقشہ تھا۔ صحابہ علم میں اجتہاد میں ورع عقل میں اور استنباط کی اصل اور ماخذ میں ہم سے بمراتب اونچے ہیں۔ صحابہ کی رائے ہماری رائے سے زیادہ بہتر اور محمود ہے۔ اور ہمارے شہر میں جو ہمارے پسندیدہ لوگ ہیں۔ جنکو ہم ملے ہیں۔ اور جنکو نہیں ملے ہیں۔ اور ان کی حکایت ہم سے کی گئی ہے۔ یہ تمام حضرات جب ان کو سنّت نہیں ملتی تھی، تو حضرات صحابہ کی رائے کی طرف رجوع کرتے تھے، خواہ صحابہ کو ایک رائے پر اتفاق ہوتا تھا یا صحابہ کی رائے میں اختلاف ہوتا تھا۔ مگر حضرات صحابہ کی رائے سے باہر نہیں ہوتے تھے۔

دوسری قسم محمود رائے کی یہ ہے۔ کہ وہ ایسی رائے ہے جو نصوص کی تفسیر کرتی ہے۔ اور وجہ دلالت کی وضاحت کرتی ہے۔ اور نصوص سے استنباط کا طریقہ روشن اور آسان کرتی ہے۔

تیسری قسم محمود رائے کی یہ ہے۔ کہ جس پر امت نے اتفاق کیا ہے۔ اور سلف سے خلف نے لیا ہے۔ جب ایسی رائے پر سلف کو اتفاق ہے۔ تو اس کا معنی یہ ہے کہ وہ صحیح اور صائب رائے ہے۔

چوتھی قسم محمود رائے کی یہ ہے۔ کہ کتاب وسنّت میں پوری تلاش کی گئی خلفاء راشدین کی رائے تلاش کی گئی یا ان میں سے ایک ایک کی اور ایک ایک صحابی کی رائے تلاش کی گئی۔ مگر جو واقعہ درپیش ہے۔ اس کے لئے ان میں سے کوئی حکم حاصل نہیں ہوا تو اس وقت ایسی رائے قائم کی گئی ہے۔ جو کتاب وسنت میں غور وتامل کے بعد اور کتاب وسنّت یا صحابہ کے آثار کے بہت زیادہ قریب اور مشابہ ہے۔ ایسی رائے کی صحابہ نے اجازت دی ہے۔ اور اس کو استعمال کیا ہے۔ اور بعض صحابہ نے بعض صحابہ پر ایسی رائے سے احتجاج اور استدلال کیا ہے۔ جیسا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے ذاتی جھگڑے میں حضرت شریح کی رائے کا فیصلہ تسلیم کر لیا۔ اور اس رائے پر اسقدر خوش ہوئے۔ کہ شریح کو قاضی

Marfat.com

رفرمایا۔ اور ہدایت فرمائی۔ کہ کتاب اور سنّت میں جب تمہیں فیصلہ نہیں ملتا ہے۔ تو اپنی رائے سے فیصلہ[1] کیجئو۔

غرض یہ ہے۔ کہ حضرات محدثین اور آئمہ حدیث بخاریؒ ابن عبدالبرؒ بیہقیؒ۔ فظ ابن حجرؒ۔ حافظ ابن القیمؒ رائے کو مذموم اور محمود میں تقسیم کرتے ہیں۔ اور ں رائے کو مذموم بتلایا ہے۔ جو کتاب وسنّت سے جاہل بے علم کی رائے ہے نص ے بالمقابل مخالف رائے ہے۔ اور صحابہ کی رائے اور جس رائے کو امت نے قبول لیا ہے۔ اور ارباب فقہ ارباب رائے محدثین فقہاء کی رائے جو کتاب وسنّت ے ماخوذ ہے۔ اور کتاب وسنّت کے قریب اور مشابہ ہے۔ یہ تمام آراء محمود ہیں۔ فقہاء حابہ نے ایسی رائے کو استعمال کیا ہے۔ اور اس سے شرعی استدلال کیا ہے۔ اور ایسی ئے دینے کی ہدایت فرمائی ہے۔ ٹھیک اسی طرح فقہاء اربعہ نے جس قسم کی رائے کو استعمال یا ہے۔ وہ کتاب وسنّت سے ماخوذ اور کتاب وسنّت کے قریب اور مشابہ رائے ے۔ اور ایسے وقت وہ رائے قائم کی گئی ہے۔ جب کتاب اور سنّت میں صحابہ کے آثار ں حکم نہیں ملتا تھا۔ ایسی رائے دین میں دلیل اور حجت ہے۔ ایسی رائے کا انکار ایسا خص کرے گا جو دین کے اجتماعی نظام کا انکار کرتا ہے۔ اور کتاب وسنّت کے احکام ں جامعیت کو تسلیم نہیں کرتا۔ اور اصحاب سنن سے الگ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانا چاہتا ہے

حکیم صاحب نے اصحاب سنن کے نام سے ایک غلط فہمی ڈالنے کی بھی کوشش ی ہے۔ اور ادھورا حوالہ دیا ہے۔ اس لئے میں حکیم صاحب کا وہ مغالطہ یہاں نقل رنا چاہتا ہوں۔

حکیم صاحب کا غلط خیال اور غلط حوالہ

حکیم صاحب اپنے آپ کو اہل حدیث فرقہ کو بھی

[1] اعلام الموقعین صفحہ ۹۱ تا ۹۵ ج اوّل۔

Marfat.com

صحابہ کے عہد میں پہنچانا چاہتے ہیں اور تابعین کے عہد میں اہلحدیث فرقہ کو مشہور بتلاتے ہیں۔ اور کبھی اپنے فرقہ کو اصحاب سنن کا نام دے کر حضرت عمرؓ سے اپنی تائید کرانے کی خواہش کرتے ہیں۔ چنانچہ خطابیؒ کا نام لیکر لکھتے ہیں:۔

خطابی فرماتے ہیں۔ اصحاب سنن وہ اصحاب حدیث[1] ہیں۔ خطابی ایسے مسلمہ امام لغت رطب اللسان ہیں۔ کہ اصحاب سنن سے حضرت عمرؓ کا منشاء مراد حفاظ حدیث کا گروہ باتشکرہ ہے۔ جو کہ بعد میں اصحاب حدیث و اہل حدیث کے نام[2] سے شہرہ آفاق ہوا۔ آپ نے پہلے تفصیل کے ساتھ پڑھ لیا ہے۔ کہ اصحاب حدیث اور اہلحدیث کون ہوتے ہیں۔ محدثین جب کبھی اصحاب حدیث اور اہلحدیث کہتے ہیں۔ تو اس نام سے کسی فرقہ اہلحدیث کا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ محدثین قطعاً کسی اہلحدیث فرقہ کو نہیں جانتے ہیں۔ بلکہ حدیث کے رواۃ اور علماء حدیث اصحاب حدیث اور اہل حدیث کہنے سے ان کی مراد ہوتے ہیں۔ اور حضرت عمرؓ کے اثر میں اصحاب سنن سے وہ حضرات رواۃ حدیث اور حفاظ حدیث مراد ہیں جن کے مقابلہ پر وہ اصحاب رائے آتے ہیں جنکو حدیث کے حفظ اور روایت کی توفیق نہیں ہے۔ اور وہ اپنی آراء سے سنن کا معارضہ کرتے ہیں۔ یہ آپ پہلے ابن قیمؒ اور ابن حجرؒ کی نقل میں پڑھ چکے ہیں۔ جن اصحاب حدیث اور اصحاب سنن کا ذکر محدثین اور حضرت عمرؓ کے اثر اور اقوال میں کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ اہلحدیث فرقہ کا کچھ بھی تعلق نہیں ہے اور نہ وہ حضرات اہلحدیث فرقہ کے نام سے معروف ہوئے ہیں۔ اور وہ حضرات اصحاب حدیث اور اصحاب سنن ارباب فقہ و قیاس گزرے ہیں۔ یا ارباب فقہ و قیاس کے مقلد رہے ہیں۔ اور حکیم صاحب کا فرقہ اہلحدیث فقہ اور قیاس کا دین کے نظام میں انکار کرتے ہیں۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ محدثین کے تذکروں میں اور حضرت عمرؓ کے اثر میں اصحاب حدیث اور اصحاب سنن کے ساتھ اہلحدیث فرقہ کے کچھ بھی مناسبات نہیں

[1] میزان شعرانی ص۶۱ ج۱۔ [2] نتائج التقلید ص۳۔

Marfat.com

ں۔ بلکہ اگر کسی کے ساتھ فرقہ اہلحدیث کا تعلق ہے یا ہو سکتا ہے تو وہ صرف فرقہ ظاہریہ
ہے۔ یا حافظ ابن حزم کی ذاتِ بابرکات ہے۔ جس نے قیاس کے انکار کرنے میں
ور امت کے آئمہ فقہا محدثین کی مخالفت کرنے میں سر توڑ کوشش کی اور سب سے
یادہ بدنام گزرے اور بڑی بے رحمی کے ساتھ اہلِ علم نے اس کی خود بینی اور خود پسندی
کچلا ہے۔ چنانچہ ابنِ خلدونؒ لکھتے ہیں:۔

اور اہلِ ظاہر کا تو یہ حشر ہوا۔ کہ ان کے آئمہ کے ختم ہوتے ہی ان کا مذہب صفحہ ہستی
سے ایسا مٹا کہ اب تک اس میں کوئی جان نہیں پڑی۔ محض کتابوں میں لکھا پڑا ہے۔ جو کیڑوں
کی غذا بن رہا ہے۔ اور اب آج اگر کوئی طالب العلم ان کی کتابوں سے ان کی فقہ اور ان
کا مذہب سیکھنے بیٹھتا ہے۔ تو حقیقت میں وقت کو رائیگاں کھوتا ہے۔ اور جمہورِ امت
کو مخالفت کے لئے چیلنج دیتا ہے۔ اور امت کی طرف سے بدعتی کا نام بدحاصل
کرتا ہے۔ چنانچہ ابن حزم کے ساتھ ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ کہ گو حفظِ حدیث میں
اس کا پایہ بلند تھا۔ مگر وہ مذہب اہلِ ظاہر کی طرف ڈھل گیا اور اس میں اس نے
وہ مہارت و حذاقت حاصل کی کہ امام فرقہ داؤد سے بھی جا بجا اس نے خلاف
کیا۔ ادھر آئمہ مسلمین سے ابن حزم کی نوک جھوک رہی۔ آئمہ اسلام نے اس کو
بُری نظر سے دیکھا اور اس کے مذہب کو لغو ثابت کر کے توڑ مروڑ کر رکھ دیا۔ اس
کی کتابوں کو کوئی ہاتھ تک نہ لگاتا اور ان کو چھوتا نہیں۔ بازار میں بکنے آئیں۔ تو
کوئی خریداری پر راضی نہیں ہوتا۔ اور کبھی ہاتھ پڑ جاتیں تو پھاڑ دی جاتیں۔[1]

ابنِ حزم کے علم اور دلائل کی یہ مختصر کیفیت اور انجام ابن خلدونؒ کی زبان
سے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ امت مسلمہ کے آئمہ نے اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔
اور اس کے مذہب کو اسلام میں اہل اقتدار آئمہ نے لغو ثابت کر دیا۔ اور جو اس کے مذہب

[1] مقدمہ ابنِ خلدون باب فقہ۔

Marfat.com

میں شامل ہوتا ہے۔ وہ تمام آئمہ اسلام کو مقابلہ کا اعلان کرتا ہے۔ اور آئمہ اسلام اس کو بدعتی کے بُرے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ٹھیک یہی حال اس اہلحدیث فرقہ کا ہے۔ جمہور علمارِ امت اس کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ اور اس کے مذہب کو لغو جانتے ہیں۔ اور جو بھی اس میں شامل ہوتا ہے اس کو کریہہ نام سے یاد کرتے ہیں۔ اور جو بھی اس فرقہ میں شامل ہوتا ہے وہ امت کے آئمہ کو مقابلہ کا چیلنج کرتا ہے۔ آپ خود فیصلہ کیجئے کہ فرقہ اہلحدیث امت کے محدثین اصحاب حدیث آئمہ اسلام سے جا ملتا ہے یا فرقہ ظاہریہ اور ابنِ حزم کے فرقے سے ملتا ہے۔ حکیم صاحب نے خطابیؒ کی بہت ادھوری بات نقل کر دی ہے خطابی نے صرف اتنا نہیں لکھا ہے جتنا حکیم صاحب نے لکھا ہے۔ خطابیؒ کی پوری عبارت یہ ہے:۔

قال الخطابی واصحاب السنن هم حفاظ الحدیث والمطلعون علیه کالائمة المجتهدین وکل اتباعهم فانهم هم الذین یقیمون ماتضمنه السنن من الاحکام۔ (ترجمہ) خطابیؒ فرماتے ہیں اصحابِ سنن کون ہیں۔ اصحابِ سنن وہ حضرات حفاظِ حدیث اور حدیث کے معانی اور مقاصد پر اطلاع پانے والے ائمہ مجتہدین اور ان کی کامل اتباع کرنے والے ہیں۔ اس لئے کہ جن احکام کو سنن جامع اور شامل ہیں۔ سنن کے احکام معانی اور مقاصد کو آئمہ مجتہدین اور ان کی کامل اتباع فقہا ہی جانتے ہیں۔

پھر اس کے آگے امام شعرانیؒ کہتے ہیں:۔

ابوبکر بن عیاش کے قول میں اہلحدیث سے اہل سنّت والجماعۃ کے فقہاء مراد ہیں اگرچہ وہ حفاظِ حدیث نہ ہوں۔ حمدان بن سہل[۲] فرماتے ہیں۔ اگر میں قاضی ہوتا تو ایسے شخص کو قید کرتا۔ کہ حدیث پڑھتا ہے۔ اور فقہ نہیں پڑھتا۔ یا فقہ پڑھتا ہے اور حدیث کو طلب نہیں کرتا۔ دیکھو تو سہی کہ آئمہ مجتہدین نے حدیث اور فقہ دونوں کو طلب کیا۔ صرف

[۱] میزان کبریٰ للشعرانی ص۵۳ [۲] میزان کبریٰ للشعرانی ص۵۴ ج اول۔

ان میں سے ایک پر انہوں نے اکتفا نہیں کیا ہے۔

خطابیؒ اصحابِ سنن کہکر فقہاء مجتہدین اور فقہاء مجتہدین کے تابعداری کرنے والے لیتے ہیں۔ اور حکیم صاحب خطابیؒ کا نام لیکر کیا کہتے ہیں۔ اور تقریباً حکیم صاحب نے ایسا کیا ہے۔ کہ اصل عبارت کچھ ہوتی ہے اور اس کو توڑ مروڑ کر یا اتنا حصہ نقل کر دیتے جسکو اپنے لئے مفید جانتے ہیں۔ اور غرض صرف اس قدر ہوتی ہے۔ کہ محدثین اور اصحابِ سنن سے اہلحدیث فرقہ کا رشتہ جوڑ لیں اور اصحابِ فقہ ارباب فہم و بصیرت تمام علم کی فہرست سے باہر کر دیں۔ مگر حکیم صاحب اس پر غور نہیں کرتے ہیں۔ کہ اربابِ حدیث دین کے مسائل میں ہمیشہ سلفاً و خلفاً اربابِ فقہ۔ اربابِ بصیرت کے محتاج رہے ہیں۔ اور ان کے تعلق پر فخر کرتے تھے۔ یحییٰ ابن معین سے بڑھ کر دوسرا حافظ حدیث کون ہوگا۔ اور جب آپ نے امام شافعیؒ کے بارے میں کچھ کہا تھا اور امام احمدؒ کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ابنِ معینؒ نے امام شافعیؒ کو کہاں سے جان لیا ہے۔ ابنِ معینؒ امام شافعیؒ کو نہیں جانتا ہے۔ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں:۔

امام احمدؒ نے سچ فرمایا۔ ابنِ معینؒ امام شافعیؒ کے قول کو اور علم کو نہیں جانتا ہے۔ خود ابن معینؒ سے یتیم کا مسئلہ پوچھا گیا تو اس کو نہیں جانتے تھے۔ ابن زھیر فرماتے ہیں میں بیٹھا ہوا تھا کہ ابن معینؒ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ جس عورت کو خاوند نے اختیار دیا تھا تو اس نے اپنے نفس کو اختیار کیا تو ابنِ معینؒ نے جواب دیا۔ کہ تم اہلِ علم سے پوچھو۔[1]

اور اس سے پہلے آپ نے پڑھ لیا ہے۔ کہ حضرت لیثؒ۔ یحییٰ القطانؒ۔ وکیع بن الجراحؒ اور ان کے امثال امام ابوحنیفہؒ کے قول پر عمل کرتے تھے۔ پھر یہ کیسے ہوا۔ اور کب ہوا کہ وہ اربابِ فقہ اور حفاظِ حدیث ہوتے ہوئے غیر مقلد اہلحدیث فرقہ ہو گئے

[1] جامع بیان العلم ص ۱۶۰ ج ۲

Marfat.com

ہیں اور اجتہاد و قیاس کا انکار کرتے ہیں۔

اجتہاد اور قیاس

اجتہاد۔ قیاس۔ رائے۔ تینوں ایک حقیقت کے نام ہیں شریعت کے منظم احکام قواعد اور کلیات کے مخفی علوم کا سراغ لگا کر تدوین کے لئے فروعی مسائل اور معارف پیدا کرنے کا نام تشریعی استخراج یا اجتہاد ہے۔ اور چونکہ مجتہد صرف سطحی امور کو نہیں دیکھتا بلکہ امور کی گہرائیوں میں جا کر ان کی بنیادوں کا پتہ لگا لیتا ہے۔ نصوص کے ظواہر سے گزر کر ان کے بواطن کو اسلا دریافت کرتا ہے۔ کہ مجتہد کلی علتیں اور جامع اسرار کو پہچاننا چاہتا ہے۔ تاکہ ان جزو مسائل کو جو نصوص میں بیان کئے گئے ہیں ہمہ گیر بنا سکے۔ جیسا کہ ایک موجد اشیاء کے ظ سے گزر کر ان کی پوشیدہ خاصیتوں کو سوچتا ہے۔ اور پتہ لگاتا ہے۔ تاکہ کوئی نئی ایجادی اٹھائے۔ اور تمدن میں کوئی نیا کارنامہ ایجاد کرے۔ اور چونکہ مجتہد کی یہ مخفی مساعی اور یہ باط دھی بلکہ عوام سے اوجھل ہوتا ہے۔ اور عوام اس کی اجتہادی خداداد قوت کو نہیں جانتے ہیں۔ اس لئے اس کی اجتہادی رائے اور قیاس کو نصوص کے مخالف کہتے ہیں۔ اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے۔ کہ اہل علم غیر مجتہدین نصوص کے ظو سے آگے نہیں بڑھتے ہیں۔ اور شریعت کے قواعد اور کلیات کے مخفی اور فکر طلب علوم ا اسرار کا ادراک جو مجتہدین کو ہوتا ہے۔ اس سے غیر مجتہدین اہل علم قاصر رہتے ہیں۔ اس وہ سمجھتے ہیں۔ کہ مجتہدین نے ایسا حکم اور فتویٰ دے دیا ہے۔ جس کی حرمت اور حلت کی شر نے تصریح نہیں کی ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ نصوص اور ادلہ کے قرائن سے اگر مجتہد حرمت اور حلت کو نہ سمجھتے تو وہ اس کو حرام یا حلال نہ بتاتے۔ اور بات یہ ہے۔ کہ قر سب سے عمدہ اور سچی دلیل ہے۔ اور کبھی ان قرائن کی تائید کشف[1] سے بھی ہوتی ہے

اجتہاد اور قیاس ایک شرعی اصل ہے۔ مگر اس کے لئے اہلیت استعداد ا

[1] میزان کبریٰ صہ ۵۵ ج اوّل

رت شرط ہے۔ اس لئے عہدِ نبوّت سے لیکر صحابہ تابعین اور مابعد کے حضرات
اس کی اہمیّت اور ضرورت کا احساس رہا ہے۔ حضرت معاذؓ فرماتے ہیں:۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا۔ تو فرمایا۔ معاذؓ! تم کس طرح فیصلہ کرو گے۔ عرض کیا، کتاب اللہ سے فیصلہ لوں گا ورنہ سنّت سے فیصلہ لوں گا۔ اور اگر دونوں میں حکم نہیں ملا۔ تو پھر اپنے اجتہاد اور قیاس سے فیصلہ کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کے جواب سے بڑے خوش ہو گئے اور حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ رکھکر ارشاد فرمایا۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس نے اپنے رسول کے رسول کو ایسی بات کی توفیق بخشی جس سے خدا کے رسول[1] خوش ہو گئے۔

اجتہاد، قیاس اور رائے کی مشروعیّت پر حضورؐ کا یہ ارشاد صریح نص ہے۔ اس سے
ھ کر قیاس اور رائے کی مشروعیّت کے لئے دوسری کیا صریح دلیل ہو سکتی ہے منکرین
یاس نے اس مذکورہ حدیث پر تکلف کے ساتھ کچھ لے دے کیا ہے۔ مگر اس سے
یل میں کچھ ضعف نہیں پیدا ہوتا ہے۔

ان کا اعتراض یہ ہے۔ کہ حضرت معاذؓ سے اس حدیث کی روائیت کرنے والے
ضرت معاذؓ کے اصحاب ہیں اور ہم نہیں جانتے ہیں۔ کہ وہ کون حضرات ہیں۔ حافظ
بنِ قیمؒ نے اس اعتراض کے جواب میں بہت تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن اس کے
قل کرنے سے پہلے میں حافظ ابنِ عبدالبرؒ کی روائیت سے علی بن الجعدؒ کے طریقہ
سے مذکورہ حدیث کی سند کو یہاں نقل کرتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ اصحاب معاذؓ
حضرات صحابہ ہیں۔ اور سب کے سب عدول ہیں۔ اور حضرت معاذؓ سے صرف ایک
صحابی اس حدیث کو روائیت نہیں کرتے ہیں بلکہ متعدد صحابہ نے حضرت معاذؓ سے
اس حدیث کو روائیت کیا ہے۔ ابنِ عبدالبرؒ روائیت کرتے ہیں:۔

[1] ابوداؤد کتاب القضاء ص۵۰۵ ترمذی۔ کتاب القضاء ص۱۵۸ سنن کبریٰ کتاب آداب القاضی ص۱۱۴ ج۱۰

حدثنا علی بن الجعد قال حدثنا شعبۃ عن ابی عون قال سمعت الحارث بن عمرو بن اخی المغیرۃ بن شعبۃ یحدث عن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ[1]

اصحاب معاذؓ صحابہ ہیں۔ اگر ان کے اسمارِ گرامی مذکور نہیں ہیں تو نہ سہی صحابہ سب عدول ہیں۔ ان کے حجت ہونے میں کچھ بھی شک نہیں ہے۔ اب آپ حافظ ابن قیمؒ کی بحث کو پڑھئے۔ حافظ فرماتے ہیں:۔

اس حدیث کی سند میں اگرچہ اصحاب معاذؓ کے نام مذکور نہیں ہیں۔ لیکن صرف اسقدر سے حدیث میں کچھ حرج نہیں آتا ہے۔ اس لئے کہ اصحاب معاذؓ کے نام اگر نہیں لئے گئے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ حضرت معاذؓ کے اصحاب سے اس حدیث کی روائت اسقدر مشہور ہے۔ کہ حضرت معاذؓ کے تمام اصحاب اس کی روائت کرتے ہیں۔ اور حارث بن عمرو حضرت معاذؓ کے اصحاب میں کسی ایک سے نہیں روائت کرتے ہیں۔ بلکہ جماعت سے روائت کرتے ہیں۔ تو پھر وہ کسی ایک کا نام کیونکر لے سکتے ہیں۔ اور یہ علم میں دین میں اصحاب معاذؓ کا اونچا مقام کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ حضرت معاذؓ کے اصحاب میں کوئی بھی متہم اور مجروح نہیں ہے۔ بلکہ حضرت معاذؓ کے اصحاب افاضل مسلمین اور ممتاز حضرات ہیں۔ اہل علم انکی نقل کرنے میں کچھ بھی شک نہیں کرتے ہیں۔ اور اہل علم کو شک ہو کیسے سکتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کا لواء شعبہ نے اٹھایا ہے۔ اور بعض آئمہ حدیث نے یہانتک کہا ہے کہ جب کسی حدیث کی سند میں شعبہ کو دیکھتے اور پڑھتے ہو تو بے فکر ہو جاؤ۔ اور پورے اطمینان سے اس حدیث کو قبول کر لو۔ اور ابو بکر خطیب کتاب الفقہ والمتفقہ میں کہتے ہیں۔ کہ اس مذکورہ حدیث کی دوسری سند بھی ہے۔ وہ یہ۔ کہ عبادۃ بن نسی عن عبد الرحمان بن غنم عن معاذ۔ اس حدیث کو روائت

[1] جامع بیان العلم ص۵۵ ج۲

Marfat.com

کرتے ہیں اور اس کی سند متصل ہے۔ اور تمام رواۃ ثقہ معروف ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو اہلِ علم نے روایت کیا۔ اور اجتہاد اور قیاس کی صحت اور حجت ہونے پر اس سے احتجاج کیا ہے۔ ہم نے اہلِ علم کی روایت اور احتجاج سے یہ سمجھ لیا ہے۔ کہ اہلِ علم اس حدیث کو صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث کی سند کے طلب کرنے کی بھی ضرورت[1] نہیں ہے۔

اور حافظ ابنِ عبدالبرؒ کہتے ہیں:۔

داؤد نے حضرت معاذؓ کی حدیث کی سند میں کلام کرتے ہوئے لکھا ہے۔ اصحابِ معاذؓ معلوم نہیں ہیں کون ہیں۔ لیکن بات یہ ہے۔ کہ حضرت معاذؓ کی حدیث مشہور ہے ائمہ عدول نے اس کو روایت کیا ہے۔ اصول پر اجتہاد اور قیاس کرنے میں یہ حدیث اصل اور حجت[2] ہے۔

حضرت معاذؓ کی حدیث میں حضرت معاذؓ کا اجتہاد اور قیاس کا ذکر کرنا اور رسول مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس پر خوش ہونا اور حضرت معاذؓ کی تحسین فرمانا۔ ایسے قابلِ انکار شواہد ہیں۔ کہ کتاب اور سنّت میں اگر کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ تو اجتہاد اور قیاس کرنا رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا اور مرضی ہے۔ اور کسی فقیہہ کی تقلید کا معنی ابھی اسقدر ہے۔ کہ ایک فقیہہ مجتہد کے قیاس کی تقلید میں اس کا مقلد اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور منشاء کی تعمیل کرنا چاہتا ہے۔ اور فقیہہ اپنے اجتہاد اور قیاس میں نئی تشریع نہیں کرتا اور نہ کوئی مقلد کتاب اور سنّت کے خلاف یا علاوہ کسی نئی تشریع میں فقیہہ کی تقلید کرتا ہے۔ بلکہ مجتہد فقیہہ نے کتاب و سنّت کے ایک حکم کو وہاں بھی ظاہر کر دیا جہاں وہ صریح مذکور نہیں تھا اور اس مجتہد کے مقلد نے اسکے علم و نظر کی مدد سے کتاب و سنّت کے ایسے حکم کی اتباع کی ہے۔ اور کرتا ہے۔ کہ وہ اس واقعہ اور حال جیسے دوسرے واقعہ اور حال میں شارع کی طرف سے مذکور ہے۔

---

[1] اعلام الموقعین ص ۳۴۳ ج اوّل [2] جامع بیان العلم ص ۷۷ ج ۲

حضرت معاذؓ کی مذکورہ حدیث سے صریح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کا قیاس کرنا اور اس کی تقلید کیا جانا حضورؐ کے علم میں تھا۔ اور اس پر رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام خوش ہیں اور قیاس و اجتہاد اور اس کی تقلید بغیر کسی صحابی کے اختلاف کے عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ سے شرعی نظام اور دستور چلا آرہا ہے

حافظ ابنِ قیمؒ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام حضرت عمرؓ کی کتاب کی شرح کرتے ہوئے کہتے ہیں:-

حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر فہم فہم ہے۔ جو تیرے دل میں اس واقعہ میں ڈالدیا جاتا ہے۔ جو تیرے سامنے ہے۔ اور اس کے لئے کتاب اور سنّت میں حکم مذکور نہیں ہے سو جو اور قریب اور خداداد فہم سے فائدہ اٹھاؤ۔ قیاس کرو اور اس واقعہ کے امثال کو جان لو اور اس واقعہ میں ایسا حکم ظاہر اور بیان کرو جو اللہ کو محبوب اور حق کے بہت مشابہ ہے اس کو اختیار کرو۔

حضرت عمرؓ کی کتاب میں اجتہاد اور قیاس کرنے کے لئے یہ حد اور ایسا ضابطہ ہے جس پر ارباب قیاس نے شریعت میں اعتماد کیا ہے۔ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو حضرت عمرؓ کی یہ ایسی کتاب ہے جس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا ہے۔ بلکہ صحابہ کو قیاس کرنے اور قیاس میں مسائل تبلانے پر اتفاق تھا۔ اور شریعت کے اصول میں قیاس ایک شرعی اصل ہے۔ جس کی ضرورت ہر فقیہہ کو ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جگہ جگہ اپنی کتاب میں اصل کی قیاس کی اپنے بندوں کی راہنمائی کرتا ہے۔ مثلاً نشأۃ ثانیہ کو نشأۃ اولیٰ پر ممکن ہونے میں قیاس کیا ہے۔ اور نشأۃ اولیٰ کو اصل اور نشأۃ ثانیہ کو اس پر فرع گردانا ہے۔ اور موت کے بعد امہات کی حیات کو زمین کے مرنے کے بعد زمین کی حیات پر قیاس کیا ہے۔ اور یہ کل عقلی قیاسات ہیں جن کے ذکر کرنے میں حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہہ کر دیا ہے۔ کہ کسی شئے میں جو حکم ہے۔ اس کی مثل کا بھی

ہے۔ اس لئے کہ امثال کل ایسے قیاسات ہیں جن میں ممثل بہ سے ممثل کے لئے حکم معلوم کیا جاتا ہے۔ قرآن شریف نے چالیس سے اوپر ایسی مثالیں بیان فرمائی ہیں ضمن ہیں نظیر کے ساتھ شئے کی تشبیہ کو اور ان دونوں کے لئے اللہ نے ایک اور ر کا حکم بیان فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ مَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ (ترجمہ) اور یہ مثالیں چسپاں کرتے ہیں ہم لوگوں کیواسطے ان کو سمجھتے وہی ہیں جنکو سمجھ ہے)

پس قیاس ضرب امثال میں عقل کا خاصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی فطرت ر عقول میں متماثلین کے درمیان تسویہ اور ان میں تفریق کا انکار مرکوز کر دیا ہے۔ ر دو مختلف چیزوں میں فرق اور جمع کا انکار بھی لوگوں کی فطرت اور عقول میں اللہ ی طرف[1] سے راسخ ہے۔

جب یہ معلوم ہوا۔ کہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو قیاس کرنے اور اشباہ امثال سے حکم حاصل کرنے کی تاکید اور ہدایت فرمائی ہے۔ اور تمام صحابہ نے حضرت عمرؓ کے ساتھ قیاس کرنے میں اور اشباہ و امثال سے حکم حاصل کرنے میں اتفاق کیا ہے۔ اور جب یہ واضح ہو گیا کہ قیاس شرعی اصل ہے۔ اور قرآن شریف نے قیاس کرنے میں اور امثال و اشباہ سے حکم حاصل کرنے میں راہنمائی کی ہے۔ اور اضراب و امثال میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی ہے۔ کہ ایک شئے اور اس کی نظیر کا اور ممثل اور ممثل بہ کا حکم ایک ہے۔ تو ان امور کے معلوم ہو جانے کے بعد یہ فیصلہ قطعی ہو جاتا ہے۔ کہ قیاس اور قیاس کی شرعی حیثیت اور قیاسی مسائل کی شرعی حجیت کا انکار اور قرآن شریف کے اضراب و امثال میں تنبیہات کا انکار کرنا چاہتا ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے قرآن شریف کی آیات میں قیاسات اور اضراب و امثال میں جن معانی پر

[1] اعلام الموقعین ص ۱۵۴ ج اول

Marfat.com

تنبیہات کا ذکر کیا ہے۔ میں نے خوف طوالت سے بہت اختصار سے لکھا ہے۔ اگر آپ تفصیل چاہتے ہیں۔ تو اصل کتاب کی طرف رجوع کیجئے۔ حافظ ابن حزم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری کے نام پر حضرت عمرؓ کی اس کتاب کا اور صحابہ کے قیاس کرنے کا ذکر کیا ہے۔ اور حسب عادت بڑی سختی کے ساتھ اعتراض کیا ہے۔ اس لئے یہاں ابن حزم کا اعتراض اور اس کا جواب لکھنا ضروری ہے۔

حافظ ابن حزم کا اعتراض

ابن حزم کہتے ہیں:۔

حق یہ ہے۔ کہ صحابہ کو قیاس اور اجتہاد کے ابطال پر اتفاق ہے۔ کسی صحابی سے قیاس اور اجتہاد کی اجازت ہرگز ثابت نہیں۔ صرف ایک جھوٹے رسالہ میں حضرت عمرؓ پر یہ افترا کیا گیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا واعرف الاشباہ والامثال وقس الامور اور اس رسالہ کو صرف عبدالملک بن الولید بن معدان عن ابیہ روایت کرتے ہیں۔ اور عبدالملک بن ولید کے ساقط الاعتبار ہونے میں خلاف نہیں ہے۔ اور اس کا باپ اس جیسا یا اس سے بھی زیادہ ناقابل اعتبار ہے۔[1]

حافظ ابن حزم کا جواب

ابن حزم کا دعویٰ عجیب ہے۔ ابن حزم جیسے اہل علم سے اس کی امید نہیں ہو سکتی تھی مگر ابن حزم اپنے مزاج سے مجبور ہے۔ ابن خلدون سے پہلے بھی آپ نے ابن حزم کے بارے میں کچھ پڑھا ہے۔ اور دوسرے علماء نے بھی ابن حزم کے مزاج اور اس کے حال پر کچھ مختصر لکھا ہے۔ میں یہاں مختصراً اس لئے کچھ نقل کر دیتا ہوں۔ کہ آپ مجملاً ابن حزم کو کچھ تھوڑا بہت جان لیں اور واقعی حقیقت کے سمجھنے میں آپ کو سہولت ہو۔ ابن حزم کے جلالت علم کو روایت حدیث میں اہل علم نقل کرتے

[1] المحلی ص ۵۹ ج اول۔

ں۔ مگر اس کے مزاج کی تنگی نے اس کے علم کو خامی کا داغ لگایا ہے۔ اور اس کی تیزی
ر جلد بازی نے اس کے علم کی پختگی کو مشکوک کر دیا ہے۔ اور اس کی وجہ اسکی زبان
ے اس کی وہ بیماری ہے جسکو طاہر ابن صالح جزائری نے اپنی کتاب توجیہ النظر
ے صفحہ ۳۱ پر ذکر کیا ہے۔ جس سے ابن حزم کو گاہ گاہ خود بھی ندامت ہوتی تھی۔
ر بعض اوقات اپنی روش پر افسوس کرتے تھے۔

ابن حزم پہلے شافعی تھے اور پھر ظاہری ہو گئے تھے۔ لیکن علمی تادب سے آراستہ
یں تھے۔ آئمہ سلف کی شان میں اس کے تلخ فقرہ ہوا کرتے تھے۔ اور ابن حزم کا
جہ سلف کی شان میں ناقابل برداشت تھا۔ اس عہد کے علماء کو ابن حزم کی سیرت
پسند تھی۔ ابن حزم اور علماء کے درمیان ہمیشہ مناظرات رہے ہیں۔ آخر حکومت
نے ہاتھ ڈالا اور ابن حزم کو ملک سے نکالا اور بادیہ میں ۴۵۶ھ میں آپ نے وفات
ئی۔ ابن حزم کا مذکورہ دعویٰ بڑا دعویٰ ہے۔ کہ صحابہ کو قیاس اور اجتہاد کے
بطال پر اتفاق ہے۔ ہمیں اس کے انکار میں کچھ بھی تامل نہیں ہے۔ اس لئے کہ
سنن دارمی۔ اعلام الموقعین۔ سنن کبریٰ۔ جامع بیان العلم میں حضرت عمرؓ۔ حضرت
علیؓ۔ حضرت معاذؓ۔ حضرت عبداللہؓ بن مسعود۔ حضرت زید بن ثابتؓ
حضرت ابن عباسؓ صحابہ سے اصول کی عدم موجودگی میں قیاس اور اجتہاد کرنا
ور قیاس و اجتہاد کرنے کی ہدایات مذکور ہیں۔ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں اور ابن
عبدالبرؒ نے جامع بیان العلم میں صحابہ کے قیاسات کی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں۔
اور حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے وقائع کو ان کے نظائر
میں تمثیل اور وقائع کو ان کے امثال میں تشبیہ دی ہے۔ اور بعض وقائع کو بعض وقائع
کی طرف احکام میں لوٹا دیا ہے۔ اور احکام کا استفادہ کیا ہے۔ اور صحابہ نے علماء
کے لئے اجتہاد اور قیاس کا باب کھول دیا ہے۔ اور قیاس و اجتہاد کا طریقہ وضع فرمایا

۱؎ اعلام الموقعین ص ۲۶ ج ۱ اول

ان حضرات آئمہ اور حفاظِ حدیث کے متعدد نقول اور اقوال کے ہوتے ہوئے ابنِ حزم کے مذکورہ ادعاء کی تصدیق نہیں کی جاسکتی ہے۔ اور کہنا پڑتا ہے۔ کہ ابن حزم کا مذکورہ دعویٰ اس کی طبیعت کی سبکی اور مزاج کی جلد بازی ہے۔ ورنہ کتاب عمرؓ کو اہلِ علم اور آئمہ حدیث کا افتراء بنلانا حافظِ حدیث کی شان سے بہت ہی مستبعد ہے۔ ابنِ حزم نے اس کی سند پر اعتراض کیا ہے۔ مگر یہ نہیں جلتے ہیں یا نہیں بتلانا چاہتے کہ اہلِ علم نے کتاب عمرؓ کو کس قدر اہم ظاہر کیا۔ ابنِ قیم کہتے ہیں:۔

حضرت عمرؓ کی یہ کتاب اہم اور جلیل کتاب ہے۔ علماء نے اس کو قبول کیا ہے۔ اور مسلسل حاصل کیا ہے۔ اور شہادت کے اصول کی بنیاد اسی کتاب عمرؓ میں تامل اور فقہ کے محتاج ہیں۔[1]

حافظ ابنِ قیمؒ جیسے سنجیدہ، محتاط، وسیع الاطلاع، پختہ کار نے جس کتاب پر اس قسم کا تبصرہ کیا ہے۔ اور امت نے اسقدر اہتمام اور عقیدت سے کتاب عمرؓ کو محفوظ کیا ہے۔ اور جس کی اسقدر اہم ضرورت ہے۔ کہ شہادت کی بنیاد اسی پر ہے کیا واقعہ یہ ہے کہ امّت نے اس کے افتراء کرنے پر اتفاق کیا ہے اور آئمہ حدیث او کثیر الاطلاع حفاظ کو اس کے افتراء کی خبر تک نہیں ہے۔ اور امت مسلمہ نے احکام اور شہادت کے اصول کو مفتریات پر قائم کیا ہے۔ کیا خیر الامم میں خیار خلق نے حضرت عمرؓ جیسے عظیم الشخصیت پر ایسا بنیادی افتراء کیا ہے۔ یا ابن حزم کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمام محدثین کو افتراء کے الزام دینے سے یہ کہنا سہل کہ ابن حزم نے کتاب عمرؓ کو افتراء کہنے میں سخت غلطی کی ہے۔ اور اس کی وجوہات یہ ہیں۔ کہ عبد الملک بن الولید باپ بیٹے کو ابن حزم نے جیسے مجروح بتلایا ہے وہ درحقیقت ایسے نہیں ہیں۔ عبد الملک کو ابن معین نے صالح کہا ہے۔ اور

[1] اعلام الموقعین ص ۱ ج اوّل

حاتم اس کو ضعیف کہتے ہیں۔ اور اس کے باپ کو ابن حبان نے ثقات میں شمار ہے ان حضرات کے ساقط الاعتبار ہونے پر اگر آئمہ حدیث کو اتفاق نہیں ہے۔ بلکہ ن معین اور ابن حبان اس کو ثقہ سمجھتے ہیں۔ تو صرف ابن حزم کے کہنے پر ان کو قط الاعتبار کیونکر قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور اس کے علاوہ حضرت عمرؓ کی کتاب صرف عبدالملک اپنے والد سے روایت نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ دوسرے محدثین ے دوسرے رواۃ سے بھی حضرت عمرؓ کی مذکورہ کتاب کو روایت کیا ہے بلکہ بیہقیؒ اور ابن فہیمؒ نے سفیان بن عیینہ کے طریقہ سے سعید بن ابی بردہ سے حضرت کی کتاب کو روایت کیا ہے۔[1] اور محلی کی شرح میں علامہ احمد محمد شاکر مرحوم ابن زم کے مذکورہ دعویٰ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ ابن جوزیؒ نے بھی حضرت عمرؓ کی سیرت میں سفیان بن عیینہؒ کے طریقہ سے حضرت عمرؓ کی اس کتاب کو روایت کیا ہے۔ اور لکھا ہے۔ کہ سفیانؒ کی سند اچھی ہے۔ اور احتجاج و ثبوت میں صحیح سند کی مانند ہے۔ اس تفصیل کے معلوم ہو جانے کے بعد حضرت عمرؓ کی کتاب کے صحیح ثابت ہونے میں اور ابن حزمؒ کے ادعاء کے بے جا ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

بخاریؒ بخاری شریف میں قیاس اور اس کے دلائل نے

کتاب الاعتصام میں قیاس کے مسنون اور حجت ہونے پر ذیل کا باب باندھا ہے۔

باب من شبہ اصلاً معلوماً باصل مبین قد بین اللہ حکمہما لیفہم السائل ص ۱۰۸۸ ج۔ جس نے اصل مبین کے ساتھ اصل معلوم کو تشبیہ دی۔ جس کا حکم اللہ نے ظاہر کر دیا ہوتا کہ اس کو سائل سمجھے یا وہ سائل کو سمجھائے تو یہ صحیح اور سنت ہے۔ بخاریؒ نے قیاس کے صحیح اور شرعی مسنون ثابت اور ظاہر کرنے کے لئے یہ باب

[1] سنن کبریٰ ص ۱۱۵ ج ۱۰

Marfat.com

باندھا ہے۔ اور بخاریؒ کے ترجمۃ الباب میں تشبیہ سے مراد قیاس ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ بخاریؒ نے اس باب سے دو باب پہلے یہ ترجمہ باندھا ہے۔ باب تعلیم النبی صلی اللہ علیہ وسلم امتہ من الرجال والنساء مما علمہ اللہ لیس برای ولا تمثیل امت کے رجال اور نساء کو حضورؐ کا پڑھانا سکھلانا اللہ کی طرف سے پڑھانا سکھلانا ہے۔ رائے اور تمثیل نہیں ہے۔ قیاس اور نظر نہیں ہے۔ بلکہ وہ توقیف ہے، وحی ہے۔ اگرچہ وہ سنن کے نام سے معروف ہے۔ مگر اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اللہ کی وحی ہے۔ اور بخاریؒ کی غرض اس ترجمہ سے یہ ہے کہ جہاں تک کسی عالم کے لئے نصوص کو بیان کرنا ممکن ہے۔ تو وہ قیاس اور نظر سے نہ ہو جیسا کہ حضورؐ کے سنن بھی قیاس اور نظر نہیں تھے۔ بلکہ اللہ کی وحی سے ہیں۔ مگر جب مجبور ہو تو پھر قیاس بھی سنت ہے۔ جیسا کہ مذکورہ بالا ترجمہ میں بخاریؒ نے اسکو بیان کرنا چاہا ہے۔ ایک معلوم حکم کو اس کے مثل اور شبیہ ثابت اور ظاہر کرنے کا نام تمثیل اور قیاس ہے تمثیل ایک اصل کی دوسری اصل سے تشبیہ ہے مشبہ بہ میں حکم معلوم ہے۔ اور مشبہ میں اخفیٰ ہے۔ اور مشبہ کے لئے مشبہ بہ کے معلوم حکم کو تشبیہ دینے کی وجہ سے سائل کے فہم کے قریب کیا جاتا ہے۔ بخاریؒ کی مراد یہ ہے۔ کہ مشبہ کے لئے مشبہ بہ سے اور ممثل کے لئے ممثل بہ سے حکم حاصل کرنا صحیح اور سنت ہے۔ اور اس کے ثبوت کے لئے بخاریؒ نے ابی ہریرہؓ اور ابن عباسؓ کی حدیث سے استدلال کیا ہے ابی ہریرہؓ کی حدیث یہ ہے۔ کہ ایک شخص نے آکر حضورؐ سے عرض کیا۔ میرے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے۔ اس کا رنگ کالا ہے۔ اور میں اس کو برا جانتا ہوں۔ حضورؐ نے اسکے جواب میں ارشاد فرمایا۔ تیرے پاس اونٹ ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ ان کا رنگ کیسا ہے۔ اس نے کہا سرخ رنگ ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کیا ان میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا یہ کہاں سے ہو گیا۔ اس نے کہا اے

پر اصول میں کوئی اس کا رنگ ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا تیرے اور تیرے بیٹے کی بھی یہی وجہ
گی۔ اور حضورؐ نے اس شخص کو لعان کی نفی ولد کی اجازت نہیں فرمائی۔

حضورؐ کے ارشاد کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ آپ کا رنگ سفید ہے۔ اور آپ کے بچے کا
نگ کالا ہے۔ مگر تیرے اصل میں کوئی سیاہ رنگ کا بھی ہوگا۔ جیسا کہ تم خود بھی تسلیم
تا اور جانتا ہے۔ کہ تیرے سرخ رنگ کے اونٹوں میں خاکستری رنگ کا اونٹ اسلئے
ے۔ کہ اوپر کی نسل میں کوئی خاکستری رنگ کا بھی ہوگا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے
عرابی کے سامنے اپنے بیٹے کے رنگ کے انکار کرنے کی تشبیہ فرمائی۔ تاج ابل کے
اتھ جسکو وہ جانتا تھا۔ اور معلوم تھا۔ کہ سرخ رنگ کے اونٹ بھی خاکستری رنگ
ے اونٹ جن سکتے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا۔ کہ سفید رنگ کی عورت کا سیاہ رنگ
بچہ بھی ہو سکتا ہے۔ تو حضورؐ نے اس تشبیہ اور تمثیل میں اس کے ذہن میں یہ بٹھا
یا۔ کہ اس اصل معلوم کی طرح تم یہ بھی سمجھ لو کہ سفید رنگ کی عورت کے یہاں سیاہ رنگ
بچہ بھی ہو سکتا ہے۔ اور یہی قیاس ہے۔ کہ اس اصل معلوم سے اس مجہول مثل کے لئے حکم
اصل کیا گیا ہے۔ اس حدیث کی شرح میں ابن العربی نے فرمایا ہے۔ کہ یہ حدیث قیاس کی
حت اور مسنون ہونے کے لئے اور نظیر کے اعتبار کرنے کے لئے دلیل ہے۔

دوسری حدیث۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت نے حضورؐ سے
پوچھا۔ کہ اس کی ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ مگر حج کرنے سے پہلے وہ فوت
ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر لوں۔ حضورؐ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا
اں تم اپنی ماں کی طرف سے حج کر لو۔ کیا اگر تیری ماں پر قرضہ ہوتا تو تم اس کو ادا کرتی
اس نے کہا ہاں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ خدا کا جو قرضہ ہے۔ اس کو ادا کرو۔ کیونکہ خدا کے
قرضہ ادا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ مالی قرضہ ادا کرنا ظاہر تھا اور وہ عورت اسکو ضروری
ادا کرنا جانتی تھی۔ حضورؐ نے اس کے ساتھ اللہ کے دین کو تشبیہ فرمائی اور اس تشبیہ

Marfat.com

میں حضورؐ نے اس کے ذہن میں یہ بٹھا دیا کہ اس مشبہ اور مثل کا وہی حکم ہے جو مشبہ بہ اور ممثل بہ کا حکم ہے۔ حضورؐ نے اللہ کے دین کو وجوب قضاء میں اس تشبیہ اور مثل میں آدمی کے دین کے برابر کر دیا۔ اور نظیر کو اس کے نظیر کے حکم میں ملایا۔ ابی ہریرہؓ اور ابن عباسؓ کی دونوں حدیثوں میں حضورؐ کے دونوں الگ الگ ارشاد ہیں۔ اور دونوں ارشادات میں تشبیہ اور تمثیل میں مشبہ بہ اور ممثل بہ سے قیاس میں حکم حاصل کیا گیا ہے۔ اور اس کی اتباع واجب ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں۔ کہ قیاس کرنا سنّت ہے اور قیاس نے جو حکم حاصل کیا ہے۔ اس کی اتباع واجب ہے۔ اور قیاس کی تقلید کے یہی معنے ہیں۔ کہ جب کتاب و سنّت کسی واقعہ میں موجود نہیں ہے۔ تو قیاس کے سے بھی شرعی حکم حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس میں حکم کی تقلید شرعی حکم کی تقلید اتباع ہے۔

حکیم صاحب اور اس کے رفقاء کی قیاس کے انکار کرنے میں بڑی اصولی غلطی یہ کہ یہ صاحبان اس قیاس میں جن میں شرعی حکم حاصل کیا جاتا ہے۔ اور اس قیاس میں جس میں نصوص اور احادیث کا استرداد مقصود ہے۔ فرق نہیں کرتے۔ نہ ان صاحبوں نے پہلی قسم کے محمود ہونے اور دوسری قسم کے مذموم ہونے کو خود سوچا اور سمجھا ہے۔ اور اہل علم کی تصریحات سے استفادہ کرتے ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

کہ آراء اور قیاسات کو سنّت کے خلاف اور حدیث کے رد کرنے کے لئے استعمال کرنا مذموم ہے۔ اور جمہور علماء نے کہا ہے۔ جس قسم کی رائے اور قیاس سے سنن کی تعطیل لازم آتی ہے۔ اور اغلوطات کو شغل بنایا گیا ہو اور بجائے اصول سنن کی طرف فروع کے لوٹانے کے فروع کو فروع کی طرف لوٹایا گیا ہے۔ اس قسم کے قیاسات مذموم اور برے ہیں۔[1]

[1] فتح الباری ص ۲۶۷ ج ۱۳۔

Marfat.com

لیکن اصول پر قیاس اور صحیح قیاس کے سنّت ہونے ہیں اور شرعی دلیل ہونے ہیں
ت کے ارباب فہم و بصیرت اہلِ علم کو کسی وقت بھی شبہ نہیں ہوا ہے۔ چنانچہ حافظ
نِ حجرؒ فرماتے ہیں:۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے اشبار سعضلہ کے جواب سے سکوت فرمایا جن
کے لئے شریعت میں اصول نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ان میں وحی کی اطلاع ضروری ہے
ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امت کے لئے قیاس کرنا مشروع فرمایا۔ اور جہاں نص
نہیں ہے۔ اس میں استنباط کی کیفیت کو حضورؐ نے امت کو سکھلایا ہے۔ جیسا اس پوچھنے
والی کے جواب میں جس نے یہ دریافت کیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کر سکتی ہے۔ یہ فرمایا
کہ اللہ کو زیادہ حق ہے کہ اس کو اس کا حق ادا کر دیا جائے۔ اور لغت عرب میں یہ ہی
وہ قیاس ہے۔ لیکن علماء کے یہاں قیاس اس واقعہ کی یا امر کی تشبیہ ہے۔ جس میں
حکم نہیں ہے۔ اور اس کے ساتھ معنی میں تشبیہ ہے۔ جس میں حکم موجود ہے۔ اور حضورؐ
نے حمر کو خیل کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اور جس نے حمر کے بارے میں سوال کیا ہے۔ تو
آپ نے آیت جامعہ کو جواب میں ارشاد فرمایا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا
يَّرَهٗ[1] الخ

اس کے بعد پھر حافظ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں:۔

ابن بطال فرماتے ہیں۔ تشبیہ اور تمثیل، ہی عرب کے یہاں قیاس ہے۔ اور مزنیؒ
بخاری شریف میں ان دونوں حدیثوں سے قیاس کے انکار کرنے والوں پر احتجاج کیا ہے
اور کہا ہے۔ کہ سب سے پہلے ابراہیم نظام اور اس کے ماننے والوں بعض معتزلہ
نے قیاس کا انکار کیا ہے۔ اور اہل السنّت والجماعۃ کو اتفاق ہے۔ کہ قیاس حجت ہے
صحابہ نے قیاس کیا ہے۔ اور صحابہ کے بعد تابعین[2] نے قیاس کیا ہے۔ اور تابعین کے

[1] فتح الباری ص۲۴۵ ج ۱۳۔ [2] فتح الباری ص۲۵۳ ج ۱۳۔

Marfat.com

بعد امصار کے فقہاء نے قیاس کیا ہے۔

اور بخاری شریف کے اس باب کی شرح میں کہ جب حضورؐ کے پاس وحی نہیں ہوتی تھی تو اس سوال کے جواب میں رائے اور قیاس سے جواب نہیں فرماتے تھے۔ اور وحی کا انتظار فرماتے تھے۔ شیخ الاسلام عینیؒ لکھتے ہیں۔ مہلب یہ بخاریؒ اعتراض کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ نے امت کو ان مسائل میں جن کے لئے اصول اور معانی کتاب اللہ میں موجود ہیں۔ قیاس اور استنباط کرنے کا طریقہ سکھلایا ہے۔ تاکہ حضورؐ امت کو یہ بتادیں کہ جب کسی واقعہ میں نص نہیں ہے۔ تو وہ کیا کریں اور کیسے کریں۔ اور جس واقعہ میں حکم نہیں ہے۔ اس کو معنی میں اس واقعہ کے ساتھ تشبیہ دینے کا نام قیاس ہے۔ جس میں حکم موجود ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حمر کی خیل کے ساتھ تشبیہ فرمائی۔ تاکہ اس آیت جامعہ سے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ سے حمر کے لئے حکم حاصل کیا جائے۔ اور فرمایا کہ اس جامعہ آیت کے سوا میرے پاس حمر کے بارے میں خصوصیت کے ساتھ کوئی وحی نہیں آئی ہے۔ اور جس نے حج بدل کے متعلق سوال کیا تھا اس کے جواب میں ارشاد فرمایا۔ کہ کسی کے دین کے ادا کرنے سے اللہ کو اس کے دین کے ادا کرنے کا زیادہ حق ہے۔ اور عرب اور کلام کے معانی کے اہل علم کے یہاں یہ عین قیاس ہے۔ جو حضورؐ کے مذکورہ ارشادات میں مذکور ہوا۔ اور اگر حضورؐ سکوت فرماتے اور جواب دینے کے لئے وحی کے آنے کا انتظار فرماتے تھے۔ تو یہ سکوت اور انتظار ان اشیاء معضلہ میں تھا۔ جن کے اصول شریعت میں نہیں تھے۔ ایسے اشیاء میں وحی کی اطلاع کی ضرورت تھی۔ اور اب حضورؐ کے بعد ہمارے لئے شرائع کی تتمیم اور دین کی تکمیل کی گئی ہے۔ تو ہمیں واقعات نازلہ میں فکر و نظر کرنا چاہیئے۔ اور موضوعات پر ہم قیاس کریں گے۔[1]

[1] عمدۃ القاری صفحہ ۴۶ جز ۲۵ نیا ایڈیشن

Marfat.com

ان حضرات محدثین حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن حجرؒ، شیخ الاسلام حافظ
ؒ کی مذکورہ تحریروں سے یہ معلوم ہوا کہ قیاس تشبیہ اور تمثیل کا نام ہے۔ اور کتاب
ت میں احکام میں تشبیہات و تمثیلات مذکور ہیں۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ کتاب و
ت میں قیاس کے احکام مذکور ہیں اور حضورؐ نے قیاس کیا ہے۔ یہ قیاس کی مشروعیت
دلیل اور ہدائیت ہے۔ اور صحابہ اور تابعین نے قیاس میں احکام بتلائے ہیں۔ اسکا
ی یہ ہے۔ کہ صحابہ نے جس دین کو سکھلایا ہے۔ اس میں قیاس کی حجت مسلم ہے اور
ل السنّت والجماعت کو قیاس کے دلیل ہونے پر اتفاق ہے۔ جو شخص بھی قیاس کے
یل اور حجت ہونے کو تسلیم نہیں کرتا ہے۔ اور اس کے خلاف بولتا ہے۔ تو اس کا
ی یہ ہے۔ کہ وہ کتاب وسنّت کے خلاف صحابہ اور تابعین اور اہل السنّت والجماعۃ
ے خلاف چلتا ہے۔ اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد بنانا چاہتا ہے۔ اور اگرچہ وہ
زبان سے اتباع سنّت کا دعویٰ کرتا ہے۔ مگر اس کا فکر و نظر سنّت کی بنیاد پر اور
تباع سنّت کی راہ پر نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ کے جواب میں حضورؐ کا قیاس

حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے عرض کیا۔ آج مجھ سے بڑی بھاری غلطی ہوئی۔ قبلت وانا صائم حضورؐ نے سنکر جواب میں ارشاد فرمایا:۔

ارأیت لو مضمضت من الماء وانت صائم[1] اگر تم منہ میں پانی ڈالو اور تمہیں روزہ ہو تو کیا روزہ ٹوٹ جائیگا۔ اسی طرح تقبیل سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔

حضورؐ کا یہ ارشاد کہ تقبیل سے روزہ نہیں ٹوٹتا قیاس ہے۔ اور منہ میں پانی ڈالنے کے ساتھ تشبیہ اور تمثیل ہے۔ کہ جس طرح مضمضہ سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح تقبیل سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا۔ تقبیل مضمضہ کا نظیر ہے۔ اور اس نظیر کا حکم وہی ہے۔ جو اس کے

[1] ابوداؤد ص ۳۲۴

Marfat.com

مثل مضمضہ کا ہے۔ مضمضہ میں شارع کا حکم معلوم تھا اور اس تمثیل نے مضمضہ کا معلوم حکم تقبیل میں بھی معلوم کر لیا اور یہ حکم قیاس کا ہے۔ مگر اس کی تقلید واجب ہے۔ ورنہ حضور کی اس تمثیل کے کچھ معنی نہیں۔ اور ارشاد نبوی کے خلاف تقبیل کو ناقض صوم کہنا چاہیے اسی طرح فقہاء امت کے قیاسات میں شارع کا ایک معلوم حکم ان مواقع تک متعدی کیا گیا ہے۔ جن میں حکم منصوص نہیں تھا۔ اور ان مواقع میں بھی اس منصوص حکم کی تقلید واجب ہے۔ حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں کہتے ہیں:۔

حضور رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ارشاد میں فقہ بدیع کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ وہ یہ کہ منہ میں پانی ڈالنا ناقض صوم نہیں ہے اور وہ اول شرب اور اس کا مفتاح ہے۔ جیسا کہ قبلہ جماع کے دواعی اور اس کے مفتاح ہے۔ اور شرب مفسد صوم ہے۔ جیسا کہ جماع روزہ کو فاسد کرتا ہے۔ اور جیسا کہ ان کو ثابت اور معلوم ہے۔ کہ اوائل شرب صوم کو فاسد نہیں کرتا ہے۔ اسی طرح اوائل جماع روزہ کو فاسد نہیں کرتا ہے۔[1]

حضورؐ کا یہ ارشاد قیاس ہے۔ اور شرعی حکم کو ثابت کرتا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ شرعی نص کی طرح شرعی قیاس بھی دلیل اور ثبوت حکم ہے۔ اور یہی فقہ ہے۔ کہ صحیح شرعی قیاس میں حکم ثابت اور ظاہر کیا جائے۔ غرض یہ کہ فقہاء نے کتاب اور سنت کے معانی کی خدمت کا اہم حصہ پہنچانا اور ظاہر فرمایا ہے۔ اور فقہاء اربعہ نے اپنے سے پیشتر تابعین اور صحابہ میں فقہاء کے نقش قدم پر کتاب اور سنت کی فقہ کو انجام دیا ہے۔ اور صحابہ تابعین کے اجتہاد اور اقیسہ کی بصیرت میں فقہاء اربعہ نے اجتہادی اور قیاسی مسائل کو اسقدر وسعت اور ان بلندیوں تک پہنچا دیا جن کے آگے کوئی حد نہیں رہی الا ماشاء اللہ۔ اور اجتہاد و تقلید کو ایسی مضبوط اور منقبط بنیادوں پر قائم کر دیا ہے

[1] فتح الباری ص ۱۲۳ ج

Marfat.com

ہیں خلل اور تزلزل ڈالنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اور جس نے بھی اس کے خلاف
لکھا اور کہا ہے۔ امت کے اہلِ علم نے اس کو شک اور شبہ سے سُنا اور دیکھا ہے
راس قسم کی مساعی کو نامشکور جانا ہے۔ اور فقہاء کی فقہی بصیرتوں کے خلاف طعنہ
یوں اور زبان درازیوں کو حقارت سے ٹھکرا دیا اور ہر قرن میں امت کے حساس
ربابِ بصیرت نے یہ ثابت اور ظاہر کر دیا ہے۔ کہ عوام اور ان اہلِ علم کے لئے جو اجتہاد
کے مقام پر فائق نہیں ہیں ان فقہاء مجتہدین کی تقلید کے سوا اور کوئی چارہ نہیں ہے
میں بحث کو یہاں ختم کر دیتا ہوں سوچنے اور سمجھنے کے لئے تو اسقدر بھی کافی ہے۔
ور ضد اور ہٹ دھرمی کے لئے تو اس سے بہت زیادہ بھی کفائت نہیں کرتی۔ اب
پ حکیم صاحب کے ان اعتراضات اور ان کے جوابات پڑھیے جو صاحبِ ہدایہ پر
س لئے وارد کئے ہیں۔ کہ ان سے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی خامی اور فقہ حنفی کا
ناقابلِ اعتبار ہونا ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب

امام ابو حنیفہؒ کا مذہب ان کے شاگردوں امام ابو یوسفؒ۔ امام محمدؒ کی کتابوں میں محفوظ اور متداول ہے۔ اور انہیں حضرات کی کتابوں پر مذہب حنفی کی بنیاد ہے۔ اور علماء حنفیہ نے ان کتابوں سے مذہب حنفی کی شرح اور توضیح کی ہے۔ اور مذہب حنفی کے لئے ان حضرات کی کتابوں پر حنفی علماء نے اعتماد کیا ہے۔ اور انہیں سے استفادہ کیا ہے۔ اور فیضیاب ہوئے ہیں۔ اور انہیں حضرات کی کتابوں سے امام ابو حنیفہؒ کا مذہب روایت کیا جاتا ہے۔ امام ابو یوسفؒ کی کتابیں یہ ہیں:۔

(۱) املاء جسکو قاضی بشر بن الولید نے روایت کیا ہے۔ (۲) کتاب اختلاف الامصار (۳) کتاب الرد علی مالک بن انس (۴) کتاب الخراج (۵) کتاب الجوامع (۶) کتاب اختلاف ابی حنیفہؒ و ابن ابی لیلی اس کتاب میں امام ابو یوسفؒ

Marfat.com

نے اپنے دونوں استادوں کے بہت سے اختلافی مسائل بیان کئے ہیں۔ اور امام محمدؒ
کتابیں یہ ہیں:۔ (۱) جامع صغیر جس میں امام محمدؒ سے ان کے شاگردوں عیسیٰ بن ابا
اور محمد بن سماعہ کی روائیت سے مسائل جمع کئے گئے ہیں۔ امام محمدؒ اس کتاب
کے مسائل کو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے روائیت کرتے ہیں۔ (۲) جامع
کبیر یہ کتاب جامع صغیر کے مثل ہے۔ (۳) مبسوط جو اصل کے نام سے مشہور ہے
امام محمدؒ کی تصنیفات میں یہ سب سے بڑی کتاب ہے۔ اس کتاب میں امام محمدؒ
ہزاروں اس قسم کے مسائل کو جمع کیا ہے۔ جن کے جوابات امام ابو حنیفہؒ نے مستنبط کئے ہیں
اور ان میں بعض ایسے مسائل بھی ہیں جن میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے امام ا
حنیفہؒ سے اختلاف کیا ہے۔ اور اس کتاب میں امام محمدؒ کی عادت یہ ہے۔ کہ جو آثار آ
پاس موجود ہیں ان سے شروع کرتے ہیں۔ (۴) سیر الصغیر جس میں کتاب الجہاد کے مسائل ہیں
(۵) سیر الکبیر فقہ میں امام محمدؒ کی یہ آخری تصنیف ہے۔ اور چوتھی صدی کے آغاز میں مح
بن احمد المروزی المعروف بالحاکم الشہید نے کافی کے نام سے کتاب لکھی جس میں
امام محمدؒ کی مبسوط کتابوں کے مطالب بیان کئے۔ اور ان کے مکرر مسائل کو حذف کر دی
(۶) کتاب الآثار۔ امام محمدؒ نے اس کتاب میں وہ آثار جمع کئے ہیں۔ جن سے آئمہ احناف
استدلال کرتے ہیں۔ یہ کتاب ظاہر الروایات کی ہے۔ امام محمدؒ کی اور کتابیں بھی ہیں۔ جو
نوادر کے نام سے مشہور ہیں۔ مگر امام محمدؒ سے وہ قابلِ اطمینان طریقہ سے مروی نہیں
ہیں۔ یہی کتابیں ہیں جو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی بنیاد ہیں۔ اور بخاریؒ کی کتاب
سے تو یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ امام محمدؒ کی کتاب الآثار سے امام بخاریؒ نے بھی
استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ بخاریؒ باب یمین الرجل لصاحبہ انہ اخوہ اذا خاف
میں ابراہیم نخعیؒ کا یہ اثر نقل کرتے ہیں۔ وقال النخعی اذا کان المستحلف ظالما
فنیۃ الحالف وان کان مظلوما فنیۃ المستحلف اور امام محمدؒ نے کتاب الآ

Marfat.com

باب من حلف وھو مظلوم باندھا ہے۔ اور نخعیؒ کے اس اثر کو اس طرح موصول
روایت کیا ہے:

اخبرنا ابو حنیفہؒ عن حماد عن ابراھیم قال اذا استحلف الرجل
وھو مظلوم فالیمین علی ما نوی وعلی ما وری واذا کان ظالما
فالیمین علی نیۃ من استحلفہ۔ اس معنیٰ میں یہ اثر امام محمدؒ کے سوا کسی اور
نے روایت نہیں کیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے۔ کہ امام بخاریؒ نے بھی امام محمدؒ کی
اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔ اور نیز یہ کہ امام محمدؒ کی شان اگرچہ اس سے بہت
بلند ہے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ امام محمدؒ بخاریؒ کے رجال میں ہیں۔ اگرچہ حافظ
ابن حجرؒ نے امام محمدؒ کے علاوہ بھی نخعیؒ کے اثر کو ابن ابی شیبہ سے بھی روایت کیا
ہے۔ مگر اس کا معنیٰ کچھ اور ہو جاتا ہے۔ اور الفاظ بھی کچھ بدلے ہوئے ہیں۔[1]

غرض یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اور امام ابو حنیفہؒ کے دلائل انہیں کتابوں
میں مروی اور محفوظ ہیں۔ اگر انہیں کتابوں میں کسی مسئلہ کے لئے امام محمدؒ یا امام ابو حنیفہؒ
نے کسی موضوع حدیث کو ذکر کیا ہے۔ تو اس پر حکیم صاحب کا اعتراض قابلِ غور ہے۔
اور حنفیت کچھ قابلِ اعتراض ہے۔ مگر حکیم صاحب کی رسائی اسقدر کہاں۔ کہ امام محمدؒ کی اور
ابو یوسفؒ کی کتابوں کو پڑھتے اور کسی روایت کو جانچتے۔ حکیم صاحب تو صرف اپنے گروپ
کے مقلد ہیں۔ جس کسی نے کچھ کہدیا ہے۔ اس کو لکھا اور صرف شور ڈالدیا۔

میں پہلے امام شعرانیؒ سے نقل کر چکا ہوں کہ امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے دلائل
صحیح احادیث ہیں یا حسان ہیں۔ اور جسکو بھی امام شعرانیؒ کے اس دعوت میں شک ہے
تو اس کو امام شعرانیؒ اپنی کتاب "منہج المبین فی ادلۃ مذاہب المجتہدین" پڑھنے کی دعوت
دی ہے۔ عجیب سی بات ہے۔ کہ حکیم صاحب کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پر اعتراض

[1] فتح الباری ص ۲۷۴ ج ۱۲

کرنا مقصود ہے۔ اور جب بحث کرتے ہیں۔ تو صاحب ہدایہ کے دیئے ہوئے دلائل پر اعتراض کرتے ہیں۔ اور ان کو موضوع بتاتے ہیں۔ یہ بحث تو ہم بعد میں کریں گے۔ کہ صاحب ہدایہ کے دلائل موضوعات ہیں۔ یا حکیم صاحب کو مرگی کا دورہ ہے۔ کہ جہاں پانی دیکھ لیا تو منہ میں جھاگ آگیا۔ اس سے پہلے سوچ لیجئے کہ صاحب ہدایہ کے دلائل میں حکیم صاحب کی نقل کے مطابق گنتی کے چار پانچ روایات اگر بالفرض موضوع بھی ہیں تو کیا اس سے ہدایہ کی کتاب ساقط الاعتبار ہو جاتی ہے۔ یا امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اس سے مشکوک ثابت ہوتا ہے۔ اگر کسی حنفی کی دلیل اور روایت میں خلل ہے۔ تو اس کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا خلل سمجھنا عقلمندی نہیں ہے۔ کسی انسان کا بھی علم اور محنت معصوم نہیں ہے۔ کون عالم ہے جس کے علم اور سعی میں کسی قسم اور کسی قدر خامی اور کمزوری نہیں ملتی ہے۔ مگر اس سے اس کے علم اور سعی پر برا اثر نہیں پڑتا ہے۔ آپ محدثین کی مقدس جماعت کو لیجئے ان کا وظیفہ ہی صرف اسقدر تھا۔ کہ اگلوں کی روایات پچھلوں تک پہنچا دے۔ اور روایات کی جانچ پڑتال کرے۔ اور ان کی بلیغ سعی اور مشکور کوششوں کے باوجود بھی کہیں کہیں کامیابی نہیں ہوئی ہے۔ مگر علم حدیث کے تقدس اور حجیت پر کچھ بھی اس کا اثر نہیں پڑتا ہے۔

اگر صاحب ہدایہ سے کسی روایت کے ثبوت میں لغزش ہوئی ہے۔ تو اس سے صاحب ہدایہ کے جلالت علم میں فرق نہیں پڑتا۔ اس لئے کہ ہر ایک صاحب علم کے فکر و نظر میں خطاء کرنا ممکن ہے۔ اب علم حدیث کے معروف اور مسلم آئمہ کی تصانیف کو دیکھ لیجئے۔ آپ اندازہ کر سکیں گے کہ حکیم صاحب بے پناہ تعصب اور ضد کے جذبات سے صاحب ہدایہ کی کتاب میں کیڑے نکالنے کی نامشکور سعی کرتے ہیں۔

محدثین کی کتابیں

صحیح مسلم اور صحیح بخاری اور بعض ان حضرات آئمہ حدیث کے علاوہ جنہوں نے اپنی کتابوں میں صرف صحیح روایات

Marfat.com

کی روائیت کرنے کا التزام کیا ہے۔ کون ایسا محدث ہے۔ جس کی کتاب میں حفاظِ حدیث اور نقادانِ روائیت نے کچھ نہ کچھ ناقابلِ اعتماد روایات کی نشاندھی نہیں کی ہے۔ مگر اس سے حضرت محدثین کے وفورِ علم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ اس سے ان کے نقدِ تمحیص کو یہ داغ لگتا ہے کہ وہ علمِ حدیث کی روائیت کے حاذق اور جاننے والے نہیں تھے۔ ان حضرات کی احتیاطی مساعیوں کا جہانتک امکان تھا اس میں کمی نہیں کی گئی۔ مگر اس کے باوجود بھی اگر کچھ خامی رہی ہے۔ تو نقادانِ علم نے اس پر تنبیہہ کردی ہے۔ اور علوم نبوت کو ہر قسم کے غل وغشی سے پاک اور صاف حفاظت کی ہے۔ مثلاً مسند امام احمدؒ کو لیجئے۔ کون ایسا نااہل احمق ہے۔ جسکو مسند احمدؒ کی عظمت اور امام احمدؒ کی جلالت اور وفورِ علم میں شبہ ہے۔ مگر مسند کے بارے میں جو محدثین نے لکھا ہے۔ اس کو پڑھ لیجئے

حافظ عراقی فرماتے ہیں :۔

مسند احمدؒ میں صرف ضعیف روایات ثابت نہیں۔ بلکہ اس میں بعض موضوع روایات بھی ہیں۔ میں نے ایک جزء میں ان کو جمع کردیا ہے۔ اور امام احمدؒ کے بیٹے کے زیادات میں ضعیف اور موضوع دونوں قسم کی روایات ہیں۔ اور حافظ عراقی کے علاوہ ابن الجوزی نے مسند احمد سے کچھ موضوعات کو ذکر بھی کیا ہے۔ اور حافظ ابن حجرؒ نے مسند احمد کی طرف سے حافظ عراقی اور ابن الجوزی کی مدافعت کی ہے۔ مگر لکھا ہے۔ کہ مسند احمد میں تین یا چار بے بنیاد موضوع احادیث ہیں۔ اور امام احمدؒ کی طرف سے حافظ نے کچھ معذرت کیا ہے۔ حافظ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ مسند احمد میں ضعیف روایات فرد ہیں۔ مگر مسند کی موضوعات ابن احمد اور ابوبکر القطیعی کی زیادات ہیں۔ مگر جاہل آدمی اسکو امام احمدؒ کی روایات گمان کرتا ہے۔ اسلئے کہ وہ مسند میں ہیں۔ محدثین کا آخری قول یہ ہے۔ کہ مسند کی بعض روایات اسقدر ضعیف ہیں۔ کہ وہ موضوعات میں داخل ہیں۔ اس کے باوجود بھی مسند احمد ان کتابوں سے تحریر و انتقاد میں بہت اچھی ہے۔ جن میں صحیح روایات کا التزام نہیں کیا گیا ہے۔ اور

سند میں صحیح احادیث بکثرت مذکور ہیں۔

مستدرک حاکم۔ ذہبی نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے۔ اور اس خلاصہ میں مستدرک کے ضعیف اور منکر روایات کو بڑی تفصیل میں ظاہر کیا ہے۔ اور ایک علیحدہ جزو میں مستدرک کے ایک صد موضوع احادیث کو جمع کر دیا ہے۔ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

مستدرک میں نصف حصہ ایسا ہے۔ جو بخاری مسلم کی شرط پر ہے۔ یا ایک کی شرط پر ہے۔ اور ربع ایسا ہے جس کی سند صحیح ہے۔ مگر اس میں کچھ خلل ہے۔ اور باقی ربع مناکیر داہیات ہے۔ اس میں موضوعات بھی ہیں۔ اس کے باوجود حاکم اس فنِ حدیث میں حفاظ بارعین میں ہے۔ مگر کتاب کا یہ حال ہے جو آپ[1] نے پڑھ لیا ہے۔

محدثین کے مزاج میں فرق ہے

حاکم کے مزاج میں تساہل مشہور ہے۔ اور ابن الجوزی کی شان معروف ہے۔ ابن الجوزی جرح و تنقید میں غلو کرتے ہیں۔ حد سے نکل جاتے ہیں۔ ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات اگرچہ اکثر جوزقانی کی کتاب الاباطیل سے ماخوذ ہے۔ مگر اپنے مزاج سے مجبور ہو جاتا ہے۔ کبھی حسن بلکہ صحیح حدیث کو بھی موضوع بتاتے ہیں۔ اس لئے ایسے محدثین کے حکم بالوضع پر حفاظِ حدیث نے اعتماد نہیں کیا۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں۔ میں نے ابن الجوزی کی کتاب الموضوعات میں صحیح کی یہ حدیث پڑھی جسکو اس نے موضوع بتایا ہے۔ مگر یہ اس کی بڑی غفلت ہے۔ ابن نے امام احمدؒ کی مسند کی چوبیس حدیثوں میں ابن الجوزی کا تعاقب کیا ہے۔ جو ابن الجوزی نے موضوع بتایا ہے۔ اور حافظ اس کے فیصلہ کو مسترد کرتے ہیں۔ امام احمدؒ کی طرف سے جواب دیا ہے۔ اور ابن حجر کی کتاب کے ذیل میں حافظ سیوطی نے مسند کی چودہ ایسی اور حدیثیں نکالی ہیں۔ جن کو ابن الجوزی موضوع بتاتے ہیں

---

[1] توجیہ النظر ص ۱۵۴ جزائری دمشقی۔ [2] توجیہ النظر ص ۱۳۵

Marfat.com

موضوع نہیں ہیں۔ اور حافظ سیوطی نے القول الحسن فی الذب عن السنن میں ابن الجوزی
کتاب الموضوعات سے ایک صد بیس سے کچھ اوپر ایسی حدیثیں نکالی ہیں جنکو ترمذی
ابوداؤد و نسائی۔ ابنِ ماجہ نے روائت کئے ہیں۔ اور ان سے ان کو موضوعات میں
بتایا ہے۔

اگر ابن الجوزیؒ نے صحیح مسلم اور مسند امام احمدؒ کی روایات پر کچھ نکتہ چینی کی ہے۔
اور حافظ ذہبیؒ نے مستدرک حاکم پر کچھ لکھا ہے۔ تو صاحبِ ہدایہ کی بعض روایات پر اگر
کسی شارح اور محشی نے یہ لکھدیا ہے۔ کہ اس کو صاحب ہدایہ کی وہ روائت نہیں ملی ہے۔ تو
اس پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ حافظ سیوطیؒ، حافظ ابنِ حجرؒ، اور حافظ ابنِ تیمیہؒ
نے جیسے ابن الجوزیؒ کے واردات کا جیسا جواب دیا ہے۔ ویسا ہی آگے صاحب
ہدایہ کے خلاف حکیم صاحب کے واردات کا جواب بھی آپ پڑھ لینگے۔ بات یہ ہے۔ کہ
محدثین بھی انسان ہیں۔ محدثین کی دیانت اور راستی میں ہمیں ذرہ بھر شک نہیں۔ مگر علمی
قصور اور کوتاہی سے بالکل منزہ اور مبرا نہیں ہیں۔ مثلاً بعض حکایات محدثین نے روائت کی
ہیں۔ مگر حفاظِ حدیث نے ان پر تنقید کی ہے۔ اور بے اصل بتلایا ہے۔ حافظ ابنِ تیمیہؒ
فرماتے ہیں۔ یہ جو مشہور کیا گیا ہے۔ کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ دونوں شیبان راعی
سے ملے ہیں۔ باطل ہے۔ اہلِ معرفت کو اس کے بطلان پر اتفاق ہے۔ اور اسی طرح یہ جو
کہا گیا ہے۔ کہ رشید کے پاس امام شافعیؒ اور امام ابو یوسفؒ اکٹھے ہو گئے تھے باطل
ہے۔ اس لئے کہ امام ابو یوسفؒ کی وفات کے بعد امام شافعیؒ رشید سے ملے ہیں
اور حافظ ابنِ حجرؒ کہتے ہیں۔ یہ جھوٹ ہے۔ کہ امام شافعیؒ رشید کے پاس گئے ہیں۔ اور
امام محمدؒ نے رشید کو امام شافعیؒ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ اگرچہ بیہقیؒ نے مناقب
وغیرہ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن سراسر جھوٹ ہے۔[۵۲]

[۵۲] معرفت علوم الحدیث للصبحی صالح ص۲۹۲ تذکرۃ الموضوعات لمحمد طاہر بن علی الہندی ص۱۱۳ والمضوع فی الحدیث

اگر محدثین سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ تو صاحب ہدایہ کی بعض روایات کے بار
میں کسی صاحب کا یہ لکھنا کہ اس کو وہ روایت نہیں ملی ہے اس کے علم کا قصور ہونا
ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ صاحب ہدایہ کی وہ روایت موضوع ہے۔

بے علمی کی باتیں

حکیم صاحب نے بار بار صاحب ہدایہ کے بارے میں یہ فقرہ
دھرایا ہے۔ کہ صاحب ہدایہ نے افتراء کیا ہے۔ مگر افسوس
ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے۔ کہ حکیم صاحب بہت ہی اوپری اور سطحی ذہن کا آدمی ہے رفقہ
کے بارے میں ایسے قابلِ نفرین فقروں کے لکھنے اور بولنے میں قطعاً باک نہیں کرتے
اور اپنے آپ کو نہیں سوچا ہے۔ کہ اہلِ علم میں ان فقروں کی قدر کیا ہوگی۔ اور حکیم صا
کا مقام کیا ہوگا۔ صاحب ہدایہ کی شان اس سے کہیں بڑھ کر ہے۔ کہ حکیم صاحب
آدمی کی تنقید بھی صاحب ہدایہ کے خلاف کسی عالم کے لئے قابلِ غور ہو۔ اہلِ علم اس حقی
کو خوب جانتے ہیں۔ کہ حضرات متقدمین کی کتابوں پر اور ان کی روایات پر مؤلفین
پورا اعتماد کیا ہے۔ اور متقدمین کی روایات کو ان کی سند اور ان کے حوالہ دیئے
اپنی تصنیفات میں درج کر دیا۔ اور اس کے بعد ان کی تصنیفات پر لوگوں نے
کی۔ اور متقدمین کی روایات اور ان کی کتابوں پر لوگوں کو توجہ کم ہو گئی۔ اور مابعد
زمانہ میں متقدمین کی کتابیں مختلف قسم کے فتنوں اور زمانہ کے انقلاب کے دست
سے محفوظ نہیں رہیں۔ اور ان فتنوں میں مسلمانوں کے علمی مراکز ایک ایک کر کے
کئے گئے۔ متقدمین کا علمی سرمایہ بہت کچھ اس افراتفری میں ضائع کیا گیا۔ حتیٰ کہ متدا
کتابیں بھی ضائع کی گئیں۔ اور متقدمین کی روایات کے حفاظ بھی اٹھ گئے۔ اس
متاخرین شراح اور محشیوں کو چار و لاچار مجبوراً یہ کہنا پڑا کہ ان کو بعض روایات کا
اور ماخذ نہیں معلوم ہو سکا ہے۔ آپ یہی سوچ لیجئے کہ متاخرین شراح اور محشیوں کو
روایات آخر کہاں سے دستیاب ہو سکتی تھیں جب ان کے ماخذ تلف ہو چکے تھے۔

ین کی کتابیں دستیاب نہیں ہو سکتی ہیں۔ اور نہ وہ رواۃ مل سکتے ہیں جن سے متقدمین
روایات کو حاصل کیا تھا۔ بعض اربابِ علم نے صاحب ہدایہ کی ان بعض روایات
ق یہ لکھدیا ہے۔ کہ انہوں نے ان روایات کو کتاب الآثار اور مبسوط امام محمدؒ میں پڑھا
جسکے متعلق حافظ زیلعیؒ اور حافظ ابن حجرؒ مخرجین احادیث ہدایہ نے یہ لکھدیا ہے۔ کہ
وایات ان کو نہیں مل سکتی ہیں۔ اسی طرح میں گمان کرتا ہوں کہ وسیع العلم اور کثیر الاطلاع
ب بصیرت کو صاحب ہدایہ کی وہ روایات ملتی رہی ہیں۔ جن کے متعلق بعض ارباب
نے اپنی لاعلمی ظاہر کی ہے۔ مجھے خیال ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب نے صاحب ہدایہ کی نفس
کی بھی سمجھنے اور سوچنے کی تکلیف نہیں اٹھائی ہے چہ جائیکہ صاحب ہدایہ کی روایات کے
کے تفحص کی زحمت برداشت کی ہو۔ اور رب علیم خوب جانتا ہے۔ کہ حکیم صاحب کو اس
بصیرت اور اس پایہ کا دسترس بھی ہے یا نہیں۔ حکیم صاحب کے زیرِ نظر کتاب نتائج
ید کے طرز اور استدلال سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اہل علم فقہاء مقلدین کے خلاف
ئی اور بید زبانی کے سوا حکیم صاحب علم کے ابتدائی مراحل میں بھی آگے قدم نہیں رکھتے
ورنہ کہیں تو علمی اخلاق کی چاشنی ظاہر ہوتی۔ اور علم کا رنگ کہیں بھی کتاب میں
ئی دیتا۔ اب میں بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ
ریؒ کی عظمتِ علم اور شدّتِ اتقان کی شان امت مسلمہ کو مسلم اور معروف ہے۔
ی اہلِ علم کو نہیں جانتے ہیں۔ جس کو بخاریؒ کی وقت نظر اور وسعت بصیرت
ی شک ہے۔ مگر حافظ ابن حجرؒ اپنے کبیر العلم اور کثیر الاطلاع کے باوجود بخاریؒ
تعلیقات اور متابعات کی بہت سی روایات کے متعلق لکھ چکے ہیں۔ کہ آپ کو
روایات کہیں دستیاب نہیں ہوئی ہیں۔ کیا اس کے یہ معنی ہے۔ کہ بخاریؒ نے
یقات اور متابعات میں ان روایات کا افتراء کیا ہے۔ جن کی اطلاع حافظ کو
یں ہو سکی ہے۔ اور کیا اس کا یہ معنی ہے۔ کہ حافظ ابن حجرؒ بخاریؒ کے ان افترأت

Marfat.com

کا اعتراف کرتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ ایسا بے ہودہ فکر اس نجس انسان کو ہو سکتا ہے جس کو امام بخاریؒ کی ضرب المثل جلالت دیانت اور راستی کا کچھ بھی پاس نہیں ہے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری کے مقدمہ میں امام بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات میں اس قسم کی روایات پر مفصل بحث کی ہے۔ میں اس میں سے چند مثالیں یہاں نقل کرتا ہوں تاکہ آپ یہ سمجھ لیں کہ مصنفین کی روایات کا مآخذ جب شارحین کو نہیں ملتا ہے۔ تو وہ حضرات یہ معذرت کرتے ہیں۔ کہ ان کو مآخذ میسر نہیں آیا ہے۔ مگر ان کو مصنف کے کذب و افتراء کا نعوذ باللہ وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے۔

پہلی مثال۔ بخاری۔ باب لا تقضی الحائض الصلوٰۃ حائضہ عورت نماز کی قضا نہ کرے۔ میں کہتے ہیں۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابو سعیدؓ حضورؐ سے روایت کرتے ہیں۔ حائضہ عورت نماز کو چھوڑ دے۔ اور بخاریؒ کتاب الحج میں حضرت جابرؓ کی حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کرتے ہیں۔ و حاضت عائشۃ فنسکت المناسک کلھا غیر انھا لم تطف بالبیت۔ اور بخاریؒ کتاب التمنی میں بھی عن عطاء عن جابر اس حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کیا ہے وکانت عائشۃ قدمت مکۃ وھی حائض فامرھا النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان تنسک المناسک کلھا غیر انھا لا تطوف بالبیت ولا تصلی حتیٰ تطہر حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کو حکم دیا کہ حج کے تمام مناسک ادا کرے۔ مگر طواف نہ کرے گی اور نماز نہیں پڑھے گی۔ اور امام احمدؒ اور ابو داؤد نے بھی حضرت جابرؓ کی حدیث کو ذیل کے الفاظ میں موصول روایت کیا ہے۔ غیر ان لا تطوفی البیت ولا تصلی۔ تمام مناسک جیسے دوسرے حجاج ادا کرتے ہیں۔ ادا کرو۔ مگر طواف نہ کیجئے اور نماز نہ پڑھیئے۔ مگر بخاریؒ کے مذکورہ باب کے یہ الفاظ کہ حضرت جابرؓ اور ابو سعید فرماتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا ندع الصلوٰۃ کو کسی نے روایت نہیں کیا ہے۔ ابو سعید

Marfat.com

ری کی حدیث کو **بخاریؒ** اور **مسلمؒ** دونوں حضرات نے اس طرح موصول روایت کیا ہے
یس اذا حضت لم تصل۔ **حافظ ابنِ حجرؒ** فرماتے ہیں:۔
کہ حضرت **جابرؓ** اور حضرت **ابوسعیدؓ** کی حدیث کو جن الفاظ میں **بخاریؒ** نے ترجمۃ الباب
میں روایت کیا ہے۔ مجھے مذکورہ الفاظ میں کہیں نہیں ملی ہے[1]۔

دوسری مثال۔ **بخاریؒ**۔ باب الابراد بالظہر فی شدت الحر مین
ر بن حفص کے طریقہ سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ابردوا بالظہر فان شدت
لحر من فیح جہنم اور فرمایا کہ **سفیان** اور **یحییٰ** اور **ابوعوانہ** نے اس حدیث کی
روایت کرنے میں **عمر بن حفص** کی متابعت کی ہے۔ حافظ **ابنِ حجرؒ** اس حدیث کی شرح
ں فتح الباری میں کہتے ہیں:۔
عمر بن حفص کے ساتھ سفیان کی متابعت کو **بخاریؒ** نے بدء الخلق ابردوا
بالظہر کی جگہ ابردوا بالصلوٰۃ کو موصول روایت کیا ہے۔ اور ابردوا بالظہر کو
سفیان سے کسی طریقہ میں بھی میں نے نہیں پڑھا ہے۔ اور فتح الباری کے مقدمہ میں حافظ
کہتے ہیں۔ کہ عمر بن حفص کے ابوعوانہ کی موصول روایت مجھے نہیں ملی ہے۔ میں نہیں
جانتا کہ اس کو کسی نے موصول روایت کیا ہے[2]۔

تیسری مثال۔ **بخاریؒ**۔ باب ما یقال اذا امطرت میں حضرت **عائشہؓ**
کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا رأی المطر
قال صیبا نافعا اور اس کے بعد لکھا ہے۔ کہ **عبداللہ** ابن مبارک کے ساتھ **قاسم** بن
یحییٰ نے **عبیداللہ** ابن عمر العمری سے متابعت[3] کی ہے۔ اور حافظ **ابنِ حجر**[4] فرماتے ہیں میں
نہیں جانتا کہ قاسم بن یحییٰ کی متابعت کو کسی نے موصول روایت کیا ہے۔ مجھے وہ روایت
کہیں نہیں ملی ہے۔ اور حافظ کہتے ہیں کہ حافظ **مغلطای** کو یہ خیال ہوا ہے کہ دار قطنی

[1] مقدمہ فتح الباری صـ۱۶ [2] مقدمہ فتح الباری صـ۱۵ [3] فتح الباری صـ۱۶ ج ۲ [4] مقدمہ صـ۳۲

Marfat.com

نے اس متابعت کو موصول روایت کیا ہے۔ مگر حقیقت یہ نہیں ہے۔

چوتھی مثال۔ بخاریؒ۔ باب سجود المسلمین مع المشرکین میں ابن عباس کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سجد بالنجم وسجد معہ المسلمون والمشرکون والجن والانس اور لکھا ہے۔ رواہ ابراہیم بن طہمان عن ایوب۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ مجھے ابراہیم بن طہمان عن ایوب کی روایت نہیں ملی ہے[1]۔

پانچویں مثال۔ بخاریؒ۔ باب فی کم یقصر الصلوٰۃ میں ابن عمرؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ قال لا تسافر المراۃ ثلثا الا معہا ذو محرم اور لکھا ہے۔ کہ احمد نے عن ابن المبارک عن عبید اللہ عن نافع عن ابن عمرؓ کی متابعت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ کہ اس روایت میں احمد بن حنبلؒ مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ آپ کو ابن مبارک سے سماع نہیں ہے۔ اور لکھا ہے کہ احمد عن ابن المبارک کی روایت مجھے نہیں[2] ملی ہے۔

چھٹی مثال۔ بخاریؒ۔ کتاب الوصایا میں ابن عمرؓ کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں۔ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما حق امرء مسلم لہ شی یوصی فیہ الخ۔ اور لکھا ہے۔ کہ محمد بن مسلم عن عمرو نے متابعت کی ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں۔ مجھے محمد بن مسلم کی متابعت[3] نہیں ملی ہے۔

میں نے یہ چند مثالیں بخاریؒ کی تعلیقات اور متابعات کے متعلق حافظ ابن حجرؒ سے اس غرض کے لئے نقل کر دی ہیں۔ کہ ان مذکورہ روایات اور ان کے علاوہ اور بہت سی متابعات اور تعلیقات کی روایات کے متعلق حافظؒ نے یہ لکھا ہے کہ آپ کو وہ روایات کہیں بھی موصول نہیں ملی ہیں۔ کیا بخاریؒ کی عظمت شان ا

---

[1] مقدمہ فتح الباری ص۲۲ [2] مقدمہ فتح الباری ص۲۲ [3] مقدمہ فتح الباری ص۳۳

Marfat.com

لم کے پیشِ نظر حافظؒ کے اس لکھنے کے بعد بخاریؒ کے علم و اتقان اور فضل و دیانت
دامن پر کسی احمق کو یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ بخاریؒ نے ان روایات کی نسبت کہنے
نعوذ باللہ ان حضرات کے نام پر افترا کیا ہے۔ جن کے نام سے ان روایات کو بخاریؒ
روائیت کیا ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر صاحب ہدایہ کی بعض روایات کے متعلق کسی نے یہ
عدیا ہے۔ کہ اس کو وہ روائیت نہیں ملی ہے۔ تو کسی بے وقوف کو یہ شبہ ہوگا۔ کہ صاحب
یہ نے افترا کیا ہے۔ لیکن اہلِ علم جانتے اور سمجھتے ہیں۔ کہ کسی شارح کو کسی روائیت کا نہ
نا اس روائیت کے افترا کو مستلزم نہیں ہے۔ ہر دور کے تمام اہلِ روائیت کے تمام
وایات پر احاطہ کرنا کسی عالم کے امکان میں نہیں ہے۔ اور اس کی وجہ میں نے پہلے لکھ
ی ہے۔ کہ بعض روایات کا بعض اہلِ علم کو نہ ملنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ حکیم صاحب سندھ
ی غرض صاحبِ ہدایہ کی روایات اور حنفیت کے فروعی مسائل پر مخلصانہ علمی تنقید کرنا
ہیں ہے اس بلندی سے بچارے معذور ہیں۔ مگر حنفیت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا
ضرور چاہتے ہیں۔ مگر اپنے علم و فکر کو بھی نہیں جانچا۔ جس پر آپ کو اس قدر زعم ہے
کہ حنفیت کو احادیث اور تعامل خیر القرون کا باغی اور غدار بتلاتے ہیں۔ مگر حنفیت نے
جو کہا ہے اس کے سمجھنے کی بھی توفیق نہیں ہوئی ہے۔ اور تمام کتاب میں ان بنیادوں
کے بتلانے سے قاصر رہے ہیں۔ جن کی آڑ پر حنفیت کے خلاف چھلانگیں مارتے ہیں اور
اس جوش پروپیگنڈا میں اسقدر مگن ہیں۔ کہ عقل و دیانت اور پسندیدہ مخالفت اور اخلاق
کے پاس کرنے سے آگے نکل گئے ہیں۔ میں حکیم صاحب سندھ کی اس کتاب نتائج التقلید
سے چند وہ مسائل یہاں مثال کے لئے اس لئے ذکر کرتا ہوں۔ تاکہ آپ یہ سمجھ لیں۔ کہ
ان مسائل کو صاحب ہدایہ سے اس لئے نقل کیا گیا ہے۔ کہ سندھ صاحب کے فکر میں صاحب
ہدایہ نے ان مسائل کا افترا کیا ہے۔ اور وہ ایسے مسائل ہیں جن کا ماخذ کتاب و سنت
اور صحابہ کے آثار میں مذکور نہیں ہے۔ اور ان مسائل کے متعلق سندھ صاحب کو یہ

Marfat.com

خیال ہوتا ہے۔ کہ حنفیت کے خلاف ان مسائل کے ذکر کرنے سے دوسرا اچھا مؤثر پروپیگنڈا نہیں ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے۔ کہ سندھ صاحب بے سواد اہل حدیث ہیں۔ صاحب ہدایہ پر افتراء کے الزام دینے میں بڑی زیادتی کی ہے۔ اور صاحب ہدایہ کے مسائل کے ماخذ اور سرچشموں تک نہیں پہنچے۔ اور حنفیت کے خلاف نقل کرنے میں بددیانتی کی ہے۔ اب آپ ان مسائل کو پڑھئے جو صاحب ہدایہ نے ذکر کئے ہیں۔ اور سندھ صاحب ان کو صاحب ہدایہ کے مفتریات بتلاتے ہیں۔

پہلا مسئلہ۔ سندھ صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے۔ "مصنف ہدایہ کا باطل طوفان"۔ اور اس کے ذیل میں لکھا ہے۔ مصنف ہدایہ اس درجہ بے دھڑک، نڈر اور بے خوف ہے۔ کہ جھوٹ اور افترار میں اسے انتہائی لذت و حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ تراویح باجماعت کو سنت ثابت کرنے کی غرض سے واضح الفاظ میں لکھا ہے۔ تراویح سنت ہے۔ اسی طرح حسن بن زیاد نے ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ اس لئے کہ خلفاءِ راشدین نے اس پر مواظبت کی ہے۔

اصلیت واقعہ یہ ہے۔ کہ حضرت امام کا یہ قول زندگی میں تو کیا بعد وفات خواب میں بھی حسن بن زیاد یا کسی دوسرے شاگرد سے منقول نہیں۔ اور قطعاً نہیں۔ گویا کہ حضرت امام پر یہ ہدایہ ایسی مقدس و مستند کتاب کا کھلم کھلا افتراء ہے[1] الخ

سندھ صاحب کا دعویٰ اور اس پر اصرار آپ نے پڑھ لیا۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت کا جسقدر شدت اور ضد سے انکار کیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ اور صاحب ہدایہ کو جن فضیحتوں سے ذکر کیا ہے ان کو پھر ایک بار پڑھ لیجئے۔ اور امام ابو حنیفہؒ سے

[1] نتائج التقلید ص۱۵۷۔

Marfat.com

ن بن زیاد امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کی روائت کو بھی پڑھ لیجئے۔ امام علاء الدین
ر بکر بن مسعود متوفی ۵۸۷ھ کہتے ہیں :۔

حسن بن زیاد فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا۔ رمضان کے مہینہ میں قیام سنّت
ہے۔ اور اسی طرح امام محمد نے فرمایا ہے۔ کہ ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ تراویح سنّت
ہے۔ اگرچہ تراویح پر حضورؐ نے مواظبت نہیں کی ہے۔ مگر صحابہ کی مواظبت[1] ثابت ہے۔

اور شیخ ابن عابدین کہتے ہیں۔ صاحب ہدایہ اور دوسرے فقہاء نے تراویح کی
ت ہونے کی تصحیح کی ہے۔ اور ابو حنیفہؒ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابو یوسفؒ
ے امام ابو حنیفہؒ سے تراویح کے بارے میں اور حضرت عمرؓ کے ارشاد کے متعلق دریافت
تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا :۔

کہ تراویح سنّت مؤکدہ ہے۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس حضرت رسالت سے کوئی اصل اور
عہد ضرور ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے صرف اپنی طرف سے ایسا نہیں کیا[2] ہے۔

حنفیوں کی یہ معتمد کتابیں ہیں۔ جن میں صرف حسن بن زیاد کی نہیں بلکہ امام محمدؒ اور امام
ابو یوسفؒ نے بھی امام ابو حنیفہؒ سے تراویح کی سنّت ہونے کی روائت مذکور ہے۔
سندھ صاحب کی دروغگوئی ہے۔ کہ صاحب ہدایہ نے امام ابو حنیفہؒ پر اس کا افترا کیا
ہے۔ اور صاحب ہدایہ کو باطل طوفان کا الزام سندھ صاحب کی سوقیانہ جرأت ہے۔
ر حنفیّت کی معروف کتابوں کی روایات سے جاہل ہونے کے باوجود بھی صاحب
ہدایہ کے خلاف پروپیگنڈا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

میں نہیں جانتا کہ سندھ صاحب تراویح کے بارے میں کیا کہنا چاہتے ہیں۔
اور اس کا نیا مذہب کیا ہے۔ محدثین کو ثابت ہے۔ کہ حضورؐ نے تین رات تراویح
پڑھائی ہے۔ اور تراویح کی نماز پر صحابہ کی مواظبت اور بیس رکعات کی تعداد کے

[1] بدائع ضائع ص۲۸۸ ج اول [2] ردالمختار ص۶۵۹ ج اول

Marfat.com

متعلق حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے آثار امت کے فقہا اور محدثین کو بالاتفاق مسلم ہیں۔ چنانچہ ترمذیؒ حضورؐ کی تراویح کے بارے میں حضرت ابوذرؓ کی روایت کرنے کے بعد تراویح کی رکعات کی تعداد کے متعلق کہتے ہیں۔ اکثر اہلِ علم نے کہا ہے۔ کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔ اس لئے کہ حضرت عمرؓ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہ سے بیس رکعات تراویح کی روایت کی گئی ہے۔ سفیان ثوریؒ ابن المبارکؒ۔ امام شافعیؒ نے بھی فرمایا اور حرم میں بیس رکعات تراویح پڑھی جاتی تھی۔[1] امام مالکؒ اور بیہقیؒ نے عبدالرحمنؓ بن عبدالقاری سے روایت کیا ہے۔ کہ میں رمضان میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو دیکھا کہ لوگ جدا جدا نماز پڑھ رہے ہیں کوئی شخص اکیلے پڑھ رہا ہے۔ اور کسی کے ساتھ آٹھ دس پڑھ رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ ان سب کو ایک پڑھانے والے کے ساتھ اکٹھا کر لو تو کیا اچھا ہو۔ تو آپ نے ابی بن کعبؓ کے ساتھ لوگوں کو اکٹھا کیا۔ اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عہدِ فاروقی میں تراویح پڑھی جاتی تھی۔ کسی نے جماعت کے ساتھ پڑھی اور کوئی اکیلا پڑھ رہا تھا۔ اور اسی طرح کا حال حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں رہا ہے۔ امام مالکؒ اور بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔ یزید بن رومانؒ فرماتے ہیں۔ کہ لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تیئس رکعات۔ تین رکعات وتر اور بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ اور سائب بن یزید بھی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ بیس رکعات تراویح پڑھا کرتے تھے۔ بیہقیؒ نے روایت کیا ہے۔ سوید بن غفلہ بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔ اور اصحاب علیؓ میں شیتر بن شکل بیس رکعات پڑھایا کرتے تھے۔ اور حضرت علیؓ نے قراء کو بلا کر امر فرمایا تھا۔ کہ لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھایا کریں۔

صحابہ کے اس مسلسل اور متواتر عمل کے ہوتے ہوئے تراویح کی سنت ہونیکا کون انکار کر سکتا

---

[1] ترمذی ص ۹۹

دوسرا مسئلہ سندو صاحب نے صحابہ پر حنیفہ کا عنوان باندھا ہے۔ اور اس کے نیچے تین ایسے مسائل لکھے ہیں۔ جن پر سندو صاحب کو یہ اعتراض ہے۔ کہ ان مسائل کو صاحب[1] ہدایہ نے افتراء کیا ہے۔

آپ ان میں سے ایک ایک مسئلہ اور اس کا حال اور علم آثار سے سندو صاحب کی بے خبری اور صاحب ہدایہ کے خلاف افتراء کرنے کے جھوٹے الزام کی دلیری پڑھیئے اور فیصلہ کیجئے کہ سندو صاحب کو صاحب ہدایہ کے خلاف جھوٹ بولنے اور لکھنے میں کتنے نمبر ملنے چاہئیں۔

پہلا مسئلہ یہ ہے۔ ھدایہ باب فی من یمر علی العاشر میں لکھا ہے کہ کوئی تاجر حربی دو صد روپیہ لیکر مسلمان عاشر پر گزرتا ہے۔ اور عاشر کا عملہ یہ نہیں جانتا ہے۔ کہ مسلمان تاجروں سے حربیوں کا حاکم کسقدر وصول کرتا ہے۔ تو مسلمان عاشر کو اس حربی سے پورا عشر لینا چاہیئے۔ اور جو حربی حاکم مسلمان تاجر سے محصول وصول کرتا ہے اس کی مقدار معلوم ہے۔ تو اسی قدر حربی تاجر سے لی جائے گی۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ایسا فرمایا ہے۔ سندو صاحب کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے نام پر صاحب ہدایہ کا یہ لکھنا جھوٹ اور بہتان ہے۔ اب آپ حضرت عمرؓ کے احکام عشر اور ان سے صاحب ہدایہ کا استدلال پڑھیئے۔ امام عظیم حافظ الحجتہ ابی عبید القاسم بن سلام متوفی ۲۲۴ھ کہتے ہیں۔ انس بن مالکؓ صحابی نے انس بن سیرین کو بلا کر فرمایا۔ میں تمہیں حضرت عمرؓ کی سنت لکھ دیتا ہوں۔ مسلمانوں سے عشر میں ربع عشر چالیس روپیہ میں صرف ایک روپیہ لیا جائیگا۔ اور اہل ذمہ سے نصف عشر۔ بیس روپیہ میں ایک روپیہ لیا جائیگا۔ اور اہل حرب سے پورا عشر۔ دس روپیہ میں ایک روپیہ لیا جائے گا۔ اور زیاد بن حدیر کو بھی حضرت عمرؓ نے اسی طرح عشر لینے کی

[1] نتائج التقلید ص۵۳ ۵۲ کتاب الاموال لابی عبید ص۵۳۳ ص۱۶۵۶ ص۱۶۵۷

ہدائیت فرمائی ہے۔

یحییٰ بن آدم القرشی متوفی ۲۰۳ھ لکھتے ہیں:۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا۔ مسلمان تاجر سے ربع عشر۔ دو سو روپیہ میں پانچ روپیہ لیا کرو۔ اور اہلِ ذمہ تاجروں سے نصف عشر اور اہل حرب سے پورا عشر لیا کرو۔ اور حضرت ابو موسیٰؓ نے حضرت عمرؓ کو یہ لکھا۔ کہ مسلمان جب دارالحرب میں داخل ہوتے ہیں تو مسلمانوں سے وہ عشر لیا کرتے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے جواب میں لکھا۔ جب اہلِ حرب ہمارے ملک میں داخل ہوتے ہیں تو ان کے عشر کی مانند ان سے[1] وہی عشر لیا کرو۔

اور امام احمدؒ اور یحییٰ بن معین کے استاد اور امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد ابو یوسفؒ لکھتے ہیں۔ زیاد بن حدیر فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے محصول لینے حضرت عمرؓ نے مجھے مامور فرماتے ہوئے حکم دیا کہ کسی کی تلاشی نہ لیا کرو۔ اور فرمایا۔ مسلمانوں سے ربع عشر اور اہل ذمہ سے نصف عشر اور حربی سے پورا عشر لیا کرو۔ انس فرماتے ہیں مجھے حضرت عمرؓ نے یہ بھی لکھا۔ کہ اہلِ حرب مسلمانوں سے محصول میں جسقدر لیا کرتے ہیں۔ تم بھی ان سے اسی قدر[2] لیا کرو۔

ان حضرات آئمہ نے حضرت انسؓ حضرت ابو موسیٰؓ حضرت زیادؓ حضرت عمرؓ سے احکام عشر کو روایت کیا ہے۔ جس میں صراحت کے ساتھ یہ مذکور ہے۔ کہ اہلِ حرب سے پورا عشر لیا جائیگا اور اگر اہلِ حرب کی مقدار محصول معلوم ہے۔ تو ان سے اتنی مقدار لیجائیگی۔ آپ انصاف سے کہیئے۔ کہ صاحب ہدایہ نے حضرت عمرؓ کے نام پر افترا کیا۔ یا سند صاحب حضرت عمرؓ کے احکام عشر سے جاہل اور صاحب ہدایہ کو افترا کے الزام میں دروغگو ہے۔

---

[1] کتاب الخراج یحییٰ بن آدم ص ۱۷۳ ح ۶۳۹/۶۳۸۔ [2] کتاب الخراج لابی یوسف ص ۱۳۵

Marfat.com

دوسرا مسئلہ یہ ہے۔ کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ جس عورت کو تین طلاق دی ہیں ہیں تو اس کے لئے اس کے خاوند پر نفقہ اور سکنی دونوں لازم ہیں۔ اس لئے۔ کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے۔ اور سکنی بھی۔

سندو صاحب کہتے ہیں یہ صاحب ہدایہ کا افترا ہے۔ یہ الفاظ حدیث کی کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ اور بالکل نہیں ہیں۔ سندو صاحب کا دعویٰ بڑا ہوتا ہے۔ مگر مبلغ علم صرف اسقدر ہوتا ہے۔ کہ کسی کا لکھا ہوا لیکر اکھڑ جاتے ہیں۔ اور افترا کا تازیانہ گاتے ہیں۔ ہم آپ کو حدیث کی کتابوں سے نقل کر کے بتلاتے ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ سے ثقین نے مذکورہ بالا حدیث کو روایت کیا ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے اور سندو صاحب بار بار کی فضیحت اٹھانے اور دروغگوئی کی خوشی میں اہلحدیث فرقہ تے ہیں۔ دارمیؒ روایت کرتے ہیں:۔

جب حضرت عمرؓ کو یہ بتلایا گیا۔ کہ فاطمہ بنت قیس یہ روایت کرتی ہے۔ کہ اس کے شوہر نے اس کو تین طلاق دی تھی تو حضورؐ نے اس کے لئے اس کے شوہر پر نفقہ اور سکنی نہیں رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ نے یہ سنکر فرمایا۔ ہم اللہ کی کتاب کو اور اللہ کے رسول کی سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی[1]

اور صحیح مسلم میں ہے حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

ہم اللہ کی کتاب اور سنت کو ایک عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے ہیں۔ اس کو یاد ہے یا بھول گئی ہے۔ مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے اور سکنی بھی۔ اللہ نے فرمایا ان کو ان کے گھروں سے مت[2] نکالو۔

---

[1] سنن دارمی ص ۱۶۵ ج اول [2] صحیح مسلم ص ۴۸۵ ج اول

اور سنن کبریٰ ص۷۵ ج۷ میں بھی متعدد طرق سے یہ حدیث مذکور ہے۔ اور بیہقیؒ نے اس حدیث پر کچھ واردات وارد کئے ہیں۔ اس لئے میں حافظ علاؤالدین علی بن عثمان المارديني کی کتاب جوہر النقی سے اس بحث کو نقل کرنا چاہتا ہوں تاکہ بیہقیؒ کے واردات کا جواب بھی آپ پڑھ لیں۔ بیہقیؒ فرماتے ہیں:۔

یحییٰ بن آدم اس حدیث میں وسنت نبینا ذکر نہیں کرتے ہیں۔ جیسا کہ احمد زبیری اس کو روائیت کرتے ہیں۔ اور دارقطنیؒ فرماتے ہیں۔ کہ یحییٰ بن آدم ابو احمد زبیری سے زیادہ حافظ اور اثبت ہے۔ ماردینیؒ کہتے ہیں۔ ابو احمد زبیریؒ یحییٰ کی مخالفت نہیں کرتے۔ کہ یحییٰ کو ترجیح دینے کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ بلکہ احمد زبیریؒ اس حدیث میں وسنت نبینا کی زیادتی کو روائیت کرتے ہیں۔ اور یحییٰ کی طرح زبیریؒ بھی ثقہ ہے۔ اور ثقہ کی زیادتی کو محدثین تسلیم کرتے ہیں۔ اور محمد بن بشار فرماتے ہیں۔ میں نے زبیریؒ سے زیادہ حافظ کسی اور کو نہیں دیکھا ہے۔ اور مسلم نے ص۸۵ میں احمد زبیریؒ کی حدیث کے بعد ابی اسحاق کی حدیث کے لئے شاہد روائیت کیا ہے۔ جس میں وسنت نبینا مذکور ہے۔ اور اشعث کی حدیث بھی ابو احمد زبیریؒ کی حدیث کے لئے سنت نبینا کی زیادتی میں شاہد ہے۔ اور ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق نے دوسرے تین طریقوں سے وسنت نبینا کی زیادتی کو روائیت کیا ہے۔ ابن حبان نے بھی اس زیادتی کو روائیت کیا ہے۔ ان تمام محدثین کو اس حدیث میں وسنت نبینا کی زیادتی مرفوع ثابت ہے۔ اور اس کی تائید قاضی اسماعیل کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ شعبیؒ فرماتے ہیں۔ میں نے شعبیؒ کو فاطمہ بنت قیس کی حدیث کی خبر دی تو آپ نے فرمایا حضرت عمرؓ کو جب فاطمہ بنت قیس کی حدیث سنائی گئی۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ہم اللہ کی کتاب اور پیغمبر کی سنت کو کسی عورت کے کہنے پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا ہے مطلقہ ثلاثہ کے لئے نفقہ بھی ہے۔ اور سکنیٰ بھی۔ ابن حزم اور طحاوی نے بھی

Marfat.com

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حضرت عمرؓ کا سماع روائیت کیا ہے۔ اور حضرت نخعی اگرچہ حضرت عمرؓ سے نہیں ملے ہیں۔ لیکن نخعی کے تمام مراسیل صحیح ہیں۔ ابن معین نے اسی طرح کہا ہے اور صاحب تمہید کہتے ہیں۔ کہ نخعی کے مراسیل اس کی مسانید سے زیادہ قوی ہیں۔ جیسا کہ نخعی نے خود کہا ہے۔ کہ ابن مسعودؓ اور حضرت عمرؓ سے اس کے تمام مراسیل[1] صحیح ہیں۔

ان تمام حضرات محدثین نے حضرت عمرؓ کا اثر اور حضورؐ کا ارشاد روائیت کیا ہے۔ اور یہ کہ حضرت عمرؓ نے حضورؐ سے وہ ارشاد سنا ہے۔ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔

آپ خود فیصلہ کیجئے کہ اس صاحب ہدایہ نے اس حدیث کی روائیت کرنے میں افترا کیا ہے۔ جس کی کتاب کی نثارحانہ خدمات کے لئے حافظ زیلعی اور حافظ ابن حجر اور شیخ ابن ابن ہمام نے اپنی عزیز عمر کے گرانقدر اوقات کو وقف کر دیا تھا یا دروغگو سند و صاحب افترا کے الزام دینے میں رسوا ہوتے ہیں۔

تیسرا مسئلہ سند و صاحب کہتے ہیں۔ صاحب ہدایہ نے حضرت عثمانؓ کے نام پر یہ غلط افترا کیا ہے۔ عن عثمان انہ قال الحمد للہ فارتج علیہ فنزل یہ قصہ جو ہدایہ نے حضرت عثمانؓ کی طرف منسوب کیا ہے۔ یہ کتب حدیث میں ہرگز موجود نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے۔ کہ حافظ زیلعی نے امام قاسم بن ثابت السرقسطیؒ کی کتاب غریب الحدیث سے اس واقعہ کو اپنی کتاب نصب الرایہ صـ ۱۹۷ ج ۳ پر نقل کیا ہے۔ مگر حکیم صاحب اس کو نہیں جانتے ہیں۔ کاش نصب الرایہ کو پڑھا ہوتا۔

ناسخ و مقدس کتاب

سند و صاحب نے یہ عنوان باندھا ہے۔ اس ناسخ و مقدس کتاب کے ان گنت و لاتعداد اور بے شمار غلط افترا اور جھوٹے بہتانوں میں سے بطور مثال و نمونہ صرف وہ خاص جھوٹ اور بہتان ملاحظہ فرمایئے۔ جو کہ حدیث کے نام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف افترا و

[1] جوہر النقی علی البیہقی صـ ۷۶ ج ۲۔

منسوب کئے گئے ہیں۔

افترار و بہتان نمبر ۱۔ ہدایہ میں باب الامامۃ میں ایک حدیث یوں نقل کی گئی ہے۔ من صلے خلف عالم تقی فکانما صلے خلف النبی مصنف ہدایہ کے اس باطل و من گھڑت افترار کو دیکھ کر مولانا عبدالحیؒ اس درجہ خوفزدہ ہوئے۔ کہ ہدایہ کا حاشیہ لکھتے ہوئے یوں اعلان کرنے کے سوا کوئی چارہ نہ ہوا۔ کہ حدیث کے مذکورہ الفاظ نہیں پائے گئے۔ کہ بعض محدثین کہتے ہیں۔ کہ وہ موضوع ہے۔ سخاوی نے ذکر کیا ہے۔ انہ حدیث لم یوجد یعنی یہ بالکل من گھڑت اور موضوع حدیث ہے۔ جو کتب حدیث[1] میں پائی نہیں جاتی۔

حکیم صاحب نے مولانا عبدالحیؒ کا نام لیکر بہتان باندھا ہے۔ اور مولانا عبدالحیؒ کا نام لیکر جو کچھ لکھا ہے۔ قطعاً جھوٹ لکھا۔ مولانا نے ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے۔ ہدایہ اور اس کا حاشیہ موجود ہے۔ اہل علم پڑھ سکتے ہیں۔ مولانا عبدالحیؒ لکھتے ہیں:۔

طبرانی حاکم بیہقیؒ نے روائیت کیا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم خوش ہوتے ہو۔ کہ تمہاری نماز قبول کی جائے۔ تو علماء کو امام بناؤ۔ اس لئے کہ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان علماء وفد ہیں۔ اور صاحب ہدایہ کے مذکورہ حدیث کے الفاظ نہیں پائے جاتے۔ بعض محدثین نے کہا ہے۔ کہ وہ موضوع ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہدایہ میں مذکورہ حدیث اس حدیث سے ماخوذ ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہیں۔ اور یہ حدیث مشہور زبان زد ہے۔ حافظ سیوطیؒ نے اس کو ذکر کیا ہے۔ لیکن سخاوی نے مقاصد حسنہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ یہ حدیث نہیں پائی گئی۔

آہ! یہ مولانا عبدالحیؒ کا حاشیہ ہے۔ جو مذکور ہوا۔ مولاناؒ ہدایہ میں مذکورہ حدیث

[1] نتائج التقلید ص ۵۷

طبرانی، حاکم، بیہقی کی حدیث کے معنی میں ملانا چاہتے ہیں۔ اور اس کا معنی سیوطی
رمشہور حدیث کے معنی سے ماخوذ بتلانا چاہتے ہیں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ہدایہ میں
لورہ حدیث کے الفاظ اگرچہ نہیں ملے ہیں۔ مگر اس کے معنی کے ثابت ہونے میں شبہ
ہیں۔ اس لئے کہ اس کا ماخذ روایات مذکورہ ہیں۔ اور مقاصد حسنہ میں ہدایہ میں مذکورہ
دیث کے متعلق کچھ ذکر نہیں ہے۔ بلکہ اس مشہور زبان زد حدیث کے متعلق یہ لکھا ہے
نہیں پائی گئی۔ مگر حکیم صاحب کو اللہ نے سمجھنے کی توفیق نہیں بخشی ہے۔ الٹ پلٹ اپنی
تاب میں ان حضرات علماء کے نام سے لکھا ہے۔ اور قاضی شوکانی فوائد المجموعہ
ت ۱۳ اور زیلعی نصب الرایہ صفحہ ۲۶ ج ۲ میں ہدایہ کے مذکورہ حدیث کے متعلق کہتے ہیں
صحیح نہیں ہے۔ غریب ہے۔ کسی حدیث کا غریب ہونا اور بات ہے۔ اور حدیث کا موضوع
ونا اور حقیقت ہے۔ غریب حدیث کے رواۃ میں تفرد ہوتا ہے۔ مگر ان میں کوئی راوی جھوٹا
نہیں ہوتا ہے۔ اور موضوع حدیث وہ ہوتی ہے۔ جس میں جھوٹے رواۃ ہوتے ہیں۔ ہدایہ
کے مذکورہ حدیث کے معنی کی تائید طبرانی، حاکم، بیہقی، سیوطی کی حدیثوں سے ہوتی ہے۔

افتراء و بہتان نمبر ۲۔ حکیم صاحب نے ہدایہ کے دوسرے افتراء و بہتان کی
مثال میں ذیل کا مسئلہ لکھا ہے:۔

ہدایہ۔ باب صلوٰۃ المسافر میں ہے۔ جب مسافر اپنے شہر میں داخل
ہو جائے تو وہ پوری نماز پڑھے۔ اگرچہ اس نے اپنے شہر میں ٹھہرنے کی نیت
نہیں کی ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے۔ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ
سفر کرتے تھے اور اپنے شہروں کو لوٹتے تھے اور کسی عزم جدید کے بغیر مقیم ہوتے
تھے تھے پوری نماز پڑھتے تھے۔

صاحب ہدایہ کی اس دلیل کے بارے میں حکیم صاحب سند دیتے ہیں۔ یہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر بہتانِ عظیم ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ حکیم صاحب صوفیانہ ذہن کے

آدمی ہیں۔ ورنہ اہلِ علم ارباب فقہ کو اللہ کے رسول اور اس کے صحابہ پر افتراء اور بہتان باندھنے والے نہ کہتے اور فقہاء کے خلاف بدزبانیوں سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ نہ کرتے حقیقت واقعی یہ ہے۔ کہ جناب رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کی سیرت اور زندگی کا عمل یہی ہے۔ جو صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ مگر سند و صاحب علم و بصیرت سے دور ہیں اب آپ حضورؐ اور صحابہ کا اسوہ اور آثار پڑھکر سوچئے کہ سند و صاحب کے برے کلمات کیا صاحب ہدایہ پر چسپاں ہو سکتے ہیں۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں:۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ منورہ سے باہر نکل جاتے تھے تو نماز میں قصر کرتے تھے۔ اور روزہ افطار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ[1] واپس تشریف لاتے تھے۔

ابن عمرؓ نے بیان فرمایا کہ قصر کرنے اور افطار کرنے میں مدینہ منورہ سے باہر نکل اور مدینہ منورہ میں داخل ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہے۔ ابن عمرؓ مدینہ منورہ میں اقامت کی نیت کا ذکر نہیں کرتے۔ اگر اقامت کی نیت ضروری ہو تو حضورؐ اس کی ہدایت یا اظہار ضرور فرماتے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں:۔

ہم مدینہ منورہ سے مکہ کی طرف حضورؐ کے ہمراہ چلے اور ہم نماز کی دو دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم مدینہ منورہ[2] لوٹ کر آ گئے۔

علی بن ربیعہ فرماتے ہیں۔ ہم حضرت علیؓ کے ساتھ شام کی طرف نکلے اور دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حتیٰ کہ ہم کوفہ کی طرف لوٹ کر آ رہے تھے۔ اور نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ اور کوفہ کی آبادی قریب تھی۔ ہمارے سامنے تھی۔ ہم اس کو دیکھ رہے تھے۔ نے حضرت علیؓ سے کہا۔ امیر المؤمنین یہ سامنے کوفہ ہے۔ کیا ہم پوری نماز پڑھیں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ہم اس وقت تک قصر کرینگے کہ کوفہ میں داخل ہو جائیں[3]۔

صحابہ ٹھہرنے کی نیت سے کوفہ میں داخل ہو رہے تھے۔ اور یہ ان کا شہر تھا اور راستہ

[1] مسند امام احمد، حدیث ۵۷۵۰ [2] بخاری مسلم، سنن کبریٰ ص ۱۳۶ ج ۳ [3] سنن کبریٰ ص ۱۴۶ ج

Marfat.com

ہے۔ مگر حضرت علیؓ کے جواب نے ان کو یہ ظاہر اور ثابت کر دیا۔ کہ قصر اور اتمام کے لئے
لی نیت اور قصد کا اعتبار نہیں ہے۔ بلکہ شہر سے باہر نکل جانا اور شہر میں داخل ہو
قصر اور اتمام کے لئے کفائت کرتا ہے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:۔

جب حضور علیہ الصلوٰۃ سفر کے قصد سے باہر نکل جاتے تھے تو قصر کرتے تھے یہاں تک
کہ حضور واپس گھر تشریف لاتے تھے۔[1]

ابن عباسؓ کی مراد یہ ہے۔ کہ سفر کی نیت اس وقت ختم ہو جاتی ہے۔ کہ جب شہر
واپس داخل ہو جائے۔ ان تمام آثار اور اسوہ سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ نیت سفر
ختم کرنے کے لئے نیت اقامت کرنا ضروری نہیں ہے۔ بلکہ وہ اپنے شہر میں داخل
نے سے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ چند مسائل اور ان کے ماخذ میں نے اس لئے یہاں ذکر کئے
ں۔ کہ آپ یہ اندازہ کر سکیں کہ امت کے اس فقیہہ روزگار کے خلاف حکیم صاحب کو پروپیگنڈا
نے کا اور جھوٹے الزامات دینے کا اس قدر شوق ہے۔ کہ صاحب ہدایہ کے مسائل اور
وایات کے سرچشموں تک اس صاحب کو رسائی نصیب نہیں ہوئی ہے۔ مگر ان روایات میں
احب ہدایہ کو افتراء اور بہتان کا الزام بار بار دھرا کر خوش ہوتے ہیں۔ کہ اس نے صاحب
ایہ کے حوالوں کو غلط دکھایا ہے۔

آپ مذکورہ ماخذ کو پڑھ کر ضرور تعجب کرتے ہوں گے کہ حکیم صاحب نے صاحب
ایہ جیسے صاحب بصیرت فقیہہ کو افتراء دبہتان کا بے جا الزام دینے کی دلیری کیوں کی ہے
جب ثابت ہوتا ہے۔ کہ حکیم صاحب جیسے زعماء فکر کا صرف اسقدر کام ہے۔ کہ امت
کے ارباب علم و نظر کے خلاف الزام تراشی میں ارباب ھویٰ کے ساتھ ہمنوائی کا رشتہ
جوڑتے ہیں۔ تو پھر تعجب باقی نہیں رہتا ہے۔ کہ ان صاحبوں کے انتظار و افکار کی راہ میں
ارباب نظر کی ایسی بصیرت افروز فقہ سب سے بڑی حائل ہے۔ جس کے مقابلہ پر ان صاحبوں کو

[1] سنن کبریٰ ص ۱۵۳ ج ۳

ہمیشہ ندامت اٹھانی پڑی اور خسران میں گرتے رہے۔

حکیم صاحب نے ان مذکورہ روایات کے علاوہ چند دوسری روایات میں بھی صاحب ہدایہ کو افتراء اور بہتان کا الزام دیا ہے۔ مگر میں ان تمام کا استقصاء طول کے خوف سے نہیں کرتا۔ مذکورہ متعدد مثالوں سے آپ حکیم صاحب کے جھوٹے بہتان اور دروغگوئی کا اچھا اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ اس سفید چشم حکیم صاحب نے جھوٹ بولنے میں حد کر دی ہے اور باقی مسائل کی روایات کے ماخذ بھی اگر سامنے لائے جائیں تو ان میں بھی حکیم صاحب کی افتراء پردازی کے سوا اور کچھ ظاہر نہیں ہوگا۔ میں اس کو یہاں ختم کر دیتا ہوں۔ اور امام ابو حنیفہ کے مذہب کو جن مسائل میں حکیم صاحب نے فتنہ ڈالنے والا اور تعامل خیر القرون کا باغی اور غدار کہا ہے۔ ان میں سے دو مسائل کو اور حکیم صاحب کی تنقید کو نقل کرتا ہوں۔ تاکہ آپ خوب سوچ لیں کہ جس شخص میں علمی بصیرت نہیں ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کے سمجھنے کی اہلیت نہیں ہے۔ اس کے زعم نے اس کو امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کی بدخواہی اور بدگوئی کرنے میں دھوکہ دیا ہے۔

نیا فتنہ

حکیم صاحب نے نتائج التقلید کے صفحہ ۱۱۲ پر بالا عنوان رکھ ہے۔ اور غیر عربی میں نماز میں قرآن پڑھنے کے مسئلہ پر پہلے سے حنفیت کے خلاف لکھتے چلے آرہے ہیں۔ کہ نماز میں غیر عربی قرآن پڑھنا حنفی مذہب میں جائز ہے۔ اور یہ تعامل خیر القرون کے خلاف ہے۔ اور جب ۱۳۷۸ھ میں مغرب زدہ منڈل کے بعض افراد نے جناح باغ لاہور میں حنفی مذہب کے مذکورہ فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے اردو میں نماز ادا کی تو دیوبندی اور بریلوی اکابرین نے ان کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے اس سے مسلمانوں کو دور رہنے کی تلقین کی۔ لہٰذا اگر ان کا یہ اعلان و فتویٰ احقاق حق اور خدمتِ دین پر منتہی ہوتا ہے۔ تو ان کو فتنہ کے اصل موجد و بانی اور داعی مذہب کے خلاف نفرت کا اظہار کرتے ہوئے ہمیشہ کے لئے

ے فتان مذہب سے دستبرداری کا اعلان کر دینا چاہیئے۔

اور اس کے بعد اس کے ساتھ ایک اور مسئلہ تتمہ جوڑ دیا ہے۔ ہدایہ نے کتاب الصلوٰۃ باب الحدث فی الصلوٰۃ میں لکھا ہے۔ اگر تشہد پڑھنے کے بعد بجائے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے کسی نے قصداً وضو توڑ دیا یا سلسلہ کلام شروع کر دیا جائے یا پھر کوئی بھی ایسا عمل کیا جائے۔ جو کہ نماز کے منافی ہے۔ تو نماز پوری ہو گئی۔ یہ ہے حنفی مذہب کے دودھ کی بالائی یا مکھن۔ یعنی نماز میں احادیث اور تعامل خیر القرون سے بغاوت[1] و غداری کا نمونہ۔

یہ مذکورہ ہر دو مسائل حکیم صاحب نے امام ابو حنیفہؒ کے مذہب سے اس غرض ے لئے نقل کر دیئے ہیں۔ کہ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ۱۳۷۸ھ کے اردو زبان میں قرآن نماز میں پڑھنا نئے فتنے کا اصل بانی اور موجد امام ابو حنیفہؒ ہیں۔ اور تشہد پڑھنے کے عد قصداً وضوء کے توڑنے سے نماز کی تکمیل کا مسئلہ احادیث اور تعامل خیر القرون کی بغاوت داری ہے۔ آپ ہر دو مسائل کو بالتفصیل پڑھ لیجئے۔ حکیم صاحب کو حنفیت کے خلاف سدرجہ بغض اور کد ہے۔ کہ اپنے پروپیگنڈا کرنے کے لئے راہ کو ہموار کرنے میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے نقل کرنے میں کھلی اور پوری بددیانتی کو بھی پسند کرتے ہیں۔ حکیم صاحب نے اسقدر تو حنفی کتابوں سے نقل کر دیا ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ نماز میں غیر عربی میں قرآن پڑھنے کو جائز فرماتے ہیں۔ مگر ان کتابوں میں صرف اسقدر نہیں لکھا ہے بلکہ ان میں یہ بھی مذکور ہے۔ کہ قرآن شریف کو نماز میں اس کی عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان میں پڑھنا سنّت متوارث کے خلاف گناہ اور حرام ہے۔ سنت متوارث یہ ہے۔ کہ قرآن شریف کو اس کی زبان عربی میں نماز میں پڑھا جائے۔ امام سرخسیؒ فرماتے ہیں جس نے نماز میں قرآن شریف کو فارسی میں پڑھا ہے۔ تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں جائز ہے اور مکروہ ہے۔[2]

---

[1] نتائج التقلید ص ۱۱۴ [2] مبسوط ص ۳۷ ج اوّل

امام سرخسیؒ فرماتے ہیں:۔

جو شخص عربی زبان میں قرآن شریف کو پڑھ سکتا ہے۔ تو اس پر رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اور سلف کی متابعت اس رکن کے ادا کرنے میں فرض ہے۔ کہ نماز میں قرآن شریف کی عربی زبان میں قراءۃ کرے اور امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ رسالت مآبؐ اور سلف کی ترک متابعت میں جس نے فارسی وغیرہ میں قراءۃ کی ہے۔ کراہت کا ارتکاب کیا ہے۔ لیکن اصل رکن غیر عربی قراءۃ میں ادا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ معنی میں قرآن پڑھا گیا ہے۔ اور معنی میں اعجاز کا معنی نام ہے[1]۔

اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں۔ قرآن شریف کے بارے میں قرآن شریف نے فرمایا ہے۔ وانہ لفی زبر الاولین اور یہ لکھا ہے پہلوں کی کتابوں میں۔ اور اگلی کتابوں میں قرآن شریف عربی لغت میں نہیں لکھا۔ کسی لغت میں بھی قرآن شریف پڑھا جاوے تو وہ قرآن ہے۔ مگر سنت متوارث یہ ہے۔ کہ قرآن شریف عربی میں پڑھا گیا ہے۔ جس نے غیر عربی لغت میں قرآن شریف کو نماز میں پڑھا ہے۔ وہ گناہگار ہے۔ مگر غیر عربی لغت میں قرآن شریف کا پڑھنا نماز کو فاسد نہیں کرتا ہے پہلی آیت کے علاوہ دوسری جگہ بھی قرآن شریف میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(اگر ہم اس کو قرآن کو عجمی زبان میں کرتے تو کہتے اس کی باتیں کیوں نہ کھولی گئیں۔ کیا عجمی زبان کی کتاب اور عربی لوگ)

غرض یہ ہے۔ کہ قرآن شریف لانے والے کی زبان اور قرآن شریف کے مخاطب قوم کی زبان عربی ہے۔ اس لئے اس مناسبت سے قرآن شریف عربی زبان میں دیا گیا ہے۔ اگر غیر عربی میں بھی قرآن دیا جاتا تو وہ قرآن ہوتا اور اعجمی قرآن ہوتا اگر غیر عربی لغت میں قرآن شریف پڑھا گیا ہے۔ تو وہ قرآن ہے۔ اور قرآن ہی پڑھا

---

[1] اصول سرخسیؒ صفحہ ۲۰۲ جلد اول۔

ہے۔

غرض یہ ہے۔ کہ امام ابو حنیفہؒ کا مذہب یہ ہے۔ کہ جس نے غیر عربی لغت میں
ز میں قرآن شریف کو پڑھا ہے تو اس کی نماز فاسد نہیں ہے۔ مگر سنت متوارث
مخالفت کی وجہ سے اس نے حرام کام کیا ہے۔ کہ غیر عربی لغت میں اس نے نماز
ں قرآن شریف کو پڑھا ہے۔ جن حضرات اہل علم کو اہلِ فقہاء کی زبان اور اصطلاح
معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ ان حضرات نے ہمیشہ حرام کو مکروہ لکھا ہے۔ میں حافظ
ابن قیمؒ سے اس کی تفصیل یہاں اس لئے نقل کرتا ہوں۔ کہ حکیم صاحب سندھو صاحب
جیسے کسی عقلمند کو امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے بارے میں شبہ نہ ہو۔ کہ حرام کو فقہاء
نے مکروہ کیوں کہا ہے۔ حافظ ابنِ قیمؒ فرماتے ہیں:۔

کہ کسی چیز کو اللہ اور اس کے رسول کے بتلائے بغیر حلال اور حرام نہیں بنانا
چاہیئے۔ اور مجتہدین کے قیاس اور اجتہاد کے حکم کو اللہ اور اس کے رسول کا
حکم نہ کہا جائے۔ اور حافظؒ نے حسب عادت کتاب وسنّت کے دلائل سے اسکو
مدلل لکھا ہے۔ اور کہتے ہیں۔ ابن وہب نے کہا۔ میں نے امام مالکؒ کو یہ
کہتے ہوئے سُنا۔ ہمارے زمانہ کے اہلِ علم اور جو ہم سے پہلے گزرے ہیں۔
اور نہ میں نے کسی ایسے کو پایا ہے جس کی اقتدار کی گئی ہے۔ کہ وہ کسی شے میں
یہ کہتے ہوں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے۔ کسی شئے کو حلال اور حرام کہنے کی وہ
جرأت نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ وہ صرف اسقدر کہتے ہیں۔ ہم اس کو مکروہ
جانتے ہیں۔ یا کہتے تھے۔ ہم اس کو اچھا دیکھتے ہیں۔ اور عتیق بن یعقوب
امام مالکؒ سے اس قدر مزید بیان کرتے ہیں۔ سلف یہ نہیں کہتے ہیں۔ یہ حلال
ہے۔ اور یہ حرام۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سُنا۔

کہدو بھلا دیکھو تو اللہ نے تمہارے لئے جو رزق نازل فرمایا ہے۔ تم نے

Marfat.com

ائمہ مجتہدین نے جن کو حرام اور جس کو حلال کر دیا۔ کہدو کیا اللہ نے تمہیں یہ حکم دیا ہے۔ یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔)

حلال وہ ہے جس کو اللہ نے حلال کیا ہے۔ اور اس کے رسول نے حلال کیا ہے۔ اور حرام وہ ہے۔ جس کو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے۔ (ٹھیک اسی طرح کسی امر کے وجود اور عدم جواز اور عدم جواز شرعی کے عدم اعتداد اور اعتراد کرنے کا حق بھی اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ہے)

حافظ رح کہتے ہیں۔ کہ آئمہ متبوعین کی اتباع کرنے والے متاخرین نے اس سبب سے اپنے آئمہ پر بڑی غلطی کی ہے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ آئمہ نے لفظ کراہت کا اطلاق اور لفظ تحریم سے اجتناب کیا ہے۔ جس شئے کو آئمہ نے مکروہ بتایا تھا۔ متاخرین نے اس سے تحریم کی نفی کی۔ اس کو حرام نہیں کہا۔ پھر کسی نے یہاں تک اس میں نرمی کی، کہ اس کو مکروہ تنزیہی بتلایا یا ترک اولیٰ کو مکروہ کہا اور اس نے شریعت پر اور آئمہ پر عظیم غلطی ڈالدی ہے۔ امام احمد رح نے ملک یمین میں جمع بین الاختین کو مکروہ کہا ہے۔ اور مذہب اس کا یہ ہے۔ کہ وہ حرام ہے۔ اور فرمایا۔ کہ جس کے مال کا اکثر حصہ حرام ہے۔ مجھے اس کے مال میں کھانا اچھا نہیں لگتا ہے۔ حالانکہ اس مال میں سے کھانے کو حرام جانتے تھے۔ امام احمد رح نے لفظ لایعجبنی فرمایا لیکن مراد ان کی یہ ہے۔ کہ وہ حرام ہے۔ الیمان اتن کو مکروہ فرمایا۔ حالانکہ امام احمد رح کے نزدیک وہ حرام ہے۔ اسی طرح امام محمد رح نے صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔ کہ ہر مکروہ حرام ہے۔ مگر اس کی حرمت پر قاطع نص نہیں ہے۔ اس لئے اس پر حرام کا اطلاق نہیں کرتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ رح امام ابو یوسف رح

رماتے ہیں۔ مکروہ حرام کے قریب ہے۔ امام صاحب سے [illegible]
سونے اور ریشم کا استعمال مکروہ ہے۔ اور فرمایا مکہ کی زمین کا بیچنا مکروہ ہے
اور ابو حنیفہؒ کی مراد یہ ہے۔ کہ حرام ہے۔

اسی طرح جب امام ابو حنیفہؒ نے نماز میں غیر عربی لغت میں قرآن شریف پڑھنے کو
روہ فرمایا ہے۔ تو اس کے معنی یہ ہے۔ کہ نماز میں غیر عربی لغت میں قرآن شریف پڑھنا
رام ہے۔ اور غیر عربی لغت میں نماز میں قرآن شریف پڑھنے سے نماز کے فساد پر امام
بو حنیفہؒ کو کوئی قاطع نص ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اس پر حرام کے اطلاق سے
جتناب کیا ہے۔ اور مکروہ بتلایا ہے۔ اس لئے کہ نماز میں غیر عربی لغت میں قرآن شریف
پڑھنا سنت متوارث کی مخالفت ہے۔ اور غیر عربی لغت میں قرآن شریف کے پڑھنے
کی اجازت حضرت سلمان فارسیؓ سے ثابت ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جاتا ہے۔ کہ غیر
عربی لغت میں قرآن پڑھنے سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ سرخسیؒ نے لکھا ہے۔ کہ اہلِ
فارس نے حضرت سلمان فارسیؓ کو لکھا کہ ان کے لئے سورۃ فاتحہ فارسی میں
لکھدیں۔ تو وہ فاتحہ کو نماز میں پڑھیں۔ حتّٰی کہ ان کی زبانیں عربی پڑھنے کے لئے
نرم ہو جائیں اور عربی پڑھنے میں آشنا ہو جائیں[2]۔

اس کے علاوہ نوح بن ابن مریم نے اصل مسئلہ میں صاحبین کے قول
کی طرف امام ابو حنیفہؒ کے رجوع کو نقل فرمایا۔ جیسا کہ ردالمختار صـ۵۲ ج اوّل
میں مذکور ہے۔ اسی طرح بعض صحابہ سے بھی بعض فتاویٰ میں سابق فتویٰ سے
رجوع کرنا ثابت ہے۔ اور یہ نوح بن ابن مریم ابن ابی لیلیٰ اور امام
ابو حنیفہؒ کے شاگرد ہیں۔ اور امام ابو حنیفہؒ کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن
بھی تھے۔ اور اپنی چار مجالس میں سے دوسری مجلس میں امام ابو حنیفہ کے اقوال

[1] اعلام الموقعین صـ۴۴ ج اول [2] مبسوط سرخسی صـ۳۷ ج اوّل۔

Marfat.com

امام صاحب شیخ ابو حنیفہ کو ذہبی نے لکھا ہے ۱۷۳ھ میں آپ نے وفات پائی ہے۔

دوسرا مسئلہ جس میں سندھ صاحب نے حنفیت کو احادیث اور تعامل خیر القرون کا باغی اور غدار بتلایا ہے۔ یہ ہے کہ تشہد کے بعد اگر کسی نے اپنا وضو توڑ دیا ہے۔ تو اس کی نماز پوری ہو گئی ہے۔

سندھ صاحب کے مطاعن اور بدزبانی کا علاج نہیں ہے۔ اور مذکورہ مسئلہ احادیث اور آثار میں مذکور ہے۔

(۱) **ابن عمرؓ** فرماتے ہیں:۔

حضورؐ نے فرمایا جب امام نے آخری سجدہ سے سر اٹھایا اور پورے اطمینان سے بیٹھ گیا ہے۔ اور اس نے اپنا وضو توڑا ہے۔ تو اس کی نماز اور اس کے ساتھ پڑھنے والوں کی نماز پوری[1] ہو گئی ہے۔

(۲) **حضرت علیؓ** نے فرمایا:

جب کوئی قعدہ میں تشہد کی مقدار بیٹھ جائے اور پھر اپنا وضو توڑا ہے۔ تو اس کی نماز پوری[2] ہو گئی ہے۔

حضرت علیؓ کے اس اثر پر **بیہقیؒ** نے کچھ لکھا ہے۔ میں اس کے جواب میں **ابن ترکمانی، علاء الدین ابن علی بن عثمان** کی بحث کو نقل کرنا چاہتا ہوں **حافظ** فرماتے ہیں:۔

حضرت علیؓ کے اثر کو عاصم بن ضمرہ روایت کرتے ہیں۔ اور عاصم ثقہ ہے ابن المدینی اور احمد بن عبداللہ نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور سنن اربعہ نے اس سے روایت کیا ہے۔ اگر عاصم کی روایت بیہقی کے مسلک کے خلاف ہے۔ تو صرف اس وجہ سے اس کی قوت اور حجیت مجروح نہیں ہو سکتی ہے۔ اور اگر

---

[1] دار قطنی ص ۱۴۶ ج اوّل [2] سنن کبریٰ ص ۱۷۳ ج ۲

Marfat.com

[illegal] راب کی روایت کی ہوئی حدیث کے خلاف ہے۔ یا وہ [illegal]
علیؓ کی روایت سے ثابت نہیں ہے۔ یا حضرت علیؓ کی حدیث کا وہ مفہوم نہیں ہے جسکو
بیہقیؒ نے سمجھا ہے۔ ورنہ یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے۔ کہ حضورؐ کی حدیث کے خلاف
حضرت علیؓ نے فتویٰ دیا ہے۔ اور رسالت کی ایک جماعت سے اسی طرح روایت
کیا گیا ہے۔ جس طرح کہ حضرت عاصم نے حضرت علیؓ سے روایت کیا ہے عبدالرزاق
نے مصنفہ میں عن ابن جریج عن عطاء روایت کیا ہے۔ جس نے تشہد ختم
کرنے سے پہلے اپنا وضو توڑ دیا اس کی نماز پوری ہو گئی۔ اس کا اعادہ نہ کرے
اور عن ابن عیینہ عن ابن ابی نجیح عن عطاء روایت کیا ہے۔ جب
آخر صلوٰۃ میں سجدہ سے امام نے سر اٹھا لیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ اور اگر چہ
اس نے وضو توڑ دیا۔ اور ابن مسیبؒ نے فرمایا جس نے سجدہ پورا کیا تو اس
کی نماز پوری ہو گئی[1]۔ ابراھیم نخعی نے فرمایا۔ جب رکعات رابع کے سجدہ سے
فارغ ہوا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔

(۳) اور **ابن مسعودؓ** نے کہا:۔

تشہد کی مقدار میں آپ خاموش بیٹھ جائیں یا تشہد پڑھ لیں تو آپ کی نماز
پوری ہو گئی۔ بیہقیؒ نے کچھ لکھا ہے۔ مگر ابن ترکمانی نے جواب دیا ہے۔
کہ ابنِ مسعود سے موقوف اور مرفوع دونوں طور پر یہ ثابت ہے۔ اور
مرفوع روایت کرنے والوں کی تعداد بھی زیادہ ہے۔ اور قوت میں بھی حضرت
شبابہ سے زیادہ اور بلند ہیں۔ اس لئے ان پر زیادہ اعتماد کرنا چاہیئے[2]۔
ابن مسعودؓ، ابن عمرؓ کی حدیث اور حضرت علیؓ کے اثر نے امام ابو
حنیفہؒ کے مذکورہ مسئلہ کی تصدیق فرمائی ہے۔ اور عطاء بن ابی رباح۔ اور

[1] جوہر النقی بر بیہقی صفحہ ۱۷۴ ج ۲۔ [2] جوہر النقی بر بیہقی صفحہ ۱۷۵ ج ۲

امام سعید بن جبیر اور ابراہیم نخعی کے اقوال نے مذکورہ مسئلہ پائی ہے۔
کی تائید کی ہے۔

اب آپ سوچکر فیصلہ کیجئے کہ حنفیت احادیث آثار اور تعامل خیر القرون کا
باغی اور غدار ہے۔ نعوذ باللہ۔ یا حکیم صاحب سند و سنن اور تعامل خیر القرون
سے جاہل اور نابینا ہیں۔

حکیم صاحب نے کچھ اور مسائل بھی اس قسم کے ذکر کئے ہیں۔ مگر ان سب کا
حال ہے۔ بخوفِ طوالت میں نے ان کا ذکر کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اور علماءِ دیوبند کے
اکابر کے خلاف بھی حکیم صاحب نے زہر اگلا ہے۔ مگر میں اس تمام بحث کو لایعنی
سمجھکر اس سے صرف نظر کرتا ہوں۔ ملت کے ان اکابر کو دنیا جانتی ہے۔ اور
کی علمی خدمات کی مقبولیت نے حکیم صاحب کے رفقاء کو بھی خیرہ کر دیا ہے۔ ایسے
مذبوحی حرکات میں بچارے مجبور ہیں۔ ان بزرگوں کی تحریروں کو سمجھنا حکیم صاحب
کا جواب ہے۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(محمد امین الحق عفی عنہ)
شوال ۱۳۸۱ھ

(حررہ قریشی محمد عطاء اللہ جوکی)

حافظ محمد بن یوسف الصالحی شافعی عقود الجمان میں لکھتے ہیں حفاظ حدیث اور حفاظ
حدیث کے اعیان ائمہ میں جو بڑے ہیں امام ابو حنیفہ رح ان میں سے ہیں اور امام ابو حنیفہ رح کے سامنے
فقہی مسائل کے استنباط کا اہم اشتغال تھا۔ اس لئے امام ابو حنیفہ رح سے حدیث کی روایت
کم کی گئی ہے۔ اگرچہ جن حضرات حفاظ حدیث سے حدیث کی روایت زیادہ کی گئی ہے۔ امام
ابو حنیفہ رح حدیث کے حفظ و روایت میں ان سے آگے اور بڑے ہیں۔ اور اس کی مثال
یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضہ اور حضرت عمر رضہ اور ان کے امثال صحابہ سے جو وقت کے دوسرے
اہم مشاغل میں مشغول تھے ان حضرات صحابہ کے مقابلہ پر حدیث کی روایت بہت کم کی گئی
ہے۔ جن حضرات سے حضرت صدیق رضہ اور حضرت فاروق رضہ اور ان کے امثال
حضرات صحابہ کو بہت زیادہ حدیث کی اطلاع تھی۔ (تانیب الخطیب صہ ۱۵۶)

نوٹ بقیہ صہ ۹۷ :-

اوراب کا استعمال کئی ایک قبائل میں جیسے حنین بن نزار و قیس بن عیلان و بنی الحارث
بن کعب میں جب کہ یہ غیر ضمیر متکلم کی طرف مضاف ہے کل حالات میں الف کے ساتھ
کیا جاتا ہے۔ اور اہل کوفہ کا استعمال بھی یہی ہے اور عبداللہ بن مسعود رضہ نے بھی انتَ
ابا جہل فرما کر الف کے ساتھ اس کا استعمال کیا ہے۔ چنانچہ بخاری رح نے غزوۂ بدر کے
آخری باب میں اپنے شیخ یعقوب بن ابراہیم کے طریق سے یہ روایت کیا ہے کہ حضور ص
کے ارشاد فرمانے پر ابنِ مسعود رضہ ابو جہل کے دیکھنے کے لئے پہنچے اور اس کی
داڑھی پکڑ کر فرمایا : انتَ ابا جہل۔ سلیمان تیمی فرماتے ہیں حضرت انس رضہ نے اسی طرح کہا
ہے کہ ابنِ مسعود رضہ نے انتَ ابا جہل فرمایا ہے۔ (بخاری صہ ۵۷۳۔ تانیب الخطیب صہ ۲۲)